

(افمان)

# پسر آدمی



شوکت صدیقی

# تیرا آدمی

(انسان)

شوکت صدیقی

## احتساب

میں نے احتساب کر لیا اور سمجھ لیا کہ کتاب اللہ بنوں کے بارے میں بیرونی کیا ہوا ہے مگر  
کی جال ابھرے اور جسے ان میں کلپانے لگے

”یا میں کہہ دیوں کی آنکھ کرواؤں؟“

”جس پر حساب نہیں دینے کا فائز کرواؤ جائے تو“  
لیکن میں کہہ ٹھیک کر سکا۔

انسان ایک چڑی موز پر آ گیا تھا۔ جہاں سے اپنے مادا ہات اور اعفات کا سلسہ شروع ہوتا تھا۔ جن سے اللہ یونکا کروارا اپنے  
تمام نعم و خالق کے ساتھ ابھر سائنس آتا تھا۔ جہاں حادثات اور اعفات کی کامیابی ہوتی۔ یعنی کوئی طلب مصلحت  
سے اگل میں نے انسان کا جو ہے بنا جو اپنے اس طرح کمپب میں جھا کرے گا اس کا گھنکا کروارا کی جگہ اس کی جگہ تھا۔ کیجئے کہ  
لپھن کروارا کے چل کر کچھ اس طرح اعفات پر آمد ہو جاتے ہیں کہ انہیں سنبھالا اور جو بیسیں رکنیں ٹھکل ہو جاتا۔

میں خاموش ہیجا تھا اور گہری سوچ میں گمراہ۔ اپنے اپنے قدموں کی آہت ابھری۔ چاپ سن کر میں پھر لالا پلت کر دیکھا سامنے  
دیوار کے پاس ایک آدمی کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں بھلی کبیر کی طرح مردھنی تھیں۔ پیوں پر بھی لالا لالا ہے ہے۔ ہاتھیں خون  
سے تھرا ہے اپنے تھا۔ میں نے فوراً بیکھان لیا۔ وہ اللہ بنوں تھا۔ باہمی تھا۔ اسے دیکھ کر میں بہت شکرانا۔ پوچھلاتے ہیاں کے ہازل  
ہو گیا؟ گھر وہیں پر بیٹھا ہے سے نیز لالا لالا آنکھیں لالا کھو رہا تھا۔ مجھے خاموش پا کر جسمے لیے میں بولا۔ ”تم ابھی تک  
سوچ رہے ہوئے تو میں کیا کروں؟“

میں نے خون کو سنبھالا۔ اسے الجہان دلتے ہوئے کہا۔ ”گھر وہیں ابھی ہاتھا ہوں۔“

وہاں کرم جادو ایک دوڑا مکھ کر رہا ہے۔ غافل ہوئے میں نے اب کیا کر رہا ہے۔

میں نے حواس پا لادھو کر سوچا۔ یہ اللہ بنوں کے ہاگہاں ہیں گے۔ اس صیحت کو کہیے ہلا جائے۔ وہ بھلی بندھے خون خوار

وہ نہ تھے رہے۔ اُرمی خون کا سرائیں مل گیا۔ تم نے بالی کوٹل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ آئن رات جب کرم دادا خونی پر گیا ہوا تھا اور بالی کھڑے اُسکی خونی اس کے پاس پہنچا۔ اسے خدا نے کافی تھا۔ تم نے اپنے اقسام کی آگ بھانی۔ اب تم کوٹل جانے میں کیا اعزاز ہے۔ گھر اور بیٹیں میں پکوئی حرمتے بعدم کوٹل سے برقرار رہوں گا۔

لیکن وہ سرکی پر آمد ہے تھا۔ چوتھے تھی کہاں کیس پھر سال کی حدود میں میں نے اسے کہاں کیاں خلاش کی کیسی کسی خلیطیں اٹھائیں۔ کس سلسلہ سے اپنے ذہن میں لگن کیا تھیں میں استقیم اسی سے مارداں کا ہے بالکل انداز بھیں تھا۔ یہ تو کوئی بات نہیں اوتی۔ چھٹا قاب ایسا لگا ہے جیسے کہ کوئی نہیں اے۔ گھر کوٹل کیوں جاؤں؟

میں ایک بارہ بھائیں میں چکا ہو گیا۔ میں لتو چوپا تھا کہ بالی کوٹل کرنے کے بعد اس کو خون سے حالتانے پہنچا۔ گھر وہ بالی کے گھر سے باہر کھاگی دلتا کہنا کہا کرم دادا وہ اپنے آگی۔ اس کی اس اچاک وادی کی صورت اور اعلیٰ سرسریل گی۔ یہ بندی میں نہ ہی پیدا کی تھی۔ لکھتے دیجاتے کیے ہیں رے۔ میں پیغام آیا کہ اگر کرم دادا اپنے آجے کیلیا ہوگا؟

میں گوکر کے ہاتھ میں پیٹھا تھا اور سوق رہتا تھا کہ اب ٹھنگے کیا کرنا چاہیے؟ اسی اثاثہ میں دیکھ آواز اپنی تھی۔ وہ کہ رہا تھا۔ "جلدی کر کر کم کم ہے۔ کہاں وہ ازے کو زور دہ سے کھکھا رہا ہے۔ سچنا نہ کرو۔ قافت کوئی جرکیب نہ کلو۔" اس کے پھر سے پریشانی ساف چیزیں۔ اس کی پریشانی نے چھکا رہا پر بیان کر دیا۔ غور کر کرنے کی کنجکاش تھی۔ میں فرم رہا کہ "جب ایسا ہی ارادہ ہے تو ہماری بیر بمن کوں تک رہے ہو؟ آگئن میں جاؤ اور جس دیکھ کوچاند کر اندر گئے تھے اس پر چڑھ کر خاموشی سے باہر کل جاؤ۔"

"بالکل چکیں اس بات کا مجھے جیلی ہیں آئے۔" لیکن وہ ازے سک کا کراہیں آگی۔ تکمیر سے پہنچتے تو جون سے ہر سے ہوئے چیزیں لکھتے دیلے کا تکمیل اس بات میں دیکھ کر فرمائے گئے۔

اس پار بھر گئے اس کی دو کنپائی۔ "تم ایسا کہا۔ یہ جو کھوئی پر ایسا اور کوٹل اکھا ہے۔ اسے اتار کر بیان لو۔ اس کے پیشے سے تمہارے ہاتھ اونکو کوچانے کی دو کنپائی۔" تم ایسا کہا۔ یہ جو کھوئی پر ایسا اور کوٹل اکھا ہے۔ اسے اتار کر بیان لو۔ اس کے پیشے سے نہ ہر ہی بادی چھٹت دی۔ آگے بڑھا۔ کوٹ اتار کر بیان اور جسی طرف تجھے پہنچ چاپ بہر جائیں۔

میں کسی پر ظاہر ہی خلاصہ سچ رہا تھا اس وقت تو میں اس آفت کا گلی کوہاں دیکھ کر کھوئی مرے بعد اس کو خون سے تھاہی کی خیڑل گئی۔ بالی اور کرم اور پہنچتے چھپا ہے کارپیا آگے اور بیان خاموشی سے رہنے لگے۔ تباہگوں کی طرف اخون کوچاند جگد۔

نکروں سے بیری طرف دیکھ رہا تھا۔ ایک بھٹ خون آسودہ پا تو قوس کے ہاتھ میں تھا۔ میں اس دلست کے مالم جسیں مجھ پر نہ دار کر چکتے۔ اس سے کچھ بیدرنہ تھا۔ اس کے سر پر تو خون آوارگا۔

میں نے آئی بالی کوٹل کے لیے مدد ہو دیا۔ "کرم دادا کوئی بیوں نہیں لکھا نے کاہیجے؟" "پاٹت تو نیک ہے بیوں۔" وہ کچھ کچھ دیکھ کر اس کے بالوں کو کرچتے ہوئے اور بیک سوچتا رہا۔ بالکل اس نے مشورہ کوٹل کرنے سے اکابر کر دیا۔ "اس میں یہ بھی خطرہ ہے کہ کما شور چاہا دے کا اور میں صاف کذا ہاڑاں گا۔ یہ بھی بیوں پکاوار ہے۔"

میں نے زرم لیجھے میں اسے سمجھا۔ "اس میں ہر ہی کیا ہے جنم کرنا رہ جاؤ۔" "گھروڑہ خاصہ نہ ہے۔" تباہی پیش ہو لے۔

میں نے ایک بارہ بھارتے رام کرنے کی کوشش کی۔ "بالی تھاری گھروڑی تھی از جو جان تھی تو صورت تھی اور تم سے نوٹ کر پیدا کر لیتی تھی۔ جب اس فون میں بھرتی ہو کر جا چکا تھا تو جو بیک یاد کر دیتی تھی۔ یاد ہے۔" "یاد ہے بالکل یاد ہے۔" اندھرے نے اعتراف کیا۔ "کہتی تھی دینے اجھے چھوڑ کر رام پر نہ ہا۔ میں تیرے بنا رہا ہوں گی۔" اس سے تقدیر سے توقف کے دل کپڑا۔

"پرش اینی مرضی سے تو نہیں جا رہا تھا۔ میرے ماں پر تو نہیں فون میں بھرتی دی دکھانے چاہتے تھے۔ انہوں نے مجھے چاچا کے پاس گھوڑی ایسا لانگوڈھا دیا تھا۔ میں وہاں پہنچا ہوا تھا۔ ابھر لیتے مان جے کے ساتھ ساتھ بالی کوئی پکار کر قاتے لے گئے۔ کیونکہ حوالات میں بند کر کا تھا۔ تھنچی گایاں لامیں لامیں ماریں گئیں۔ کچھ کچھ کر کر کے سارے پہنچ میں گھامیں گے۔ میں نے اس تو ایسا گھبرا کی کھوڑی تھا۔ تھنچی گیا۔ اینہوں نے۔"

"یہ سب معلوم ہے۔" میں نے فرمائیا۔ "اگر جب تم سچا ہو کر بخون میں جاپانی تو جو بیوں سے تھے اور ایک تکمیل میں لے بہت سچ کر تھر کی تھی۔ میں نے اسے اور دیا۔" تکمیر سچا ہو کر بخون میں جاپانی تو جو بیوں سے تھے اور ایک تکمیل میں کرم داد دل کوں سے نہ حال پڑے تھا تو بالی نے زور دے کر تھا رہے بڑھے میں اپ کو بلا کر دیا اور رات کے اندھر میں کرم داد کے ساتھ فر رہ گئی۔ تم تھنچی ہیں گے۔" دسال بعد جب جگد فتح جویں اور تم سے تھاہی کی خوبی اور جرم رہا تو اس اپنے گاہوں پہنچتا ہے کارپیا آگے اور بیان خاموشی سے رہنے لگے۔ تباہگوں کی طرف اخون کوچاند جگد۔

کر جو ان بھی نہیں۔ مگر ان اُنکروں کو کیا کہوں؟ جس سالے کے پاس گیا اس نے تمہارے کام جانے کا مشورہ دیا۔“  
میں نے مذہرات کا تمہارا کیا۔” تل کھٹکا لمحے انہوں نے کہ میں تمہارے لیے کوئی نہیں کر سکتا۔ تم کواب اسی طرح زندگی پر ہے جو اُن کو  
گا۔“  
وہ اور اُنکی زیادہ بھروسہ کیا۔“ تمہارا بنا سے میں چاہے جس طرح بھی رہوں، مگر انہاں نوں کو مجھتم سے فرط ہے۔ تم نے  
بیرے ساتھ کی اچھا سلوک نہیں کیا تم نے مجھے بھیساں ایک مادی ہرم کے روپ میں بھیش کیا۔ کیونکہ تباہ کر میں جنم پر کس  
طறن ہے؟ تم نے مجھے پر سارا ٹھہر دھاما ہے۔ کیا تمہاری بدیاں تھیں؟“  
میں نے غور کیا تسلی کلخوں پاکل دست کر رہا ہے۔ اُنکی بھروسی اتنی خلائقی جوست نہیں کس کی پاکت کو درکھکن۔ اس سلطے  
میں کوئی ناچال ٹھیک کرنا عذرگاہ پر ازگاہ کی حرفاں ہو گا۔ چنانچہ میں نے اس کے سامنے پھر اڑاں دی۔ رسان سے کہا۔“ تل  
کھٹکہ مبارانِ تم خیک کیتے ہوئیں اتنی تسلیم کر جاؤں۔ دراصل بات ہے کہ کہانی کی قیمت کو کہا جائے ہو تو کیا تھی۔ میں  
اس پہلو پر توجہ دینا چاہل گی۔ اس فرگداشت کے لیے میں تم سے مقابل انتہی کو آتا ہوں۔“  
اس کے مر جانے ہوئے پھرے پے مجاہازی آگی۔ سکرا کر رہا۔“ میں نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ تم نے بیری  
جسمانی کلخیں پھیل کی۔ پر یہ کام ہے تم نے مجھے آتا کہ تو شایخ پھر ہوئی۔  
میں چپ چاپ اسے دیکھا رہا۔ کرے میں دراصل کے لیے غایمیتی چاہیگی۔ اب تسلی کلخوں نظر آ رہا تھا۔ وہ کری کے  
پاڑ کا سہارا اپنے اکر بہا تھا اور کھڑکا ہو گی اور رخصوت ہوتے کے انداز میں گویا ہوا۔“ اچھا اب میں پاک رہا ہوں۔“ وہ ٹکڑا ہوا  
درادے سے کے طرف ہو جائیں چدقہ میں کر چکھا۔ پاک کری طرف رکھا۔  
“ ہاں ایک بات اور یہ آگئی۔ رایتی تھا۔ کہاں میں ”تیر آدمی“ کون ہے؟“  
میں نے اس کی خوشبوی حاصل کرنے کے لیے پہنچنی سے کہا۔“ یار ای یہی کوئی چھیت کی بات ہے۔ تمہارے علاوہ اور کوئی  
پوکا کہا ہے؟“  
“ کچھ یاد چاہتا ہے۔ یاد ہے تم نے مجھے بھی تھلیٰ تھی۔ لیکن بہت سے لوگ مجھے اس دیشیت سے نہیں پہنچاتے۔ اس کے علاوہ اپنا  
باس کیا اس نے تھا جو ایک مقالہ بیکارتا ہتا ہے۔“  
“ وہ تو خوب کو اور عرب جانتا ہے۔“ میں نے اسے اٹھیاں دیا۔“ بھی اب تو وہ بیرے قابو میں لکھیں اور میں اسے سمجھ کر تک

میں بھری طرف سے اپنے قابو میں رکھوں گا۔  
رات کا سانچا اُبیر پر جاتا ہے تھا۔ کبھی کبھی ہوا کے جھوکوں سے سامنے بیڑ پر کچھ اونچے کا نڈک کر کھوائے لے گئے تو کبھی غاصبوں  
میں ارتقا پیدا ہو جاتا۔ ناگا کرے میں بڑی دردناک کردا ہے۔ میں نے جس اگلے نکلوں سے اولاد ہو رکھ لکھ کر کی کوئی  
پہلا۔  
اُس دفعہ کردا ہو رکھی زیادہ درد میں بڑی ہوئی تھی۔ میں نے خور سے دیکھا۔ دروازے پر ایک کلرا آدمی اندھرے میں دیکھا  
کھرا تھا۔ اس کے بازوں اور رانی ہاتھ اُنگ پر سلیپہ سلیپہ پیاس لپی ہوئی تھیں۔ جسم اس قدر سیاہ تھا کہ وہ سائے کی مانند وحدہ  
وحدہ اسلام ہو رہا تھا۔ لیکن وہ اولاد ہوتے ہو رکھاں تھا۔ پھر کون ہو سکتا ہے؟ میں اس کے بارے میں غور کر رہا تھا کیا ایک غاصبوں  
میں آزادا ہے۔ پھر اُنکی کوشش کر رہے ہو گا۔ میں اب تم مجھے کوئی سمجھا جائے گے۔“  
اس کے بارے میں بے لفظ کے سامنے ساختہ گھر اٹھ رکھی تھی۔ میری بھروسی نہیں آیا کیا جواب اُوں؟ نگھے غاصبوں رکھ کر اس نے  
خود ہتھیار دیا۔“ میں تسلی کھٹکوں اپنے اپنے ہتھیار دیا۔“  
میں آئے کھڑا کر جلدی سے کہا۔“ اچھا تو تمہری کلخوں نظر مباران آؤ جیاں کری پر چھڑ جاؤ۔“  
وہ بکروں کی طرف جبکہ رکھا جاتا ہوا اسی سے تر آپ گیا اور کری پر چھٹتے ہوئے ہوا۔“ مجھ سے کھرانیں رہا جاتا۔ میری رانی  
ہاتھ کو تسلی کے باکل پہنچا کر کے رکھ دی۔“  
“ تسلی کھٹکوں نظر مباران آن کیسے دھکل آئے؟“  
وہ زور دیکھ کر آپتھا ہوتا ہے۔ پھر اسکے پھر اسکے دھکل کی طرف کرے گا۔“ آس میں نے تمہارا کیا کیا ادا تھا جو تم نے اس  
طرف رکھ کر کے چھکا دیا۔ پھر کچھ بھی نہیں۔ میں پورے پانچ سال سے اس دھکل کو بھاگت دیا ہوں۔“  
وہ باتیخے کے انداز میں لبی لبی ساسیں بھر لے گا۔ چھے ہو گا اور اس مسلم ہو گا۔ چون مغلی یونہی کیا کہ اس میں اس کی کوئی مدد  
کیسی کر سکتا۔ اس میں تسلی کمی کے نتیجے میں نے ہی اسے گھٹت کیا تھا کر دیا۔ میری دھرس سے باہر چوکا تھا لہذا اس نے فوراً صافی ویش  
کی۔  
“ تسلی کھٹکوں نظر مباران نجھتم سے بھری تھر دی ہے۔ گرائب تسلی خوبی بھی رہا ہے۔“  
وہ اٹھ کر بھج گئے تو ان خوارکلوں سے گھوڑا رہا۔ پھر ایک ہم سہر گیا۔“ میں جاناتا تھا کیمی ہو گا۔ میں تو کبھی یہاں آ

وہ بے نیازی سے بولا۔ ”یہ میں نے کہ کیا۔ اب تباہا ضرور کہوں گا تم پسے صدر ہر آدی ہو۔“ اس کی بات سن کر مجھے سخت  
مجھے خاہتِ محض ہوئی۔ جس قدر طردیتی کی کوشش کر رہا تھا اور اسی قدر سریچ چھتا جا رہا تھا۔ اس کے انداز میں سرکجی تھی جو تجزیٰ  
تھی۔ کم از کم میں اس طرز بات کرنے کی اسی باراثت دن ٹھیک چاہتا تھا۔ میں نے اپنے کہ کر کہا۔  
”یہ کچھ تھا جیسا کہ تھا اور اس باکل پرندگان۔ تم زبان سچال کر بات کرو۔ تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ تم مجھے لٹک کر رہے ہو۔  
ایک اپنے ٹھیک سے جس نے تم کو لٹکا دیا ہے۔ جس نے تم کو زندگی دی دیتی ہے۔“

لیکن وہ رامیں مرغوب نہ ہوا۔ ذہناتی سے خش کر گواہا ہوا۔ ”یہ سب کو کہ کر تم نے مجھ پر کاں سا حساس کیا۔ قی تو یہ کہ کر  
نے مجھے قابلِ ارتقا نہ کر دی۔ نہ مجھے شاگردی دی دی شوہر۔ میں تو اپنے خوشی انسان ہوں جو اپنی کو کہا رہا ہے۔ اُنہیں  
ایسا ہمچنانے میں آسوسی گھومنا کرتا ہے۔ میں تو سچا ہوں کہوں تھا رامیں گا گھومند ہوں۔“  
اس کی باقی متنے میں پنچ کپ پڑا۔ خوار ہو کر اس کی طرف رکھا۔ اس کی آنکھوں میں دشت تھی۔ پیرے پر علا کی تھی  
درستی تھی۔ جو خواس اور کریں نے خور کیا یہ سرکھا اور جوئی آدی ہے۔ کہن کیجھ کی طرف تک ارادے سے مجھ پر جھٹپٹ دے پڑے۔  
بلدا سرست میکی مناسب معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ تھی اور مصلحت اور میث سے کام لایا جائے۔ میں اسے ملائے کے انداز میں  
ہوا۔ ”تمہاری ان شخصیات کو مجھے سے بے زادہ کوئی چاہتا ہے؟ رہا ہم اس والی تباہ دیکھ کر ایک مرستے سے ہی وزار ہوں۔ غلطی سے  
فائدگی کرنا ہوں۔ لیکن ابھی مرستے کا کوئی ارادہ نہیں۔“

گمراہ وہ رات کھلے گا۔ وہ سیری دل آزاری کرنے پر علا ہوا تھا۔ گردن ہا کر ہوا۔ ”قی کوئی تو تمہارے مقدار میں کھسی ہے۔ اس  
لئے کہ تم ایک ہو اور اتفاق سے ترقی پا سکتے ہیں۔ تو تمہاری بیویات تو اسی میں ہے کہ تمہارا حصہ پا کر کردا جائے۔“ اس لئے جو  
بھی ایک قبیلہ کا یا اور سیرا اگدابی ہے کے لئے اپنے بھدے ہاتھوں کو سیری طرف بڑھایا۔ میں نے داشت زدہ ہو کر اپنی گردن  
پیچھے ہٹا لیا اور سرکجی کے عالم میں گزگزاتے لگا۔

”خدا کے لئے ایسا جان کرو۔ ابھی تو سیری بھی کسے ہاتھوں کی ہندی بھی نہیں اتری۔ مجھ پر تم کو اسی مطلب مہوت۔ اس سیراری  
کے سماں پر جو تم آ جا چاہیے۔ اسے سکھلنے دیا جائی۔“

”وہ بر کھنڈا ہوئی تھی فستر۔ پھر زار افسوس ہو کر گرا۔“ ”جس وقت تم نے مجھے قبیلہ کیا تھا اس وقت یہ نہیں ہوا تھا کہ تم ایک  
ایسے کہ کر کو خدمت اے رہے ہو۔ میں کے دو حصے سے تم نے جو پڑھ دیا کہ رہا ہے۔ جس سے تم نے ہر احساس ہمدردی ہجنے لایا ہے۔

آ کھدا لئی درکت نہ کرے۔ ”اس نے بے ٹھیکی سے تھبہ بند کیا۔ ”پھر اس سے کہا ہوا ہے۔ اپنی بات ہماری بھی اپنی ہے۔“ ”میں  
ظاہری میخاڑا ہو۔ وہ مل اور انکھوں اس کے بڑھا دیا۔ اسے کے پاس پہنچا اور انکھیں سوچ دیں اور انکھیں ہو گیا۔  
کمرے میں سیکھت تھا اور میں پر یہ تھی کہ مال میں سوچ رہا تھا کہ کاب کوں ہاڑل ہے؟ اگر تھل کھنڈی کی طرح کسی  
گھوٹے دل سے ساچھا پر گیا تو تمہیں جیسیں۔ ابھی میں آنے والی صیحت سے شنکے کے لیے بخدا کو ادا دیوں گی اسی کے لیے کھدا کو ادا دیں۔ اگر میں ایک  
طرف سے آزاد آتی۔

”تمہیرا ایک انکھا رکر رہے تھے ہے اور میں آ گیا۔“  
میں نے ٹھیک کر کے یہ کھماڑی پیٹ پر ایک آئی کھڑا جوے گھاؤنے انداز میں مسکرا رہا ہے۔ اس کا پیچہ وصالا ہوا تھا۔ نہم بر بد  
جسم پر ہے صعلیہ لہاڑا تھا۔ پس پتے پر گرا کھا دی تھی۔ جس سے برابر خون ہبہ رہا تھا۔ شب کے ہواں اک سانیے میں وہ اخونا کھنڈرا  
رہا تھا۔ میں نے داشت زدہ ہو کر پھر چھا۔ ”تم کون ہو؟“  
وہ ملخا را کر چھٹا ہے۔ ”پت قبیلہ ایسا رہا تھا کہ میں لارڈ کر دے گیا۔ وہ ایک آئندہ با کریبی عماری سے ہوا۔“ ”اچھا تو یہ بھی بتانا  
پڑے گا میں کہاں ہوں۔ کیسی انتادا تھی جلدی بھول گئے؟“  
میں نے گھر اکر کر کہا۔ ”تم کرشن چدر کے کاٹاکیں تو نہیں ہوں؟“ وہ ایک دبھر گیا۔ ”اہل تمہارا دماغ لئے نہیں قریب ہو گیا۔“  
تمہارا دماغ لئے کہا رہوں جس پر تم کو جڑا جاتا ہے۔“

میں نے فوراً سے پیکاں لیا۔ ذرا جان میں جان آئی تو میں نے مسکرا کر کہا۔ ”بھی مخالف کرنا ہاجیا۔ ابھی کوئی تھی بیان سے  
گواہ ہے۔ اس لئے پھر اس قدر پر بیان کر دیا تھا کہ میں اب تک سختیں نہیں کیا۔ میں جسماں کو ہوں گے کہاں۔ تم پر تو صرف میں  
تے رہاں کا ہے بلکہ میرے کمرے میں پیدا رکھنے کے کعہ ہیں۔ اہل قلم ایسا جواب نے گھٹاں ایک زادہ ہے۔ ہر جو پھلو سے تمہارا  
چھوڑ کر گا۔ ٹھیک ہے، ہر بار تم پر محنت کرنا چاہی ہے۔ میں اسے اعماز سے تمہاری چھکتی کرنا چاہی ہے۔ کیا کہتا ہوں تم پر تو  
-----

وہ سیری بات کاٹ کر پیاری سے بولا۔ ”کیا خواہ تو اوزیف مارتے ہو؟ اپنایا رب کی اور پر جاتا۔ میں تم کو اپنی طرح  
جاہتا ہوں۔“  
”تو کیا یہ سب جھوٹ ہے؟“

ٹھیک۔ تمہارے گروہ ایک حصہ ہے۔ تم اس سے ہار جائیں جائیکے۔ تمہارے کردار کی دو محیت ہی پچھا لئی ہے۔“  
ٹھیک آئی۔ ہست کئی کھلے۔“ یقتوں میں جاتا ہوں لیکن تم نے رندھر کے حصہ جو کوکھا ہے یقتوں میں بھر جان سکتا ہے کیا میں  
اسے تمہارے پاس پہنچ گیو؟“ یقتوں کریں کہا۔“ اس لیے کہ جاتا ہے یقتوں میں تقدیم کردا تھا کہ کرم از کرم میں  
رندھر اپنے کھنک کر کارے ایمان اپنیں چاہتا تھا۔ یقتوں میں نے ٹھیک آئی کہ کرم کر دیا۔“ ٹھیک ہی اسے دیجیا۔ میں اب بھت ٹھک گیا  
ہوں۔“

وہ بھرتی ایمان کیا۔“ ابھی ہاتھ میں۔“ ٹھیک اس نے بڑی بے ٹھکنی سے کہا۔“ اتنا ایک سگریٹ تو پالا۔“ ٹھیک ہی۔ ابھی اس نے  
بھری سے سگریٹ اٹا کر سکائی۔ غالباً فوجی ایمان ایسی طبیعت کی اور ایونٹ اس کا جواہ کر کرے سے ہوئے ٹھکنی کیا۔

ٹھیک کے ہدیں نے ٹھیک ان کی سانس لی اور بھرپور ٹھیک پھرنا کر چھٹت کو بھکھے کا ٹھیک جاتے ہیں۔ ٹھیک اس  
پالنے کر دیا تھا کہ ایک بارہک الموت سے مدد بھکھل ہوتے ہوتے ہوئے رہ گئی۔ میرے سامنے وگان میں بھی ٹھیک کہ وہ اس قدر  
خدا کا ٹھیک ہو گا۔ میں ان ہاتھیت کا لشکار سے پورے بھرپور طب اور بھی ٹھیک ہو کر ٹھکنکی کی دروازے  
سے گردان کھل کر کہا۔“ ٹھیک ہندی عرض ہے۔“ ذرا توقف کرنے کے بعد اس نے یقتوں چھپا۔“ خاطر ہو سکا ہوں۔“ اور ہر جواب کا  
ٹھکنک کے بھرپور طب کے لئے آئی گیا۔ میں نے اس کی طرف بکھرا۔ پھر اسے کھل کر گا صاف کیا اور تو تم کے ساتھ گویا ہواد  
وہ کھو چکے جو خود پر برہت ہاگا۔““

میں نے اپنک کہا۔“ یقتوں تھری ہے۔“

وہ ذرا ٹھیک سے ہوا۔“ بندی دیا تو سب آپ کی حیات ہے۔ ٹھیک آپ نے یقتوں کیا ہے۔ میں کا کوئی یاری کہتے ہیں۔

ہرل آپ کے حق میں“ پھر میں آگ“ ہوں اٹھلے دیکھوں۔ میرا بیوالی ہے کہ اپنے تھانف کی ضرورت نہیں۔“  
اس کی اس بے سایہ ایسی ہے سایہ ایسی آگی۔ چھپا۔“ بھکنی یاری صاحب ایسا بیال کی تھیہ کے آڑ کا کے آپ کو پہنچ دب  
کر نے پڑا ہے۔“ وہ سکھنی یاری صورت نہ کر دیا۔“ ٹھیک جیکی تو رہا ہے میں تو وہ ازال سے یا زندگی۔ مگر یا آپ نے ہے  
یاری کی اتفاقی کر لی۔ یقتوں جس کا شیخ ہے۔ یقتوں جس کی تھی یقتوں کی رہاں یہی کہ رہا آتی ہے۔“

آن آپ بڑے سائنسیوں میں“ ٹھکنے ہوئے۔“

جن کے ٹھر میں تم نے ہر لایت پانڈی کو بھر دیا ہے۔ ہتھ اتنا دیسا آدمی سکھل نہیں ہوگا“ تو کیا ہوگا؟“ میں نے اس کے سامنے  
ٹھیکہارہاں دیئے۔ یقتوں سے کہا۔“ تم نے بالکل ہیک کہا۔ میں نے اپنے یہی انسانیت سوزن بندھات کے ساتھ ٹھکنکی کیا ہے۔“

ٹھکنکر کر میں نے ایک بارہ کھاتے ٹھیکے میں اتارتے کی کوشش کی۔“ ٹھیک یہ مر جھوہنی۔ یقتوں کا ٹھکنکی بر کتے ہو  
تمہارے پیاس اسون کو ٹھکنکر دیتے ہے۔ یقتوں ٹھیکے کے ایک فرد ہو جو سماں سال میں ٹھکنکی بر رہا ہے۔ جس کی ہر قدرت ٹھیک کا بر  
اچھا اور غریب اور غریبے کی طرح کچھ پہنچتا ہے اور جب اس مادے کو باہر لے لے تو اس کا موقع پھنس ملا تو زہر اپنی گیا اور قریب اور ازان فیضات  
کے دروب میں اداے کی طرح پہنچتا ہے۔ جب اٹھاکی توں کو پہنچے اور اس کا موقع پھنس ملا تو بھی ہوتا ہے۔ تم کو تو میں  
نے اس نہیں کو رفارٹ کری کی ایک طاعت کے طور پر کیا تو ٹھکنکی کی تھی۔“

وہ رادیو خاموش کروں چارہاں چار زم لیٹھیں ہوں۔““ تمہاری باختیں کوئی کوئی بھرپور بھرپوری کہیں آتی ہیں۔ میں تم نے ٹھیک ہاتا  
کس ٹھیکی میں ہی اپنی ساری ان کا کتنا ہاٹھ ہے؟“

اب کی قدر ہو جائیں۔ چاکا ٹھکنکی۔ میں نے اسے پورا سے اٹھ دیا۔“ دیکھو کوئی جانچا ہے اپنی تمہارے سوچنے کی لہس لیں۔“ تم  
ایک صدھا سے ہاڑھا رہے ہو۔“ دیکھیا ہو کر بچاں کی طرح مکھلا کر چھٹے۔ ہاڑھاں کو فرم دے کر ہو۔

“ ہاں یقتوں سے ٹھلی ہو گئی۔ ٹھیک جو ٹھنکنکی ہے، اس کے بارے میں تو تم کے ساتھ بھرپور بھرپوری کی پوچھنکا ہے وہی  
” ختم دل اگر کہہ دیتا“ والا نہیں“ جس کی تھے اپنی چاریں میں آنکھ ہوا دی اور ہمارے کوئی کہر کر لی دے دی کہ یقتوں کیس کے  
ٹھکنکی ایک مقدس یا ناگار ہے۔ پہلے پہل تو تم نے اسے سامان پر چڑھا دیا۔ ہمارے بڑی میں جدا کر کے اس کا دھڑکن ٹھوک کر دیا۔  
ساری آپ بانیوں پر پالی ٹھکنکی۔ ہماری بیوالی کا انساں ہے؟“

میں نے خوارے تو کہا۔“ اسی لیے تو میں نے کیا کیا کیا۔ یقتوں کیا ہے۔ میں کو کاپ کر میں نے ایسا کیوں کیا؟  
درائل میں ہی وہ رہپ کا اکل نہیں۔ میں نے اسے ۷۴ سطح ٹھیکے ایک باشور لایکے کی بیٹھتی سے پھٹ کیا تھا۔ جہاں تک  
کام اور سکا اسے استھان کیا۔“ ٹھیک جس کا طبقی کردا ہو کر سماستے ایار وہاں اول ہو کر اسے بھک گیا تو میں  
نے اسے کم کر دیا۔ اس ٹھیکے کا ایسی ہے کہ بیٹھتے ٹھیکے میں ہاتھ رہتا ہے۔ آنکھ کی گھری میں جلد ہتھ رہتھا ہے۔ درائل  
انکلابی تھے تو مختلف کل ملکیتے ہوں میں پہنچ کر کھاتے۔ اسے اسی لیے ہے۔ جن کا انتاوہ صرف ان کی ہفت ہوتی ہے اور  
کھونے کے لیے کچھ نہیں ہوتا۔ جب ہی تو مختلف کل ٹھیکے کو انکھاں کا ہواں دست کیا جاتا ہے۔ ہمارا حال ان ہاتوں کا تم سے کوئی تعلق

رکھے ہیں۔ کم از کم آپ اتنے بے اہمیت ہو سکتے کہ جو زندگی پر بیٹھ لی کم کرنے کے بجائے اس میں اضافے کا موجب ہوں۔“  
جیز ٹیکٹ کشائے پر بیٹھا۔ وہ فراہم چڑی گلے۔ سکر کر گوا۔“ یعنی تین درجے پہلے مدد ہوں۔ آپ کے درود و مرثی کرنے کی  
جرات کروں یہ سری کبھی کاہل ہے۔“ اس نے انکاری سے دلوں ہاتھ جوڑ دیئے۔“ بہر حال بھی خصوصی مرثی بھر کی دفاتح حاضر  
قدامت ہونے کی کوشش کروں گا۔“

میں نے سچا ہلاں وقت تو مصیت میں جائے۔ آنکھوں کی آنکھوں کی جائے گی۔  
پیازی نے جگ کر آتاب عرض کیا۔ پوری تھیمت مددی کے ساتھ اپنا ذات طلب کی۔ وہاں جائے کے لیے ملے۔ تمہرے  
ہر تر اپنے بڑے ہر ستم پر انکر کا ادا و ادرا ہر گھنگی انکروں سے دیکھنے لگا۔ ہر اس نے پاپ کر کھلکھل کیا پر وہ اپنا ذات میں سے  
لپٹنے کے گواہوں۔

“ معاف کیجئے کہاں جات رہنا کو۔ دراصل باہر جو ایسا درجتے ہیں ان میں کچھ خواتین بھی ہیں اور ایک تو ان میں نہیں  
ہے۔ فاتر گردانہ انہیں آگئی۔ خدا کی حرم تیامت سے قیامت اور اپنا حال یہ کہ ساری زرگی صرف کے گیتھے گئے رہتے گی۔  
بھروسوں کی افسوسی کرنے کے گز بھی۔ مگر کسی کی جلوہ گاہ وہاں میں رہانی نہ ہوئی۔ کسی ماہیں کا انتقال نصیب ہوا۔ خدا ہر جا ہتا ہے  
آپ نے سیرے ساتھ جو انکلپا ہے۔ کالا آپ نے شعر کے بجائے تھک کیا دالت کی کارکارا بخوبی بنا دیا۔ کم از کم جیسے  
کا قرب تو حامل اور چاہتا۔ خوابوں کے سہارے تو دینا پڑتا۔“ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے کہ اس کے تجہ  
گزرے ہے تھے۔ شاعر اور تو کیا! ہمہ جان اس تو سنبھالے۔ چپ۔ پئی میں فخر ہتھی۔“ وہ اپنے لے لے پر ترتیب  
باون کے لالیوں سے سفردار اور زر کوئی صورت لکھنا تھا باہر جا گیا۔

میں نے سچا کا کاب گولٹا ہی اسی میں ہے کہ کئی مجھ پ جاؤں۔ چنانچہ سن فوراً انہوں کو کھڑا ہو گیا۔ پچھا انکروں سے ادراہر  
دیکھا۔ اس کا پیچہ و ساق اس طرز تھا مگر پیسے حصہ زم اور گلزار میں اسے خوبی کی انکروں سے دیکھ دیا تھا کہ وہ میں بولی۔

“ آپ کچھ ساں طرح گھوڑ کیا رہے ہیں؟“ اُختری کیا مصیت ہے۔ یہ دیکھو وہ اسی انکروں سے دیکھا ہے یہ تو ہوں  
سیست آگھوں میں بھس جائے گا۔ اور سب سے زیادہ بے بال جان تو وہ آپ کا شکار ہے۔ میرے پیچے ہاتھ کو پڑ گیا ہے۔  
فخر ہے جان کا گھوڑا کو کھو کر بہر رہا ہے۔ ذرا بھی تو آگھوں میں بھر گئی۔ شدید کھجوری سیدھی ہاتھی ساریں  
بھر جاؤ گردیں۔ میں نے اس کو قبیلی بیروت کی طرح گاٹے گا۔“ شکر ساپ جائے ہے ادا و ادرا۔“

“ غیر ہست کہاں؟“ اسی پیش نایاب کی حالی میں تو یہاں تک آ جاؤں۔ آپ نے جب سے ہوں کے کرے میں بے یارہ  
دو گھنٹوں ہے اس وقت سے کچھ عروات میں پڑا ہوں۔ کسی سے پکھ کر بس بھی نہیں سکا۔ اس نے پہلی بھس کے کافیوں میں ذرا بھی  
بھک پڑ گئی اور اقدام خود کی میں دھر لیا گا۔ بڑی مشکل سے لوگوں کی انکروں سے پہاڑ چھاٹا آ جاؤں۔ وہ تو کہنے کے دات کا دات  
ہے، وہ تو کسی رہا گیئی انکر پر چالی تو اسی کوئی کوچھ خداوندی ہوئی کہ جس ساری عن جانے میں کوئی کسر نہ ہو جاتی۔ یہاں تو کوئی ایسی ملی  
گئی نہیں جو خیر میں خادی کر دے۔“ کوئی بھر سے شمارے میرے دھانے کو؟“

میں نے سکر کر کبا۔“ دیکھئے پیازی صاحب! آپ طہرے شام!“ اُختری صدر آشنا میں ایک دعا  
لماں کا کافل تھا۔ سچا کیس نہ اس خواہ گواہ کی خلاف کوٹھدہ کر دیا جائے۔ میرا خیل ہے آپ اس روپ میں بہت اونچے لگتے  
ہیں۔“

وہ بے پیازی سے چلتے گا۔“ اُختری کا ٹھلی یہ گریبی رنگ تھا تو ہر ہر بھیں ہی کسی۔“ کرے میں گریبی خاموشی چاہا گی۔  
پیازی کو کھو چکا ہوا انکر اڑا چات۔ آپ میں نے سکوت سے اسکا کر کبا۔“ کیا کسی صرف سے پر گردا ہے ہیں؟ جو تو کچھ یہی معلوم  
ہوتے ہیں۔“

“ جب سے آپ نے اکٹھاں اتنا کارنے پر بھگر کیا ہے ذہن میں باذف اور کرہ گیا ہے۔ کہاں کی رہائی کہاں کی غسل۔ میں  
تو یہ سوچ رہا تھا کہ اس وقت آگئی ہے۔ آپ سے کچھ اعلیاء کردار کروں۔ یقین مانئے گیب پہنچنی کی بیلیت ہے۔ عالم یہ ہے کہ میں  
ہوں اور اسی دعائی ہے دوبارہ!“

میں نے پیٹھیا جائے پر چھا۔“ کیا آپ کا بھی مجھ سے کچھ باز پرس کر رہے؟“

“ ارادہ تو بھی ہے۔ اب اس وقت پکھ مرثی کروں۔ دراصل آپ نے میرے ساتھ جزوی زیادتی کی ہے۔“  
میں نے بات کو آگے بڑھنے دیا۔“ اُب تک میں بہت تھک پکا ہوں۔ کیا مصیت ہے تھے دیکھو وہی احتیان پر آمد ہے۔  
بڑھنے والوں کے ذرخ کو لے بوئے ہے۔“

وہ گلزار نہ لگا۔“ تو ہر تباہی میں اپنی فریاد لے لارکس کے پاس جائیں؟“ ملکل تو یہے اسپ ناکرتے ہیں لیکن نہیں سدا  
کوئی۔“

میں نے اسے رام کرنے کی کوشش کی۔“ دیکھئے پیازی صاحب! آپ تماشا، اٹھا عرضی نہیں ہیں پہلے میں گلزار دل بھی

میں نے اپنے تمام بیٹکار ماؤں کو اپنی تمام بڑوں جو اور پالیں سرتوں کو تباہ سے وجد میں سودا لے۔ مگر اکرم گھے یہ کہنے کا حق تو معاں ہے کہ میں اپنا فکار ہوں جو گداز دل رکتا ہے، چنانچہ فطری امر ہے کہ گھے بے حد حساس ہو جاتا ہے۔“  
وہ خاموش بیٹھی ہیری ہاتھ تھی رہی۔ پھر وہ اکھ کر گھری لوگی۔ آگے بڑھی اور دوازے کی سمت متوجے ہوئے زم لجھے میں بولی۔ ”نہیں! گھر رہاں ہیں پہنچتا ہے۔ میں اب جا رہی ہوں۔ ابھی آپ سے ملے کے لیے اور بھی بہت سے امیدوار پہنچ رکھتے ہیں۔“

میں نے گھر کر جلدی سے کہا۔ ”ظہر جو صندلی خدا کے لیے ابھی نہ چاہا۔ اس وقت تم بیری کا کھد کرو۔ اب تو کسی سے ملتے ہو مرزی کرنے کی بھروسی با لائل ہوتی تھیں۔ جس طرح تم نے قیصر را کو اپنی ذہانت کے شل پر تھے پر کی گئی تھک رانی صاحب سے ملے تھا۔ یا۔ اسی طرح اس وقت ہمیں سب کو ادا دو۔ درخت میں پاگل ہو جاؤں گا۔“  
”ویکھیے میں کوشش کرتی ہیں کہ ہمارا بارہت اسیں گے۔“ دوایک خاص ادا اسے زیر اب محکم۔ ”سب سے ہم اسکل تو آپ کے نواحی ادا دو۔ اور غلی کو شامدہ کرنے کا ہے جن کو آپ نے اپنی کے لیے جن کو آپ نے اپنے جن کی بھروسی کی۔ ابھی آپ سے سخت کہاں ہیں۔ اپنے والد بزرگ اور اب مطہری خان کا ہمراہ اپنے لے آ رہے ہیں۔ ہمارے کہنے کی میں سالے انسان تھا کہ کوٹھٹ کروں گا۔ اس نے بھری نہ ہوتے نہ نامیں کو ٹکا میں ملا دیا۔ ٹکے کیں منہ کھاتے کے قابل تر کہا۔ میں است زندہ بھی پھر جاؤں گا۔ اور بھی نہ جائے کیا اول بول بکر ہے تھے۔“

”میں صندلی جس طرح بھی ہیں تھے رکھے۔“ میں نے دوشت زدہ ہو کر کہا۔ ”کھلی مدنی کا تھک رہی ہو؟ ہا کر اسے کھماڑ کیں جو بیساں چاہا آئے۔“

وہ ایمان سے بوئی۔ ”گھر اپنے بھیں میں سب کو ال دوں گی۔ مگر اس وقت تو وہ پڑھ جائیں گے آنکھ کا ہو گا۔“ اتنی یہ پاس تو میں نے سو بھی ہی بھیں تھیں۔ اب تو یہ مستقل آزاد ہو گی۔ ٹکے پر بیان دیکھ کر اس نے مٹھوڑا ہی۔

”آپ اپنا کیوں بھیں کر تھے جلدی سے ایک بڑا ہار کا دار اگھنی کو دیکھنے جو قلیل دیباہت اور وضع قلعہ سے ختم کے دار و نہ سے بھی زیادہ بیڑا ہاک ہو۔ تھے دیکھ کر سب کی روح تھا ہو جائے۔“ اس نے قدرے ہال کیا ہر ٹکے ایمان دلایا۔ ”آپ پر بیان دے ہوں۔ اس وقت تو کاریں پر کوہاں گی کہ آپ نے پوچھیں کہ ملکہ جان کو دیا ہے جو بیان آتے ہی تھیں اُن کے چیل اندر جو اخواز ہو گئی تھی چارین شروع کر دے گی۔“

اس لرکت پر میں بھی چونی تو دو اور بھی اترانے لگا۔ قرب آکر ہر سے پہ شہر گلکنالے گا۔  
رشار پر لیلہ ہی اک موئ سرفی  
لب پر فنی کا نم سا خوفان ہے ہوئے  
تھے میں کیا کروں خدا کے لیے اس سے بیرے ویچا چڑھا دیا۔ میں تو اس قدر عاجز آگی ہوں کہ تھا جاتا ہے پہاڑ  
پہاڑ اول۔“

وہ بے حد جیز اڑاڑا کی تھی۔ میشن کی طرح فرزی بلوچی رہی۔ آغرمی کپڑے جماعت ادا اخواز بھر کری پر جا کر جو گیا۔ میں نے خور سے دیکھا تو پھرے میں دیا دو وقت نہ ہوئی۔ دو دو راوی خاموشی رہی پھر کسی کزم ہاڑک خانع کی طرح تم کھا کرے گے جسی اور پیرے قرب آگی۔ جڑے نہ از سے بولی۔ ”آپ چپ کیوں ہیں؟ تھا یہ میں کیا کروں؟“ تھا یہ میں کیا کروں؟“ تھا یہ بیان ہو رہی ہوں۔ ”میں نے اس کی ٹھاٹھوں کو کفر اندھا کرتے ہوئے جمرت سے پچھا۔“ یعنی صدقیم اس وقت رات گے چل رہا سے کس طرح تکل آگی؟“

”رانی صاحب کے مرے کے بعد آپ نے تو مجھے بذری خاک پھانے کے لیے مجوز دیا تھا۔ ایسا فرماؤں کیا کہ پھر بولت کر فرمی دی۔“

میں نے دلسا بادیتھے ہوئے کہا۔ ”میں صندلی میں نے تم کو فرماؤں کیا۔ تم اس قدر جہاں کیوں ہو گئیں؟“ تم تو اسی داول آؤ جو کردار ہو ہے تھیں کرتے کے بعد خود مجھے تم سے بھوت ہو گئی۔ ”اپنی صندلی تم پے مدد میں ہو۔ جب تم پوری دن جنگ کے ساتھ مکمل ہارے سامنے آئی تھیں تو میں خوشی سے ادازو ہو کر تھی اخواتی۔ اس وفا میں نے اپنی رواں اکھر جانیا۔“

”وہ پکھڑہائی کی۔ پھر اسہا ہست کیئے گی۔“ تھی تو آپ نے تم کیا۔ ٹکے پسند سرے میں آپ اپنے ساتھ بھی جن ٹکی کر ڈالنے۔ آپ نے دیا کو انکھتے لامی کا موقع دے دی۔ کچھ فرہنے آپ کے خلاف کسی کھی چکی میں گلیکیاں ہوئی ہیں۔“

میں نے اسے کھانے کی کوشش کی۔ ”نہیں سب طبع میں اپنی افسوس کا اگی احساس ہے بیکن میں کیا کروں۔ میں ان سخت ٹکنے کا ایک فرد ہوں جس میں خدا ایکتے کی کی اور جان دملے کے باعث پر صورت لا کیوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے جو جان ہوئے سے پہلے بوڑھی جوہ آتی ہیں۔ جو اس خصوصیت اور رحمانی کی وجہ سے ہے اسی سب سے بھی پر ایک بھی انسان ہو سکتی۔ اس لیے کہ میں اقتصادی بدھاںی کا امارا ہو ایک پر بیان حال انسان ہاڑا ہوں۔ بیان میں نے اپنے ذاتی مبالغت کی آسودگی کے واسطے ٹکنی کیا۔

## الاؤ کے پاس

سب مارکل بائیکس آؤتی ہے۔

سوند کے دیج قائم درختوں نے الاؤ کپڑا رہا تھا۔ کبھی کبھی کوئے ٹھٹھا تو چکار دیاں وہ بچ کھڑ جاتیں۔ الاؤ کے شفے بار بار بھر کتے اور ان بھر کتے ہوئے شعلوں میں بائیک انسانی سائے جھوٹے لگتے۔ بھی بھی ایسا ہو جائے کہ دریا میان چک دادی شب کے نائلے میں اس قدر سوزدہ طعم ہو جی جیسے کہی کا لکس کا سر لے لے رہا اپنے ہر دل کو جھکاتے آئے گا۔  
تلی انسانی آوازیں دادی میں گوچنگی رہی۔ وہندی چاندنی پتیکی شاخوں میں جھوٹے ہوئے زور زد پھولوں پر بھلن  
رہی۔ اندھر آہست آہست بڑھتا رہا تھا۔ لیکے دادی میں گوچنگی ہوئی انسانی آوازیں خاموشی ہو گئی۔ درختوں کے گھے ہوئے  
سایوں کے پیچے قدموں کی آہست اہستی رہی۔ کوئی پیازی کی بلندی سے پیچا اتر رہا تھا۔ اس کے جو تھے بھردار ہے  
تھے۔ آئندہ دنی دنیوں کی سرحد اٹھ گئی۔ تھے بھولوں کی جھلکاہت الاؤ کی عیاز آئیں اور جڑ گئی۔

راگھوتے ”می آواز سے لالکاہ“۔ ”کون آرہا ہے؟“

درختوں کے پیچے سے کی نے جواب دیا۔ ”ساتھی“

آواز پکھ مالوں مطوم ہو رہی تھی۔ لیکن بندوق اسی طرح تھی رہی اور بھولوں کی جھلکاہت اہرسی رہی۔ درختوں کے اگے  
ہوئے سایوں میں سے گردنہا اپنے آہست آہست ادا کی پاس آ کر تماشی کرو گئی۔ جھوٹی چھوٹی مزیں ایسی موجیں۔ سوچھا ہوا  
صوصوم پیچہ دار آنکھوں میں بھی بھی سرخی تھے دیکھ ہوئی آگ نے اور گہرا کر دیا تھا۔

راگھوتے آواز پیارا زور دے کر دیافت کیا۔ ”آئی جر سے تم کیاں تھے؟“

اپنے کوئی جواب نہ دیا۔

راگھوتے اپت کر کیا۔ ”کب تک کیوں نہیں؟ یہ اگلی تھمارے سائنسے ہے۔ کچھ تباہ“ تم بچ کیاں تھے؟“ اپنے کیا  
کیتی اون سے بننے ہوئے کھل کے اندر سے غون میں اختری اور کیا کارا کاں کر سائنسے کردی جو شعلوں کی چک میں اور بھی لال اور

میں نے جلدی سے کہا۔ ”مندلی خدا کی حرم میں سے حد ذات ہو جواب نہیں آئے۔ والد کا جکب سوچی ہے۔ کا جگب نہ  
تجھے کیا ہے؟“ اس نے بیری ہاتھ کا کوئی جواب نہ دی۔ مزی اور مسکراتی سائے کی طرح ابر اکنظر میں سے اوچل ہو گئی۔  
میں نے فوراً گھم اٹھایا اور میز پر جک کر الاؤ دینے کے کوارکی تحریر اور تکمیل کے جھانے ایک پٹے کے بدھیت پر برے اور کا  
کر، تکمیل کرنے میں جنپک ہو گیا۔



اتے گے۔ برقراری ہواں کی سکیاں ہاریک کھداں میں جوئی رہیں۔ ان کے بڑے بخداں پر بکراتے رہے اور بخداں میں پلیں ہوئیں اور بخداں میں آجیں جو بھی ہوتی پیار بخداں کے، ان میں بخداں ہوتی یہی بخداں بھیں ہوتیں۔

برک پر بکتی کرنا ہوئے مغلیں روشن کر لیں۔ مجھے بخداں نے لے۔ وہ بخداں بخیں پر بھی وہی رہیں آجیں بخداں بخیں بچا رہی تھیں۔ ان نے بخداں ایک این کھوکھو ۲۷ بخداں آجیں پڑھوں پر گزرا ہوا۔ برک پر بخیں کے درختوں کے مقابلہ میں بخوں کے بخیرے شراب کی بخی تھی۔ بخی پر بخی بخ جان بخدا رہا۔ وہ ای طرف جل دیئے۔

بخداں کا خوار سے کے لیے جا رہا تھا۔ اس نے خواریہ کا ہوں سے اٹک دیکھا اور بخدا سا کیا۔ جلدی سے اس نے دیکھا کہ پیلا اور ان کے ماستے رکھ دیا۔ سب نے مدد کی تھی شراب خافت چڑھانا شروع کر دی۔ برقراری ہواں سے کھپاتے ہوئے بخداں میں ایک تھی جو ارت ایک تھی جو بخ اور ایک تھی تو ایک تھی جو بخدا رہی۔

لین وہ بخی پڑیا وہ بخیں بخ رہے۔ جلدی بخ کر کھڑے ہو گئے اور کھڑا صلے کرنے کے بعد برک کے شیب میں اتر گئے۔ ان کی بخیرے ایک بخ بخ وہ بخداں کی تھا پر بخکار نے آجی۔ مغلیں کی بخانی ہوتی میں انہیں نے پہاڑا قدم گیت پھیل دیا تھا جس میں ان پاہوں کی سرفوشی اور جان ثاری کی دست میں چیزیں جنہوں نے ۱۸۵۱ء میں انہی کو بخانی دادیوں میں اور اس بخکار کی بخوں کے پیچے پھر دیئے تھے۔

پاس کی آواز بخی ہوتی تھی۔ وہ پیلانی بخی سے لفڑے بخداں کے گول بخداں پر سنبھل کر قدم رکھ رہا تھا۔ اس کے بخانہ بخ اگل رہا۔ اس کی آواز پالے سے زیادہ بخی تھی۔

بخانہ کیا یہ چپ اور گیا۔ پالے کے بالکل بخ سست کر لے سرگھٹی کی۔ ”پاس کی آٹھیں والی بخی اور بخی جو بخات ہے۔“ بخی رہا۔

”بخ کھوکھو کر۔“ بخ بخانے لے زیادہ بخندی۔ لایا پڑھی سے بولا۔ ”پیادہ نہ کرو، کوچھ بخیں کر سکتا۔“ ”لویں بخی یہی کی۔“ بخانے بخھلا کر کہا۔ ”اوہ جو اس سے بخی کر دی تو پیکار میں کھرا لائے جائیں گے۔ اپنا کوئی کیا کہا۔“

”بخ ایک بخ تھی تو بخانے کے کیون تھے؟“  
”تیک آتھی دادا۔“  
ہزار سوچتا رہا۔ آپست پھٹا رہا۔ اس نے پالے کو دیکھا جو بخداں سے مغلیں خاستے اور بخی آواز میں گرا رہا تھا۔ ہزار پھٹے

کی تھی۔ باخکیں بخداں نے جوست سے آجیں پھڑا کا سے دیکھیں پھڑا کا سے دیکھا۔ فخاپ کبھی خاص میٹی طاری ہو گی۔ راگھوئے اور کھاتی ہوتی آوازیں پھٹھا۔ ”چکا؟“

پاس نے جوں میں سر اور ہاتھ اس سے کر دی۔ ”یہ مری ماں کا جوں ہے۔“ ”تم نے اسے بارا؟“ ”اگھوڑی بخی جوست رہو گیا۔“

پاس چاپ پکڑا وہ بخ رہا کہ ااؤ دیکھ رہا ہے۔ کوئے بخ رہے ہیں۔ چاگاراں دیکھتی ہاری ہی۔ جوست زدہ پیڑے خواب میں بھٹکتی پر بخانوں کی طرح بے جان ہو گئے ہیں اور اس کے جو دمیں تک کوئی بھٹکتا جا رہا ہے۔ اس نے کبھی ساس کر کر گرد بخھا دی۔ ”ہاں۔“

گھر پر اتراف کرتے ہوئے دو دل گرتو ہو گیا اور بخان کی طرح بخ بخ کر دے لے کا اور جب کبھی خاص میٹی دیتی سرگھیوں سے تھلت کما گئی۔ بخان کا انتہا بخ رہا ہے لاؤ تو دو چاپ پاک رہا کہ ااؤ کے تریب بخ کا اور راکھ لے کر کار کو ساف کرنے لگا۔ اس کی آگھوں میں اٹھتے ہوئے آئسو بخ پڑھک پڑھک تھے۔ کرم جا جیا بخانوں کیں سے بھتے ہوئے دو اس طریقہ کا پابھا ہے اس کے گرد مظہری ہوتی سرگھیوں میں سست کردا وی کی گرائیں میں دہارتے ہیں اسی ہے۔ اس نے گھر کا اکار اکار کا بخے پاک چاگر گیا اور

”اپ میں چاندا چاہیے۔ میں تو سوچ رہا تھا کہیں تھکدی رہو گئی ہو۔“  
”میں ایک اندر جو بخ جانے دو۔“

جب شروع ۴ نہادوں کا چاندا چانداں کی پشت پر گرے نہادوں میں اٹھک گیا اور بخی کے درختوں کے بخی چانداں کا سن اچکا گیا تو بخوں سے بخی بخیں سنبھا لیں۔ بر ٹھکے اور بخانے سنبھا لے۔ وہ بخانوں کی بخندی اور بخی کے بخندیوں میں اٹھے ہوئے گے۔ اندھیرا کا ہو گیا تھا۔ کمر کے بخندکوں چاندا چانداں پر بخجا ہوا تھا۔ ہماری کی بخ پاٹ پیٹوں کی سوت سے آئے والی تیز ہواں میں سکیاں بخانی تھیں۔ دو اوپر چھتے گے۔ ان کے جوتوں کی آوازیں چانداں سے گھر آتی رہیں۔

”بخی دادی میں سنا پھٹھے اور بخھنے لگا۔“  
سرخی چانداں کے گر کھوتی ہوتی ہوا اور پھر رہاں سے گزرتے ہوئے انہوں نے کوپتائی بخندی بخور کی اور اعلان پر

”تو نے جو اپنی ماں کو مارڈالا وہ بتایا تھی تھی؟“  
ہزار کرپ کر پڑنے لگا۔ اس نے جو کر بڑھ سے کے جسم میں اتنے بھائے بھائے کو بھکارے کر کیجیا۔ لیا اور اس پر لگا۔ اس خون  
پاٹھ سے ساف کرنے لگا۔ بوڑھے کا جسم مٹڑا پڑھا۔ قابو لئے اس کی طرف دیکھا۔ بوڑھے کو اکارا خون سے تھرا۔ اس پر جو بڑا  
بھیک معلوم ہو رہا تھا۔ باسلے کی ہوئی نظروں سے جاؤ کویکا۔ ہزار نے بالے کی آنکھوں کی اداہی بھانپ لی۔ وہ دراصل کر  
پڑا۔

”میں آتھا تھیں کرتے اپنی ماں کو مارڈالا۔ کون جانتے وہ اس وقت بھی اپنے بار پوچھنے والے کے ساتھ یہیں کر رہی ہو۔“  
باسلے ترپ کر کر اپنے بھائی اور اس کا گریبان پکڑ لیا۔ اس نے ہزار کے سند پر جاؤ کویکی کی تھوڑی رسیدگی کے۔ پھر جو اسے ادا کر  
خونوار نظروں سے گھوڑے لگا۔ مگر ہزار کے پیچے پر متعلق سمجھنا ہوتا تھی۔ وہ جوست زدہ نظر آ رہا تھا۔ باسلے کی کھوٹی تاپا کر کیا  
کرے۔ وہ زبان سے پکھا کی دیکھ سکا۔ کچھ تی خلائق کرم اور ہے کی طرح اس کے ذہن میں دیکھ لے۔ وہاں غصوں کلرے  
رہے۔

ہزار جوست زدہ نظر اور باسلے کو جھلکایا۔

ہزار، لکھنے کر کی اسری کی کھوکھا ہست سنائی دی۔ باسلے نے اسے چھوڑ کر بڑک کے طرف دیکھا۔ ایک اسری بڑک کے بھو  
پر جیزی سے مڑ رہی تھی۔ مگر جب باسلے پناہ آہزار اسے اپنے بھائے کی زردی سے اکر پوری طرح چھاپا۔ قابو۔ اس کی کھنچی موبھیں  
ہزار پڑا۔ اگلی جسیں۔ پیرے کے سعی تو شش میں ملکیت ہوئی۔ مسکرا ہست بڑی گفتاری معلوم ہو رہی تھی۔ اس کی مسکرا ہست بڑی گفتاری اور  
سچ نوشی کھاتے ہوئے گئے۔ پھر وہ مسکرا دیا۔ ”قیچی گی بڑھے کے پر برلن اور۔“ وہ زرابے ایک سے چھان۔ باسلے کی غصوں  
پاٹھ سے بھکارے کر اپنے اخلاقی۔ ”یقچی ہو کیا کیا۔“ وہ جسٹا جسٹا ہو گیا۔

باسلے ناموں مکھرا سے بھکارا۔ پھر ہزار پا۔ اس کی غاصبوی سے ملکیت ہوئی۔ ملکی نظروں سے اس کی طرف گھوڑتے ہوئے  
نکرتے سے ہوا۔

”میں جو کوئک کر جاؤں ہیں یہی کر جاؤں۔“

لیکن باسلے طرح گم کھوارا۔ اس کی غاصبوی سے ملکیت ہوئی۔ ملکی نظروں سے اس ساتھ  
سے۔ ”اس کی سیاہک اور ایشم کی رخاؤں تھے کوئی نہیں۔“

پلے نکلا۔ ذرا دادی گم کھوارا۔ پھر وہ بھاڑا اور بدھر سے آیا تھا۔ اس سے پڑنے لگا۔  
ہائے ہزار اکی جاپ کوئی تو چند نہیں۔ وہ بھوٹ جھوٹا آگے جو ہمارا۔ نوجیزی سے چڑھتا۔ اس کی اوپری ہوئی ہماری  
تھی۔ جھوٹوں کی تھا اب بیرونی تھی۔ مجھوں کا شور بڑھ کیا تھا۔ ملکوں کے بہارت ہوئے ملکوں میں انسانی سایوں کی کوشش  
شرست ایجاد کرنی ہماری تھی۔

کوئی تھی پر کام کرنے والے مددوں بہرہ نہیں کی تھے۔ باسلے ہزار کا عایش آ کیا۔ وہ ابھی تک نہیں لانا تھا۔ اس احساس نے اسے چھاڑا۔ مگر ارادہ۔ وہ تو ما  
پنا اور اسی طرف پڑنے کا پھر بڑا آگیا تھا۔  
بھی کے پاس آئی کرسنے لے دیکھا۔ بڑھا کھا کر فرش پر جائے۔ ہزار اس پر جھکا۔ اس کا سایو چاٹگی کی وحدتی روشنی  
میں دیوار پر پیٹھتے ہوکر نکلا۔ باسلے اس کے ساتھ تھا۔ اس کا جھاڑا ہے کواری کو کھٹیں اتنا ہوا تھا۔ خون انگلی تھک اس کے  
دھم سے اٹل رہا تھا۔ بوڑھے نے ایک بار ترپ کر گردن گھمائی۔ بھاڑا جوں پاٹھوں سے تھا اکارہ ہزار کو بھکی پکی آنکھوں سے  
گھوڑتے لگا۔ اس کی آنکھوں میں ایسیت سے زیادہ خوف تھا۔ پہنچتی اور کچھ کہنے کی تھی۔ وہ کھنچتے کہ۔ اس کا کاپان ذرا دادی  
نکتہ پکارا۔ اس کا بھرگردن گھکتے ایک طرف اٹھک گئی۔

باسلے آگے گز جھار ہزار کے کوت کا کارپکڑا کر زور سے جھکا دیا۔  
”ہزار کیا کیا؟“ سے مارڈا۔ تو نے اچھا کیا۔

ہزار کو کھوکھا ہو گیا۔ اس کے پیچے پڑھوت تھی۔ آنکھوں میں گبری سرثی تھی جو اعلیٰ ہوئے۔ پھر لذت دنالا تھی۔  
ہزار ایازی سے ہوا۔ ”میں کہتا ہوں میں نے لیکھی ہی کیا۔“ اس نے ساتھی جھاتے پر بھکی ہوئی۔ لیکن شراب کی بیال افرا کر  
کھوکھو اور دستے لگائی۔ باسلے اس کی ایضاً پر اور جھکلا گیا۔

”ہزار تو نے یہ لیکھ لیا۔“ یہ بندوقی یہاں لیکھا کرنے کے لیے نہیں ہی۔ ہم نے اُنہیں اپنے کانہ جوں پر اس لیے لکھا  
ہے کہ تم بھوکھ رہنا چاہئے۔ ہم نے رہنا چاہئے۔“  
ہزار کی کھنچی موبھیں پھر کیں۔ آنکھوں کا اندرا ایک پول گیا۔ اس کے ہونوں پر زبردست تھا۔

کہ تم بھوکل مر رہے ہیں۔" ہزار نے جھپٹ کر پھر یہ اگر ان میں اپنا بھالا ادا کر دیا۔ اس کا تمہارے پر گر کر بڑا کے گرا ہوا۔ گمراہ  
نے صرف پانچ لالا کالا۔ اس کے ہاتھ کی بندوق بھی اور اگھوکی طرف پھال کر بولا۔ "تمہری ماخو تمری کو دے دو۔ وہ فوج میں  
روکتا ہے۔ اس کا کاشن بھی بہت اچھا ہے۔"

ہائے چپ چاپ گھرا ہے گلشن نکلوں سے دیکھتا ہے۔ ہزار نے بھالے لاؤں کے چھوٹے کو اور ان  
بیرونی اروں کو جن کے چھوٹے مٹھلوں کی جھلکا بہت میں اترھی کے چزوں کی طرح ہے ائے نکلا رہے ہے۔ اس نے جو کہ  
سب پر یہ اروں سے بندوقیں لے لیں اور اگھوکے سامنے لا کر جو کر دیں۔  
ہزار نش کر بولا۔ گلشن ان میں سے کوئی کوئی نکلیں نہیں اگلی ٹیک بیک خاک ہے۔" ہائے اس کی بات انفر  
انہا زکر تے ہوئے اگھوکے کہا۔ "ادوؤں بے چاروں کو جانے دو۔ انہوں نے اپنا کیا بیکار ہے؟"

ہزار جیزی سے بولا۔ "اب کیاں جائیں گے اپنا کوئی بیکار ہا۔"

گمراہ گھوکی بھیں ہزار کی بات نہیں۔ "ارے یا ہاتا کا کریں گے۔" اس نے اپنے درسے ساتھیوں کی جانب رکھا۔  
"چالو ہر یاں ہمارا۔"

بیرونی اروں سے بے کوئی حرم بنت کھلے رہے ہو تو آپت آپتہ ملے اور چپ چاپ اندر ہرے میں ایک طرف پڑے  
گئے۔ کنجھوں سے بولیاں جیزی سے اٹھائی جائے گیں۔

اگلی سب کنجھوں بولیوں سے خالی ہو جائیں کہ نبی کی بہوں پرانی کی دسمی دسمی سرسر اہست سنائی دی۔ راگھوئے گمرا  
کر دیکھا۔ ایک شکی کبر کے چھوٹے چھوٹے ہوئی نکرا آئی۔

ہزار نے جھٹ پٹی بندوقی اٹھائی۔ لاثاں باعث حادثہ گولی کو چاہا دی۔ بندوق چھوٹی آواز نہیں میں زدہی قلائق۔ پھر کمی گولیاں  
ایک ساری گونج ٹھیں۔ گلشن ششی ٹھنڈے گئے میں ناٹپ ہو گئی۔

راگھوئے اٹھا۔ ٹھنڈے کرتے ہوئے کہا۔ "بیرونی اروں کو جو ہزار نکلیں چاہیے تو۔ قطیل ہو گی۔" اس قطیل کو ناجھوئے بھی گھوں  
کیا۔ گمراہ اونچے پہنچے ہیں۔ "سرکاری پر جو کمی میں ہے میں بھر جو تو ہو گی۔ یہ بہت بر احبابا۔"

راگھوئے اٹھا۔ ٹھنڈے کرتے ہوئے نکلوں جو ہند کے کوئی کہا رہا۔  
ہائے آپتہ سے بولا۔ "یہ ٹھنڈے کہ معلوم ہے۔"

ہائے اس ہیزت کے بوجھ سے دباؤوا آپتہ پڑھتا۔ اس کے پیچے چدقہ کے ناطے پر ہزار کے بھاری قدموں کی  
آہٹ اگھری تھی۔ ہائے سوچتے گا۔ ہزار نے جس کی بھی موجھیں پڑھا تھیں۔ جس کی سکراہت زہری تھی۔ جس کی  
آکھیں اٹھ گئیں کوئی نکلوں سے بھکری تھیں۔ لیکن وہ ان گھنی موجھوں کی پڑھا اہٹ مارے گا۔ یہ گھری سکراہت بھو  
جائے گی۔ ان آکھوں کی بھوک مر جائے گی۔

دھلوں اٹھیب میں اٹکر بھرلوں سے گھرے گول گول گلدوں پر پڑھتے گی۔ دوہری کے پاس ڈھنکوں کی قاپ جیز ہو گی  
جی۔ گائے کی آوازی پیڑاں سے گھر کر جھکاری تھیں۔ دھلوں اکے جو ہتھے گے۔  
ٹھللوں کی اوچی تریب آتی چاری تھی۔ ان کے ہبڑے ہوئے ٹھللوں میں ریت بھرے ہوئے قدموں کے کٹان صاف نظر  
آ رہے ہے۔ دھلوں جیز ہو گئے میں سے آگے جو ہے اور سب کے ساتھ پا کریں گے۔ ہزار کی آواز گاتے وقت جیز ہو جاتی تھی۔ اور  
پاس کی تائیں پیچی ہوئی جھیں۔

پہاڑی کی جیز بھکی ہوئی بروں کی سکناہات اپ ساف سنائی دے رہی تھی۔ ہندوں لینی ہوئی عجیبیں پہنچ کر اپنے  
کی جھیں۔ ان کنجھوں پر انان کی بہر یاں لمبی ہوئی تھیں۔ ان کے بڑے دیکھیں اسے مذکور ہے۔ کسی نے اپنے کر  
پوچھا۔

"اور کون آ رہا ہے؟"  
راگھوئے ٹھللوں کو پیچے بنا دیا۔ آگے جو ہکر اونچی آواز سے جواب دیا۔ "کوئی نہیں سرکاری ہم اگلے قوت خدا پر کے ہزار جا رہا ہے  
تھ۔" راگھوئے چندی سے مان گھوکا کا ڈھنکی دیا۔ وہ اندر ہرے میں پھیپھی چھاتا آگے جو ہماری کی آدمیوں کے ساتھ عقب سے  
ٹکل کر آغا ناہیں بھرے اروں کے سروں پر پہنچ گیا۔ بیرونی اروں نے اپنی تکنیں کو سنبھالا تھا۔ گرد و چاروں طرف سے گھر پی  
تھے۔

راگھوئے ان کے قریب ٹھنڈے کرتے ہوئے کہا۔ "ہم نہایا کے ہزار نکلیں جائیں گے۔ یہ ایک لے جائیں گے۔ یہ انان کا راما  
ہے۔"

بیرونی اروں میں سے کوئی نہیں۔ "لیکن یہ سرکاری نظر ہے۔"  
ہزار اس کے ٹھی میں سے ٹکل کر سامنے آ گیا۔ "بے سرکار کے ٹھنڈے ایسیں بھی معلوم ہے یہ سرکاری نظر ہے۔ پر کوئی جانا ہے

آہت آہت آگے بڑھتے۔ راگھو اور اس کے ساتھی بھی سورپئے ہا کر گھاٹ میں بیٹھے تھے اور رک رک کر بندوقوں کی ہزارہارے تھے۔

دونوں طرف سے مسلسل قاتر گل اور ہی چیز۔ گولپاں منٹلی ہوئی کمری چیزیں۔ ہالے ایک چنان کی اوت میں دیکھا ہوا بیٹھا تھا۔ اس کے آگے اول پانچ تقریباً جس کی آڑ سے وہ گولی چاڑھتا تھا۔ ساتھیوں کے سینے ہوئے پورے تھے اور ان سے ٹھٹھا بھر رہے تھے۔ اس کا ہاتھ بندوق کی لبی پر تھا اور جیزی سے چل رہا تھا۔ اسی اٹھائی قرب سے آواز آئی۔ ”ہالے“

ہالے آواز چنان کیلی گھر جنم تو دیکھا۔  
گولپاں چنانوں سے گلکر کر حداز رہی چیز۔ ہالے نے آہت گھوس کی اور کان اسی طرف کاہیئے۔ کوئی آہت آہت  
کھلکھل کر قرب ہدانا چارہ تھا۔ بھروس کے پہلو سے آواز بھری۔

”ہالے ایمیرے پاں کا تاؤس لائم ہو گئے ہی۔ جیرے پاس ہوں تو پکھے گئی ہو دے۔“  
یہ ہالا کی آواز چیز اور بالے اسے پکھلے ہی بیچاون چاکھا۔ گرد وہ کھنڈ ہوا۔ بالکل خاصیں رہا اور سوچا رہا کہ یہ ہالا ہے۔ بر طرف کر کر دھنڈ کا چھپا ہے۔ گولپاں وادی میں کوئی رہی ہی۔ اور ان کے ساتھ انسانی ٹھیکنیں ابھری ہیں۔ اس کے ساتھی بھی چنانوں کی اوت سے گولپاں چارہ بے ہی اور ہیچ کر کر ہارہے ہیں۔ اس نے کہہ دیا ہے کہ وہ بھوک سے ہو گئیں چاہئے۔ وہ زور دہنا چاہئے۔ ہالے کو زندہ نہیں رہتا چاہیے۔ اس کی سکراہت میں ذہر گھلا ہوا ہے۔ اس کی آنکھیں اٹھتے ہوئے غون کی بھوکی ہیں۔

ہالے اپاکہ، اپنی کمر سے کثار ہالا۔ کمکت کہ ہالا کے ہالا قرب ہائی گای۔ اندر جسم سے بیچتا۔ وہ کیا اور پوری کارہاڑا کے سینے میں اتر دی۔ ہالا ٹکیف سے چھ۔ پئے اور ہو کر ٹھاکر اور لٹکھا کر بالے کے قدموں کے پاس گر گی۔ اس نے کر راجھ ہوئے کہا۔ ”ہالے تو نے بہت برائی کا توتے پڑی ہیں کیا۔“

لیکن ہالے چپ چاپ چاہا اور سوچتا رہا کہ ہالا کری کری اخو تو کوئی ٹوکم ہو جائے گی۔ یا اٹھتے ہوئے غون کی بھیکی آنکھیں گولپاں کی پوچھاڑ میں چھپ کے ہیں گی۔ ہالا کا مشبوق نجم صحتا ہو جائے گا۔ یعنی چنانوں کی اوت میں ڈارہ بے گا۔ گدھ اور جھلکیں اس کی اٹھ اونچ فتح کر کے جائیں گے۔

ہالے نے ٹھیکی لکھ سے ہر تپ کر پہلو پہلا۔ اور رک رک کر کہنے لگا۔ ”کہہ، ہالے ہالے تو نے بہت برائی کیا۔ یہ مت کہنا

ہاڑا تھلا اخفا۔ ارسے تو جانتا ہی کیا ہے۔ سالا ہر چیز بتنی ہاٹگ پہلا کاریں اڑا دیتا ہے۔“

ہالے نے جو کر اگھوکی طرف، بیکھا اور فریا کرنے لگا۔ ”سِر ہے جو دادو“

گھر را گھوٹے ہلاسے تو کوئی ہاڑپس نہ کی اتنا ہالے پر برستے لگا۔ ”مجھ فسا رہا ہے۔ تو ہیری ٹھروں کے سامنے سے ہٹ جائے۔“

ہالے ہٹ کر پیچے چلا گیا۔ اس نے جو کر ہالا کی طرف دیکھا۔ وہی پھر ہالی مسکراہت وہی پھر ہالی ہوئی گھوٹیں۔

ہالے نئے سے اپنے اونٹ چلانے لگا۔

بڑیاں جلدی جلدی اٹھا جاتی رہیں۔ اٹھیاں غالی ہوئی گھنیں۔ اٹھاں سے سہری ہوئی بہریاں پیٹھ پر اٹھائے ہوئے را گھو

کے ساتھی اوپنی اور پنی چنانوں پر چڑھ کر درسری طرف دادی میں اترتے ہارہے تھے۔ یہاں کیکھی کے اس پارے گولپاں چلنے لگیں۔

را گھنے سب کو چنانوں کی اوت میں جانے کا شارہ رکھا۔ مگر بڑیاں کشیوں پر سے اٹھائے کا سلسہ بند ہوا۔ ٹھٹک بڑا

ہوئی رہی۔ گولپاں رات کے شانے میں چھپتی چھاتی رہیں۔ دادی کے کٹھیب میں اترنے والوں نے اپنی رنگا رنگ جز کر دی۔ کہہ کا

دھنڈ کا ہر سرت پھاٹا چاق بھاں وہنہ کے سے کل کل کر کھنڈی کے بے کھاڑا پر کشکشیوں کے دھنڈے دھنڈے جیسے اپنے اپنے

تھے جن کی لبی اپنی اپنی شاخوں کی لوگوں پر ہی کے گھاٹے ٹھیک ہو جائے جسماں ہے۔

را گھوکی ہادیت پھٹلی پھٹی کے جھنڈ میں بیچک دی گھنی۔ سینے سینے پاکوں دے کھیجی، پیچے ہی پیچے آگ پکڑی۔

بر طرف ٹھٹھ بھر کے گے۔ شعلوں کی روشنی درج بھکل گئی۔ اس دو ٹھی میں وہ نمی کے پارے آئے دھل کشیوں اور ان میں

پیٹھے ہوئے کٹلے پاں اور ان کو کچھ کھکھتے۔ انہوں نے غور کو پوری طرح چنانوں کی آڑ میں بھجا لیا تھا۔

پھر ہی ہوئی ہوا کی سربراہت اور بڑھ کی چیز۔ گولپاں چھان ہوئی چھان رہیں۔ پھٹکی کی اوپنی اور پنی شاخوں سے اپنے

ٹھٹھا ہاڑا کی اٹھ کی طرح سرخ سرخ زبانیں ٹھاٹل کر رہو رک ہے تھے۔

ندی کی دھرمی جانب سے آئے دلکشیاں کارہے پر ٹھیک چیز۔ پاں والے بندوقیں اور رانے ٹھیک سنجھا لے ہوئے

پانی میں کھوئے ہوئے ٹھٹھا گے بڑھتے اور بھرتی سے درست پر لیت جاتے۔ کچوری دھمکوڑ پر ہے تھے۔ مگر ریت پر گھنٹے ہوئے

بائے کے قدم لک گئے۔ اس نے ہزار کو ٹینی ہاتھ دی۔ اور ایک بھرپور پیٹ کو زور دی، سے باہم پنچھا۔  
ہزار اپنے پیٹ کے زخم پر ہوئے دیا ہے تو اسے زخم کھوارا رہا۔ پھر اس نے اپنی بندوق اور بھالا بائے کو دے دی۔ اور  
اس کا کندھا تھیخا کر دیا۔ بائے ایسیں پا جاتا ہوا تو وہی چنان کی اونٹ میں قبیل خم کر کے آتی۔ بائے میں نے قبیل خم دیا۔ بائے کو  
اگلی بائک ہے۔ قبیل یونی یونک کر کہا ہوا۔ میں جو گے ہوں اور یہ رات پر بھی جو گے ہوں زیدا ہے۔ ”وہ  
گھری گری سانس پھر کر لاتا رہا۔ بائے غامبوڑا۔

ہزار مزرا۔ ذلگتے ہوئے تمدن سے آگے چڑھا اور ایک ٹکٹ راستے سے ہزار اپنی کے شعلہ لٹاں پوہن کے لاؤ کی  
ست پڑیں۔

بائے ٹھولوں کی روشنی میں ہزار کے ریختے ہوئے سائے کو دیکھتا رہا۔ ہزار اپنے اونٹی دیکھتے تو اس اور بھاروں کی آزمیں دیادہ  
آگے بڑھتا رہا تھا۔ بھر ایک بھر سے غور کر کا کر دیکھ رہا اور ایک دم ٹھولوں کی خیر و شری میں آگا۔ میں اسی وقت دھوا دھر کی  
گولیاں پھینکیں اور ہزار کو بیدن کوچھ لکھ کر لڑا۔

ہزار اپنی کرگ اور اڑھکا ہوا درمیں چلا آیا۔ زرادِ سمجھ وہ مذہبی حال پڑا رہا۔ بھر وہ گھستا ہوا آگے بڑھا اپنی کے پوہن  
کے لاؤ کے پاس پڑیں۔

بلٹے ہوئے پوہن کے شعلہ بائک اس کے زدیک آگے چلتے۔ دیکھا دیکھا بائے قرب ہٹا گیا۔ قرب اور قرب۔ بھر  
وہ انکو کھڑا ہو گیا اور اڑھکا ہوا لاؤ میں گھس گیا۔ شعلہ اس کے پوہن سے پٹک کر بھر کئے گئے۔ ہزار کا جسم بڑھا۔ اس نے  
ٹکٹی سے ملبا کر قبیل باری اور بلٹے ہوئے پوہن کے کردار میان گر کیا۔

بائے نے غور کر دیکھ رہا۔ بھر اپنی چمودیوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔ جو لئے اسی عالم میں بیٹھا رہا۔ بھر اس نے پڑھی کے پوہن کی  
طرف دیکھا۔ وہاں صرف ٹھٹھ بڑک رہے تھے۔ بائے اپنی اور جیزی سے نیکی میں اترنے لگا۔



کہ میری اٹی بیان چڑی ہوئی بڑی رہے گی۔ وہ ٹھٹھ مرلنے دی دی گے۔ میرا علاج کی اسی کے اور جب میں اچھا ہواں گا تو  
میرے دن کو گرم گرم سماں ہے اٹھیں گے۔ میرے دن ٹھوں پر میریں اٹھیں گے۔ ٹھٹھ اسکی اٹھیں گے۔ وہ ٹھٹھ کریں گے۔  
بھر سے سب کچھ گوانے کی کوشش کریں گے۔ جتنا بھر کیا کروں گا۔ بائے اپنے مجھے بہت جدی ہزاری ہے۔  
بائے اپنے موالی رہا۔

ہزار اپنے عاجزی سے کہا۔ ”کتنا تھا میرے پیٹے سے ٹھال لے۔ مجھے گولی مار دے۔ یہ سب سے اچھا ہو گا۔“  
بائے چپ چاپ اگلے۔ اس نے اپنی کارکشی کر دیا کہ اسکے پیٹے سے ٹھال لے۔ اسے اپنی کھریں لگایا۔ جتنا اور ہزار اکوا اخا کر اپنی  
پشت پر اولاد ہے۔ اس نے پٹک کرنی کی کست، بھکا اور چنان کی آزمیں دیکھا۔ اسکا ہماری ہے، وہی میں اترنے لگا۔

ہوا کی سیلان اساتھی ٹھنڈی اور گولوں کی جیجڑا اور جیسیں اسپل کر طبولی کر دیتی ہی جسیں۔ بائے اور جرے میں ہزار اکوا کو  
لارے ہوئے نیکی میں اتر رہا تھا۔ گولیاں اس کے قریب سے منٹھلی ہوئی گزرتی رہیں۔ بھر ایک گولی اس کی پٹکی کو روشنی کرتی  
ہوئی گزرتی۔ بائے کے قدم لکھ رکھا گئے۔

ہزار ایک طرف بچک رک گئے کرتے ہے۔ اس کا جنم جھول رہا تھا۔ زخمی نہیں بڑھ گئی تھی۔ اس نے اپنے ٹھٹھ پٹک کو ایک ہاتھ  
سے دیا۔

بائے اپنے ٹھٹھ پٹک کو ایک ہاتھ سے غور کر دیا۔ ٹھٹھ کا تھا ہوا جسکا چھکا چھکا پڑتا رہا۔ اس کے پیٹ پار بارا ڈگا جاتے۔ بائے بھانپ لایا کہ بائے  
بھی طربا ٹھٹھی ہو گکا کے۔ اسے پٹکے میں افت دھواری فیٹ آری ہے۔ بائے نے دیکھ دیا کہ ساری ٹھٹھی کی۔

”بائے ٹھٹھ پٹک کو چھکا دے اور کیا ٹھک جائے۔“  
لیکن بائے نے کوئی جواب نہ دیا۔ چپ چاپ چھاتا رہا۔ گولیاں کی سنتا بہت اور جیجڑی۔ اب چنانوں پر بھاری بھاری  
ہلوں کی آزادی بھاروں سے بھر اکرا کر اہر لئے گئی جس۔ ہزار اپنے ٹھٹھے میں کہا۔ ”بائے اپنے اتار دے۔ میں  
ٹھک ہے۔“

بائے بھر گئی دیکھا۔ اس نے دیکھا۔ ”بائے اپنے اٹھ کر جیسہ کی۔“  
”عجیبا کہ، رہاں دیہا ہی کر۔“ اس نے غور اپنے کی کمرے کارکشی۔ ”دیکھے کارکشی میرے ہاتھوں ہے تو نے میرا کی  
نہ ہاتھوں گی تھیں تھیں لادوں گا۔ کن رہا ہے میری ہاتھ!“

جب کی پار بار مسحیوں کو کسی نے بچھے سے کہا۔ "اپنے بھائی اس سے کامیختے گا۔ پورا پے پڑھا کر لایا ہے۔" مسحی کی پامیں مل کر۔ مگر یہ 24 تاش کا غیر بدلتا اس کے نہذل پر بھائی ہوئی اسکا بست مٹتے پھر سے پر وحدنا فراہم کر جہاگئی۔ بھائی کی ایگلوں سے تاش کامل بھل کر گرتے اور ہر بار سب کی فخریں بچک جاتیں کہ کتاب کوں ساپتا گا۔ مسحی کا دل درختے لگا۔ پھر سے کادھنلا خدا اور بڑھ جا۔ تاش کیس سچل کر گرتے رہے۔ جوت فخریں بچک جاتیں۔ سکے کھکھتے رہے۔ مسحی کے بچھے سے پر بھائیا ہوا فخر بر جاتا ہی گیا۔

بھائی اپنے بچے جا رہا تھا۔ "تیکی اندھی تیکی اندھی" اور پھر پان کی مکلاں کی طرف جا رہی۔ وہ اپنے بچا۔ "بچی اندھی" اس نے تھی کامیختے ہوئے زبردست اگر وہی لی۔ تیکی تے اونے بھائی سے کہا۔ "واہ وہی جان" مسحی کا پیغمبر اور خدا آئودیو کیا۔ اس نے سرخھا تے ہوئے زبردست اگر وہی لی۔ تیکی تے اونے بھائی سے کہا۔ "کو اور وہ پھٹا تو اور جو کھو۔"

مسحی بچھلا کر گیا۔ "تو کیا میں تیرے روپے لے کر ہماگ جاؤں گا۔" "کیا تم مجھے دے کے بدلتے چاروپے لے اونکو بھی میں جوئے کے ماحلے میں اونھائیں کرتا۔" بھائی اپنے کو کھو گیا۔ "پھر کیلئے جائیں۔"

مسحی سے کچھ کہتے ہیں چڑی۔ ٹھیں اور کردے گیا۔ "آج ہم بات ہے۔" ذخیرہ وہ اس نے بھائی کو کہیا۔ "بھائی میں کہیں کہیں کہیں کہیں کہیں کہیں" گے۔ وہ اس سب کو ہر ہگن تجویز کی دکان پر پان کھلاتے چلا گیا۔ مسحی خود کی تیاریاں بیٹھا رہا کہ کہوں دیج رکے پاس کوئے میں لیٹ گیا۔ تھمہارے کر سے میں وحدنی وحدنی پر بچھائیاں کی اُرثی معلوم ہوئی تھیں اور مسحی کو اپنی ہری تھی۔ پکوہ بادا سا کرب کیجا اصلیٰ تھی۔ سروی اُتی جو تھی کہ اسے کسی پہلو قرآن میں اس کو اور کوٹ کے اندر دہانا چاہا۔ گرہ اس میں حاذن کے۔ اس نے بچھلا کر ائمہ پر ہر ہگن کر دیا۔ دراصل اس کے پاس اونھے کے لیے صرف بھی اور کوٹ تھا۔ کسی مرے ہوئے ہائی کی کی اترن اس نے پورے سارے روپے میں اُرثی تھی۔ وہ بھی وہلی لے کر جس کے بارے میں ہائل کے مالک چہ جہڑی مہدا نکریم نے تھوڑا دینے سے پہلے ہی مغرب سے ریافت کر لی تھا۔

"کوئی فوکی حساب؟" اور مغرب نے جوت اسے پر قدم تھا۔ مسحی نے گرہ اور کہا تھا۔ "سر کار اس وضہ بڑی ضرورت سے اگے بیٹھ کر چکا گا۔"

## مسیتا تاگے والا

اُن بچے رات کو جب نجی کراؤں ہوئی کا فیکر خڑکی تھاں بھاگ کر چلا گیا اُن کو اس کے پاس والے نہیں تاریکے کرے میں جو رے اُنھاں ہوئے گے۔

بھائی بھی سمجھی ہوا شہر ہوئی تھی۔ ۲۴ اس قدر جو تھی کہ بھلی دیوار کے درمیان دان سے تھی تھی بندی اُنہر ۲ کر مکر جاتی۔ بھائی نے آجے ہی الماری کے بچھے سے تاش کی گزی لاتا۔ اس کے پاس جا کر جو گیا۔ "بھی بھی ہے کوئی بھائی کا الال؟"

شترے اپنی جیب بکھن کر دی۔ "اپنے کوئی جوہ سے پتا سوتے ہیں۔" اور تھکی ہوئی بیزی کر اس کے پاس بچھی کیا۔ "نائگ پاہی بونگا؟"

قریب پہنچے ہوئے درمرے جو رے بھی اور ہری بھکے گے۔ ہاش بنا شروع ہو گے۔ اونچے اپنے قہقہوں کے ساتھ سکون کی جو گھاٹی گئی تھی۔ مگر شرپا ۲۴ پر ہارتے ہی اونھے کھڑا۔ بھائی نے اسے دکا تو کہنے لگا۔ اپنے بھیں کھیلیں کا اس وقت پاہی جوے کیا رکھ رہا ہے۔

وہ اور کے ساتھ اٹھن چاکا گیا۔ سارا رن پر رے ۲۴ اسون پاہن ہر آنے والی تھی۔ بھائی نے تاش کیتھی ہوئے سب کی طرف دیکھا۔ ایک بار پھر سکو لکھا۔ ایک بار پھر سکو لکھا۔ "بھی بھی بھوت والا ایک لگاؤ" دی پاؤ۔ ہے کوئی؟" اور جب مسحی اپنے کار اس کے ساتھ آ کیا تو جو دن میں جوت سے کھلی چکی۔

مسحی نے سکو لکھا۔ "کچھ بیڑا ایک سے کھیل۔" بھائی سے کھو رکھے گا۔ "اپنے بھیک سے کیا؟ تو کوئی لدھا ہے۔"

بھائی آنکھیں بھی کر پڑنے لگا۔ "اپنے بھیک سے کیا؟ تو کوئی لدھا ہے۔" اس نے جوب سے ایک بچہ کی لالا کر ساٹھے ڈال دی۔ "خلاہ اور جیک" اور اپنے اپنی اس کی طرف۔

محاجے سروری سے طرفتے ہوئے اپنے ہی دل کو آہتے ہوں کے کمبل کے اندر کر دیا۔ بگارس کو خوب نہ ہوئی۔ محاجا نے کچھ اپنے کو بھی شامی کو خواہی کیے۔ سالاں کیا بھی تھیں۔ لیں، رہے جب میں مذالے جرے سے ۲۰۱۴ء میں ہوئے۔ جوں گھر اور وات ایکلا کرتا ہے۔ جوں دکھنا کھینچنے پڑتا ہے۔ یعنی اپنے سوتھے ہون کی جب کا عیالِ محاجا کے دہن میں کھا کے کھایا اور پھر اس کی خدا جگوں سے دھگرا گیا۔

اس نے مارکر دلانے کی چاہب بیکل قلب پھٹی کیا۔ ذرا در سائنس روکے پڑا۔ ہمارا ایک پانچو ہزار ہولے سے ہون کے بیٹے پر رکھدیا اور اگلیوں سے آہتہاتس کی جب تو نہ کا۔ جب میں جیزی کا بدل لانا پکارنے کیا تھی۔ لٹک کو فٹ کو مٹانے کے لیے محاجا نے ہون کی جب سے جیزی کا لال کر پیا تھا۔ مگر یہی اس نے جیزی کا بدل لانا پکارنے کے پڑا۔ لٹک کو اٹھ کیا ہے اور ان یکہ دہن ایکہ دہن اچل پڑا۔ اس نے بھت محاجا کا جھکڑا پا۔

محاجا کھڑا کرم پتھر رہ گیا۔ پکوئی نہ کہہ۔ کچھ چاپ لٹا رہا۔ ہون انکو جیجھا گیا۔ اس نے قبر الوٹکروں سے محاجا کو بیکھا۔ دوپت کر لیا۔ ”سالے ایکون ہی جرکت تھی؟“ اب تمامیں، بنے کی کھنثی تھی۔ محاجا نے جھکاد کے کھا جو چلا ایسا اور دردھیش کرنے کی اٹھش کی۔ ”یہ زی پیچے کے لے کال، باقی۔“ وہ کھلنا ہو گئی۔ ”ابے اس میں ہو کیا گیا؟“

”سالے اتم ایک نہ پاہی تو۔“ ہون اور پھٹکا گیا۔ ”آ کہہ جو ہیری جب میں ہاتھ ادا تو پھٹا گا۔“

محاجا نے بھیج کر کیا۔ ”اویز تو یہ سالے تانوں دوست مددی تھی۔“

گھر جن کمل اڈھ کر کیتے کا تار۔ محاجا گرن جوڑے سے اسے دیکھا رہا۔ بالکل اسی انداز سے یہی کوہاہی تھیں۔ لیکن یہ سوچ کر اسے جب ضرور ہوا کہ ہون بڑی ہو ٹھیڑ سہتے ہوا اس کی اپنی بندھتی اڑاپ ہے۔ حالانکہ جوں میں راست کوبار بار اسز سے اٹھنے کے باعث اس کی بندھاں گہری تھیں، ری تھی۔ ایک زمانہ تھا جب وہ اس طرح بندھن میں دہاٹ ہو کر سوتا تھا کہ تن بدن کا بھائی تھا۔

وچھلے راری کے میئے کا کر ہے۔ جب رات گئے ہوا رانے اس کی جب سے وہ پے کھال لے تھے اسے مظلہ خیر نہ ہوئی۔ وہ خود ہمارا راری نے گھوڑا کر سے گھایا تھا اور جب وہ پڑیا کہ اسکو جھٹا جو جریت زدہ نکروں سے دیکھا کہ نہ رارا بینی چندھی اُٹھنے ہوئے اس کے سر پائے کھرا کھرا رہا تھا۔ مگر سکرائے حکرات اپاک اسے جمال آگیا۔ ”کیوں پے اپنے گھر مسافر ہا۔

پوچھری نے پان کی بیک تھوک کر شے سے داکا۔ ”اگے سینے؟ سالے کوئی تھاہرے باپ نے بیہاں پکوئی کر دیا ہے۔ کرس کے جہاں اگری اور پکشی کے وروکوت“

محاجا کہا بھی کیا اس کا مدد کیا تھا کیا۔

پوچھری مہارا جھکنے پھر سے پوچھتا رہا۔ ”کچھوٹ بہوت؟“

ٹھیرنے جھٹکے درج پلے اور فریتا نا شروع کر دیا۔ ”تمن پھٹکنے دکھاں ایکلی پاٹ۔ کل پاٹی روپے کیا رہا۔“

محاجا گھم کر بے چارگی سے شہری طرف پہنچتا ہا۔ لیکن پوچھری نے جانے کا سبق کو صرف چارہ روپے کا لے۔ کیونکہ اسے اندھا کو کام کرتا ہے۔ اس دھوکی کے دجا ہوں۔ مگر اسکے دو گھنے دام اپنگیں گے۔ ”اس نے تیر وہ پہنچ پر سے الٹا کر منجھ کو دے دیتا۔

محاجا نے خڑے کل کر رہا پاں کو لامہ بھر جو نہ مکار دیا۔ دل تی دل میں کہا۔ پوچھری نے تو ذرا بیٹھا۔ ”گھر طیعت کا براہمی۔“ بے چارے نے پورے ایک دپے کیا رہا۔ نے کنم کر دیئے۔ وہ شفیرے تو کوئی سر اعلان کر کی جی۔

کمرے میں جھنڈی پر جھانیاں لرزتی رہیں۔ روٹن دلان سے باشیں تو تھیں اندھا کر کھرتی رہیں۔ محاجا در کے پاس لیٹا جاؤ اس پر جھکتا کہ اسکر دلی ہے جسے محاجا اس نے سارے دپے خٹکی لے کر لڑا ہے اور سارے دپے پوچھری نے کھاتے ہے۔ اسے کل جو روپے تھوڑا اور دوہی تیر وہ دپے بھی دو جوئے میں ہار گیا جنہیں سچانی پتی جیب میں اسال کر جا رہا۔ اسکے پاس اس کے پاس اسٹھنے کو صرف اور کوئت ہے۔ اس نے سارے دپے خٹکی لے گئے۔ ”وہ پکوئی تھیں۔“ ملکی تھوڑا جب تھی تو تھوڑی سری۔ ”کریں جو کھا جو کی جیتے، اس کا ترش ۱۰۰ رہے۔“ سچین یونی گزر کے۔ ”وہ پکوئی تھیں۔“ ملکی تھوڑا جب تھی تو تھوڑی سری۔ ”کریں جو کھا جو کی جیتے، اس کا ترش ۱۰۰ رہے۔“ سچین کی کوئی اور سچن کی کوئی بھائی ہوئی ہے۔ جا چہے کچھی کوئی اور سچن کی کوئی بھائی ہوئی ہے۔ ہر دفاتر اسز پر بڑی راتی ہے اور تو ہری اب سیانی بھائی ہے۔ لیکن آج کی بھائی سکھی۔ یعنی بھی وہ سالانہ ایسا ہے کہ کر بھائی سے کھا کرتا ہے۔ مگر اس کی تھاہرے دشت ہے۔ یعنی بھکاری اور جن کے کوئی کھانہ جوں کے برابر ہیں۔ ملکی کھانکاری اور اس کی آنکھوں میں ٹھوکی کے آہا تھک نہ ہے۔

محاجا تھا میں جو اسی ایجاد کو دیکھا رہا۔ ”ہر گھنٹا کارس نے دن کو کوئی سے ٹھوک دیا۔“ اسے جوں لے جوں لے جوں لے۔ ”سالاں کی طرف سے پہنچا۔“

بھپاک سے آگے بڑھا اور راستہ پر کر کھڑا ہو گیا۔ ”سائب کراپ“ گورے نے رسان سے جواب دیا۔ ”کل دنی کے آج کیں اے۔“ مسچا از کلار ”لکھی سائب کرایا ایکی مل جائے۔“ گورے نے اپنی خانکی بخalon کی دلوں بھٹک باہر کھال کر مسچا کی جاپ دیکھا۔ ایک ایکھنی ”اس کے لئے میں اتنی ترقی اور کمکھلی ہے یعنی کھی کوچھ تو وہی گردی۔“ اسے جیرت بھی ہوئی اور کھلکھلی ہی۔ اپنی گردے فوجیوں سے وہ اپنی بھک در جانے کے رونے کے ساتھ میں وصول کر کھا اتھ۔ کرائے کے ملاؤ کی کمی کو تو وہ دھارے کھلکھلی ہے پکا خدا۔ بکی سان گان بھی جو اخدا کران کی بھٹک عالی ہو سکی ہے۔ اسے پھولن سے باہر چلی ہوئی بھٹک فوجیوں کی ترقی ہوئی معلوم ہوگی۔ اس نے چپ پا پا اپنی بیب سے ایک انھیں کھالی اور گورے کو دی۔ پھر مسچا مسچا نہ ادا۔ احساں برتری نے اسے مسچا کا تھا۔ اے جانے سے اسکا کھا کر کھو رہا ہے اور تو انھیں ہوئیں لیے جیرت زدہ کھوارہا ہمارے کو کھیال آیا۔ مدد بخاڑ کرنے سے چلا۔ ”جو ہاڑڑا سن آف اے سوان“ اور انھی مسچا کے درپر اس طرح ماری کر کھلاک سے اس کے اتھے پر گل۔ مسچا جب سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنا مسچا سلاٹے گا۔ گورے نے سے بڑا اتنا ہوا چاکی کی تو مسچا نے ماں جانی اور انھی خداش کرنے لگا۔ انھیں بڑک کے کارے پڑی ہوئی مل گئی۔ اسے انھی کر مسچا نے جب میں رکھا اور سکر کا تھا جاہا کر کھا گئے میں جی کیا۔ سکر نے حکراتے اس نے موچا کر کی لے لی کہا ہے یہ سالے گورے اتنی بندیری کی سل سے ہی۔ بھال اس قدر برما نے کی کون ہی بات تھی۔ اس نے جس ہی کام کر کوچھ انھی تھی۔ کوئی تو مسچا دی تھی۔

مسچا نے گھوڑے کو پا کھائی اور سڑک پر ٹالتا ہوا دوڑنے لگا۔ گورے سے کرایوں ملکے مطلق افسوس نہ تھا۔ اس نے دوپھا سے زیادہ اس کی جب میں موجود تھے۔ اب سے اور کیا چاہیے تھا۔ تین دوپھے کا اسے مطلق افسوس نہ تھا۔ اس نے چھپا لیے اور قوانین پر کھلکھل کر پا گئی اور پہنچا رکھ دیئے۔ نہ براہ راست وہ تصرف ہاں ہوں چکھا کر دیا۔ مسچا مٹھنی ہو کر اپنی کھڑکی میں چاکا کی۔ بگرا سے پیغیری تھی کہ نہ براہ رکھی کم کیا جائیں نہ قوار جب تھے سے پہلے مسچا نے دوپھے کا اسے پہلے مسچا نے دوپھے کا اسے پہلے کھا کر دیا۔

گر مسچا بازٹا یا۔ اس نے پھنس کے کارا میں چھید کیا اور دوپھے اس میں چھپا نے لگا۔ پھر مسچا اس طرح کام پختا رہا۔ مسچا دوسرے تیر سے ان نہ براہ رکھ دیئے کر دیا جا رہا۔ دوپھے اسے صاف پار کر دیا۔ لگن دھانے کسی لغم بخوارہ کو بھی بھی معلوم ہو گی۔ اس دو جب دو ان نہ براہ رکھ دیکھ دیا۔ اس کا کام کھڑا اور دوپھے کا اس کا کام کھڑا کر دیا۔

سالے ایڈ پیپر کیاں سے آئے؟“ اس نے تمیں دوپھے کا اسکا کر مسچا کے سامنے کر دیئے۔“ مسچا ان دلوں میں تھا پھر اور کام کا تھا جانا تھا۔ اس نے بھت بات بنائی۔“ یہ تو وہی نے کہا اخراج کر لائے کو دیئے ہے۔“ نہ براہ رکھے پہنچوں اور بڑھی۔ آسکھس کھال کر بولا۔“ سالے ایک دیگھے اسکے ایک روپیہ مانگ کر لے گیا تو کمپر مکاٹ اٹھیں ہے۔ اپنے پورے تین دوپھے کی کیا یارے سے اتنی ہے؟“ مسچا نے جیاں سے شش کر کھلا اپاہ۔“ اپنی جسیں کیے تھیں دلاؤں۔“ اس نے اس طرح بے نیازی کام اٹھا رہا کیا پھر نہ براہ رکھنے والا رہا تو کہ یہ دوپھے تو وہی نے ہی دیئے ہیں اور تو وہی کا کوئی یار نہیں۔ تو وہی اس طرح کسی سے دوپھیں لے سکی۔ وہ اپنا سر جگائے کا اور وہ سواری دلت کھپاڑا تھا جب کچھ کہتے شے بن چکا۔ نہ براہ رکھنے کی اس کھروڑی سے تکلیٰ واقع تھا۔ اس نے نہ کر سمجھہ کی۔

”دیکھ بے اپ کے چھوڑے دیا ہوں۔“ کھلکھلی چارہوں کی تو سیدھا مگر کارست دکھاون گا۔ سالے اتنے بھگی کوئی ہزاری سکھر کھا بے۔ اپنے ساتھ تانگے رکھتا ہوں اور ہر ایک کی اپنی خیر کرتا ہوں۔ اپنی دیکھ آج چھاؤنی کی سواری لے کر گیا تھا۔ میں تو وہ اقتدار ایسا تھا کہ یہ پاٹی دوپھے کے ساتھ دے رہا ہے؟“

نہ براہ رکھی باہمیں سکھ خانہ میں بیٹھا رہا۔ نہ براہ رکھنے کا اسکا کام تھا۔ نہ براہ رکھنے سچا لے ہوئے باہر چلا۔ اس کے جانے کے بعد مسچا بھاریت گیا۔ اور غور کرنے لگا کہ نہ براہ رکھ کیے معلوم ہوا کہ وہ پھاؤنی کیا تھا اور جب اسے اتنا معلوم ہی ہو گیا تو یہ کیوں نہ پہنچا کا سے چھاؤنی کی سواری میں لا کیا۔ سچھا ہاؤس کے پاس سے گرتے ہوئے اس نے سوچا اگر کوئی سواری مل جائے تو اپنے ہوئے دلکش اس کو لے تو چاہی رہا تھا۔ پھر اپنے ہوتے ہوئے ایک گھر مل کیا۔ میں وہ اسے تانگے پر بخاند چاہتا تھا اور جب دوپھے کو کچھ کھلکھلی سیت پر چھوڑ گیا تو وہ انکار بھی نہ کر سکا۔ مگر اسے نہ براہ رکھنے کی اسی وجہ سے اس کا کام کھڑا کر لے گیا۔ اس کا کام کھڑا کر لے گیا۔ دوپھوں کی گت کے قرب اترے اور بغیر کرایدے ہے جانے کے لئے دوپھوں نے زور سے دلکش کیں اسے بنا چاہو۔“ اور گیت کے اندر دلکش ہو گئے۔ مسچا ان کے پیچے پا کر گت کے باہر ہی رک گیا۔ سامنے متزیٰ ملکی ہوئی عکسیں سنجاں کھو رہا۔ دلوں گورے اسیہ میان سے سچان بھائی اسے اپنی بادوں کی طرف چاہے تھے۔ مسچا بھائی سے اٹھس دیکھا رہا۔ کچھ بھی نہ کہ سکا۔ اس دو جب پھاؤنی میں پھٹکی کر گواڑا گئے سے اتنے لگا تو مسچا پھری طرح پور کا تھا۔ وہ بھی بغیر کرایدے ہے جانے کا تو مسچا

سب تیرہ دوپہری تھے۔ سماں نے جوست اپنا تھا کچھی لایا، اور مساج کی بے پارگی سے لطف اٹھانے لگا۔ ”ایں نہیں اتنا ایک شرط ہے۔“

مساج کرنا تاب۔ سماں نے کہا۔ ”اس بات اتنی ہے کہ تم اپنی واٹی کی حمکا لوکاپ جو انہیں کھلی گئے۔ پھر یوں تھا تھا رہا ہے وارے۔“

مساج کل کر سکتا ہو یا۔“ ”یہ کوئی اور حسکھلا لے۔“

لیکن سماں اپنی ایکی۔ ”ایں اتنی شرط ہے۔“

مساج نے جھینکتے ہوئے کہ بھیجی یا۔ ”اچھا کہ انی کی حمکا بھی جو انہیں کھلیں گا۔“

لیکن شرطے ادا کا کہا گیا۔ ”اے پاریو، دوپہر کر کے اکار کرے گا۔ یقین خودی بڑا پڑھا ہے۔“

سماں پہنچنے لگا۔ ”تو ہمارا ای کے مال سے زاریش ہو گئے۔“ اس نے تو محروم میں سے ایک کو آواز دی۔ ”اپے شے ذرا بیساک تو آج۔“

شے سردی سے سکونت ہوا اور آگیا۔ سماں نے لوت اس کی طرف بڑھا دیا۔ ”تو پاری کی دکان سے پاک کر ایک بیگن تو ادا۔“ شے بردا کہنا۔

”شے چلا گیا۔ سماں باور پی کی کوآواز دینے لگا۔“ اس پیچا آگ میں ہل رہی ہو تو راؤ لوکے تھیں گل دن۔ غوب چٹ پتے سے۔

مساج چپ چاپ بیٹا سب پکھ کر کہا۔ پھر سمجھ کر ایکی کے مامیں بیار کے پاس لب گیا۔ لینے یہی میٹے سے صلمہ ہوا کر شے بیگن لے آیا۔ پھر بیگن کھلی۔ شراب کا سوس میں اٹھی گئی۔ پھر شے ٹھکرے محروم میں گائے لگا۔ ”نی کے ہشم بول پتے جھوٹے سے غائب ہو گئے۔“

”اپے یوں نگاہی بوری ہے۔ پھر گرا یا ہے۔ سے کون کی کچھی گا۔“

سماں بے یاری سے بولتا۔ ”اس فرم بھی اس وقت کہاں آئے۔ اس وقت تو اور نگف جنم رہا ہے۔“

شے ٹھکرے کیا۔ ”مساج کو خلاں تو اس کا تھی چاہا کر رہا ہے۔“

اور جب کاپیٹ نے مساج کو خلاں تو اس کا تھی چاہا کر رہا ہے۔ اپنی بیک کا لسر کے لیے اسے کچھا حساس ہوا۔ پھر وہ آنادوں

”سالے الجہادی پر کس جاگی یا جس؟“ اس نے مساج کے سدن پر نہ دعا رچھا دار۔ ”مکل سے تاکے گھوڑے کو اچھا نہ لگا اور سارے تھوڑے کا ایک پیچھے گئے۔“

مساج نے خوشید کی۔ گلزاری میں کی جگہ نہ رہا دی جیسا۔ صرف اخادرہ دن کی تھوڑو دے کر ملکہ کر دیا۔ مساج ایک مت سکھ ہے زندگا۔ پہلے دن تھا جیسا تھا اس سڑک پر مارا جائیں کیا تو اس بیوی میں خالی ہو گیا۔ اب وہ مساج ہائے دال سے بیوی کا جو اس نے پکا تھا۔ پہلے دن تھا جو دن اس سڑک پر مارا جائیں کیا تو اس زندگی کا بھی عادی ہو گیا۔

نیز سرتا اپنے اپنے کو اسے الہیان نصیب تھا۔ مگر فرقہ دوہارا جس طوفان کو اکرنا تھا۔ اسی اٹھائیں شریہ کر کے میں آگی۔ سماں نے جس اٹھائے اور فرمہ جلد کیا۔ ”بے کوئی مانی کا احوال نہیں ہے۔“

شرنے ساف الکار کر دی۔ ”اپے تھی اولاد کیا ہے؟“ چاروں دوپہر سے سلوٹری گیا۔ بے چارے مساج کو بھلی کر دیا۔ اب تھے اور کل اپا ہے۔“

”مساج تو خودی میرے سرو ہو گیا۔“ سماں پہنچنے لگا۔ ”مکراتا توہہ اپنیں کھلیت۔“

شے بھی پہنچنے لگا۔ ”اپے تھے کیا بات کر رہا ہے۔ اس سارے اپنے ہمکرنے کی تھیں جس۔ وہ کہا کیجیے گا۔“

سماں پہنچنے تھا اس طرح اسکو کوئی کہا کیجیے۔ اپنی ساری احتساب نے فلکی کا اچھا کیا۔ ”اس سونے میں دیے گئے ہیں؟“

شے بھی لٹکنے سے خر کر دی۔ ”یچے سالے نان کی کھانے سوئی اور ہے۔“ یہ کوئی نہیں کہتے کہ جے دوپہر کے قلب میں بندھیں آری جی۔“

مساج آنکھیں اٹھا کر دیا۔ ”دکھوئی اٹھیک سے بات کر دی۔“ اس نے ساری تھکری اپنی اٹھا کر دکھوئی گا۔“

وہ اس طرح گمراہی میں شہر کی باتا سے بہی معلوم ہوئی۔ جیسیں سماں نے اس کی بڑی کوزی دادا ہیت پیش کیں اسی۔

”اپے تو رہا کیا ہے؟ لپا رہ پیٹے لے گا کچھا۔“ اس نے دوپہر کا توٹھاں کر سامنے کر دیا۔ مگر مساج نے سوائی ہیٹھا۔

سماں نے اسے پھر پھینکا۔ ”اپے اپ تو پس دے۔“ اور مساج کے ہونٹوں پر سکراہٹ آجی گئی جیسے کچھی اس کی برائی کا

"اپنے بارش ہو گیا؟ جانپے تو ہمیں بھی نہیں گرا۔ اسے پتہ چارکی تائیں ہیں یا رکی۔ کیا سمجھا؟" کھاڑے جب سے ایک دفعہ پہلا  
توٹ کھال کر اس کی طرف بڑھا یا۔ "لے لے کوئے۔"

مجھاں طرح رواں ہوا سا مکھر رہا ہے ایکی سکھ اس کا صدر قرار ہے۔ قدر اس کے اور قریب آگے کیا۔ لگے میں ہائی ڈال کر  
بیالا۔ "اوہ ہیری جان! آئی بات پر دل توڑ دیا۔ تو توہین تھرے ہے پوارے۔"

مجھاں کا حصہ توزیر کیا گیا۔ اس کے ہوتے ہوئے اسے۔ "واہ بھری ہوئی سکرابت، باتے کے لیے ہوتون کو سمجھنے لگا۔" قدر  
لے قریب سے اس روپے کا ایک دوت اور لٹا۔ "گاس اور سو اتوم لے لی آؤ۔ ایک بڑی ایکس رم ایشن جا کر کن زر  
سے لے لیتا۔ گارڈ اس اسحاب کا نام لو گئے تو حاضر چاپ دے دے گا۔ کچھ گے؟" اب اپ کے جانہ ہیری جان پر نہ ہو ورنہ  
رنگ پوکا پڑ جائے گا۔"

مجھاں نے دوست سنبھالے اور کمرے سے باہر آگیا۔ اس نے ثراب سے بھیجا ہوا اپنا چورپا ٹھانیا۔ ایک روپے کا اوت اندر کی  
جیب میں رکھا۔ آگے بڑھا۔ زور کے کمرے پر جا کر آہست سے رہا اور ٹکٹکایا۔ ذرا دی بعد وہ رواز پر آگئی۔  
"لیا ہے۔"

ستارے سب ممول ایکھیں بیٹھ کر چینے لگا۔ "بڑی بھول اے۔ یہے جاتی ہیں کہ آتی رات گئے میں کیوں آیاں۔"  
زور نے ساف الٹا کر دیا۔ "میں اس وقت کہیں نہیں جاؤں گی۔"

مجھاں خوشامد کے انداز میں گویا ہوا۔ "اے ٹھنیں نہ کر کتھا تھا ہذی ہے۔"  
زور کے کندھے کی آڑ سے اپنے سکھ سنبھالی کا سراہما۔ مجھاں نے اسے لگایا تو بہت پٹھنایا۔ جنت نہ ہو کر رہا یافت کیا۔  
"اے سماں تھیں جیاں کیے؟"

سماں پٹھنے لگا۔ "اپنے آئنہ زور کے پاس رہیں گے۔"

مجھاں کھلی ہوا کر پانچ سرخ کھانے لگا۔ سماں نے تھری چھار کارا سے دیکھا اور آہستہ آہستہ بڑے بڑے اسے لگانے لگا۔ "زور آئنہ کی نہیں  
جائے گی۔" اس کی آہات نئے سے لاکھواری ہی تھی۔ "غنا اخیر یہ بیان کرنے چاہیا۔ سائلے ہماروں کو بہت اپنے کھنیں کی پڑی  
رہتی ہے۔" اس نے زور کا اخدر بھی کھرے سے دوڑا دوڑ کر دیا۔ مجھاں کو گھر سے ہمارا کہ دوڑا اس کے کھوڑاں کے دینکن کی طرح  
پڑن پڑتی ہے۔ دو چند لمحے تک رکی رہا۔ اس کی سماں لیٹا رہا اور دوڑا اسے کوکھتا رہا۔ بھر و مڑا۔ آگے بڑھا رہتے ہیں کی جیسا حیاں

"پسالے کا فریل۔ بڑھاں گئی کے۔"

بھاٹا اور شرپروں سنبھال کر پڑے۔

مجھاں نے اپنے جا کر تین اور آٹھیں اور چیخ خاصہ ایماری بھر کر تھا۔ دو چھٹے لگا۔ "پانی ہائے گی اس وقت۔"

مجھاں نے الٹا کر دیا۔ "پانی تو اس بھیں مل سکتی ہے۔"

مجھاں کا کھاڑا ملے گا۔ "اں کی سکرابت ڈاپے ہے اک ہو گی۔" تمہارے ہوںکی تو بہت غیرت تھی ہے۔ بیہاں تو  
سب کھل جاتا ہے۔"

"لیکن ساب اب تو بہت رات ہو گی۔"

وہ بھاٹی کی آنکھ کر دیا۔ "آپ بہت رات ہو گئی۔ ابھی تو کیا رہ بھی نہیں ہے۔" وہ بھر کر دیا۔ اس کی سکرابت میں بے

ٹکھی ہی تھی اور سب جیاں کا پھر پڑا پینی بھی تھا۔ "کسی پانی کا لے آئیں بھی خوش کر دوں گا۔"

مجھاں اس سے وعدہ کرے ہاں آگے گیا۔ اس نے کوئے والے کمروں کی طرف۔ سماں اس کی طرف رکھا۔ جسماں اندر گمراہ رکھا تھا۔ لیکن ایک کمرے  
سے بلکہ پلکتھا بھر ہے تھے۔ وہ اسی طرف مل دیا۔ قریب پانچ توپ اور ایک اور دوسرے کمرے سے کی لے آزادی۔ "اپنے کون ہے؟  
ذرا بیہاں تو آتا۔"

مجھاں نے اپنے جا کر رکھا۔ اس نے الٹا کر جو ہو گی میں ۲۰۰۰ اور ۱۵۰۰ سانچیاں کی رفتار میں کے دو گاؤں کے ساتھ ہے۔

تمہارے سامنے بیرون ٹالی بول جی اور کچھ بیٹھیں بکھری ہوئی تھیں۔ قدرے کیں۔ "ڈر اپ کر دیگاں تو آتا۔" لیکن سماں آمادہ نہ ہوا۔

"ساب میں گاہیں اداں گا۔ آپ تو زدائی ہیں اور اڑاٹھے ہر بڑے گا۔"

قادر کے مدد سے گاہیں کاوا تھا۔ اس نے تھوڑوں کو منجھ کی طرف رکھا۔ جسماں کی طرف اچھا دیا۔

ثراب کے قدرے اس کے پیچے ہے سے کھٹے ہوئے پکڑوں پر بکھرے گئے۔ مجھاں نے فرما کر جاہری کی طرف رکھا۔ بکھر کر کوئے کہدے  
سکا۔ قدرہ بالدار اسے کے مداد و دری کا تھے والا بھی تھا۔ وہ صرف خلیفین گاہیں سے اسے کھوڑا رہا۔ مجھاں نے دیکھا۔

ذرتھاں اخدا اور اس کے پاس آگئی گا۔

## مہکتی وادیوں میں

بہوہان کا بہتی ملٹی اسٹار گھرے اور بھرے پرست کا طویل سلسلہ ہے جو حد تک رک ایسا معلوم ہوا تھا یعنی بہوہان دہلی کی رُٹی چین پر غاری روکوپر لکن آیا ہو۔ ان چینہ کا پیازاں کی تکمیل میں نکلوں اخالوں پر لگھے گئے تو اس کی طرح دہلی کی سمجھتے ہوئے چائے کے باتات ہیں۔ مکلوں تک پھیلا ہوا جیسا کچب گہری وادیوں میں اپر ایسا ہوا آسام کی سرحد سے مل گیا۔

چائے کے باخون میں کام کرنے والے عام طور پر بہوہان کے بائیکے ہیں ہوتے۔ وہ بکھل مٹھا ہاں پر اور بھوکھا گاہ کر رہنے والے ہیں۔ ان کی جوڑی چکلی پیچے کوشت سے بھری ہوتی ہے جوڑائی کی مرطوب ہوا سے کوکھاتی ہے۔ چائے کے باخون میں مٹھا نے والی طبیری کی ٹولواروں ادا کئے ہوئے ہوئی جسون کو تو پھوز کر پکھلا دیتی ہے۔ چائے کی چھوپ جنک کر پختے پختے ان کی چڑی چکلی پیچے کا سر بر جاتی ہے۔  
چائے کے باخون میں کام کرنے کے لئے ان کو مل کا جاؤں میں بھر بھر کر لایا جاتا ہے۔ پھر وہیں برس مکھ کر کری وہ کرنے کے بعد انسان بھول جاتا ہے۔ وہ انسان پہنچ کر اپنے گھر ادا کرتے ہیں۔ مگر کوئی عرصہ بعد وہ آتے ہیں اور اچھیار کے پچھے ہوئے جوچون کوچھوکر گزگزاتے ہیں۔

”مگر پر سمجھتی ہے اسی CE کوئی نہیں۔“

”کوئی کام نہیں۔“

”لیا کریں ساپ، اگر بیان لانتہ کریں تو کہاں جائیں۔“

”ساپ کی جرمیانی ہے۔“

وہ اپنے دھنے ہوئے پیدا برہن کر کے دھناتے ہیں۔ اور مریل کتوں کی تی خیز نکروں سے ٹکیا اور کہتے ہیں۔ مگر وہ دتو پالیوں میں دھنے ہوئے پولیوں پر کوئی توجہ نہ ہے اور خیز نکروں کو کھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے کاب وہ کری

ہر کوئی آکس نے دیکھا پا رہ بندھ گئی تھی۔ ہوا بہت جسمی تھی۔ اور جب کوئی زور کا جھروڑا ہاتھیل کے پیچے ہوں سے موئی موئی بندھ گئی تھیں۔ سائنس ایشیان کی بر سماقی کے پیچے گئے کھوکھراج ہوئے گز رہے تھے۔ مگر وہاں قاتل المذہب تھا۔ سردی کی بیگنی تھر تھر اسٹ اور کچھ بونجی کی بھل جس میں نہ تو ہوا کے شوہر یہ سر بھلوں کی جیزی تھی نہ فیضی تھا جسے ہاتھوں کی کھوکھراج تھا۔

منجا ایشیان کی طرف مل دیا۔ ہوا کے جھروڑا پھاتے رہے۔ بھاش سے پیچے ہوئے جو نتوں کے ہاتھ سے بندھ گئی تھیں رہیں۔ تاکہ کھوکھراج ہوئے گز رہے۔ منجا کے بارے سے گز کے کلیں کافی ۲۰۱۸ء میں کا ایک بائیگز رار منجا کوئی جیزی پیچے کی طلب ہوئی۔ منجا اس کے پاس مودودی تھی۔ جیزی سالانے کے لیے اس نے بیانوں کو کیا۔

”بائیگی از ماٹے۔“

اس نے چکم کر منجا کو دیکھا۔ جلدی سے ایک آنی جب سے ٹال کر منجا کی چکل پر رکھی اور جیزی سے آگے جوڑ گیا۔ منجا نے ٹھوڑی ٹھوڑی اکی اگھوں میں بھیجی۔ مہر ٹھیک ہوں کر اکی کو دیکھا۔ جیزی سے چھاٹا اور صدر سے ہجڑا لے لگا۔ ”۳۴ فریں سالانے ہے گھے کھا کیا۔“ اس نے گروں جوہر کا ایک نکھل پر ادا۔ اپنے لئے اور رکھت پر اکھیاں بھیڑیں۔ کارکو گروں نکھل ادا کا اور راتن کر کھرا ہو گیا۔ پھر وہ منجا اسکی رہا۔ ایک ہم میسٹ خان میں گیا اور کوٹ پیٹھے ہوئے تھا۔ جس کی جب میں گیا درد ہے تھے۔ لیکن یا کی؟ اور اسی کے احساس نے اس کے شانوں میں بھر جکاؤ پیٹھے اکڑا۔ پہ جھلایا ہوا اس طرف پلکا ہو ہر مریٹ سے کا بایگی تھا۔

منجا نے ٹھاکر اکی بڑک کے کارے اسی اور جنی بڑک کر اس پر جو شاب کرتے ہوئے ہجڑا لے لگا۔ ”لے سالنے ۱۵۱ کی داداں کر آیا تھا۔ کہیں سے پہنچت کی رقم ہا تو گئی ہو گئی۔“ گھے سالنے خان ادا۔ آئے تھوڑا۔ ”دھمک کر لیں کھر ہوا۔



انہوں نے مویشیوں کی طرح گردیں اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور باتانے لگے۔  
 ”بھتی باڑی پکوئی ہیں۔“  
 ”دھان و ان کی جس رہا۔“  
 ”زمن کی بھجیں لیں گی۔“  
 اپنی سکرانے لگا۔ اپنی بھتی مویشیوں پر جاؤ دے کر بولا۔ ”کام پاچتے ہو؟“ اس نے پتھرے دال کی طرح گردان کا رکار  
 ان کی جانب پہنچاڑی سے دیکھا۔  
 سب تک ملی آوازیں جمرت سے فتحی لگے۔  
 ”کام؟“  
 دال پھر لئے بھٹک لیتھاں سے سکرا ہارہا۔ کھڑا و ان پر زور دے کر بولا۔ ”ہاں کامِ محنت کر لے جو ہے لگا۔ بھر ہجن کی بھی  
 بیٹی گی۔“  
 پھر ہاں کے نہم وحشی باغھے ذرا درج مرت کے عالم میں غاموش رہنے کے بعد راضی ہو گے۔ ”نم محنت کریں گے۔“  
 انہوں نے اپنے گئے ہوئے کمزیں جھسوں کو پھٹکایا اور ان کو کھرے ہو گئے۔ قبائل کے بنوں والا دال بارہ سکرا ہارہا۔  
 اس طرح مطبوع جھسوں والے کمزیں تو جو انوں کو آواز کر کے کسی ایک مقام پر اکھلا کیا جاتا۔ سب کو ایک ساتھ اٹھیں پر  
 پہنچا جاتا۔ کھنک کا دال زور دلگ کے لگت خیر کرائیں تھا کی کوت کوت اندھری جب میں رکھ لیا اور میں یہ ریل گاڑی آتی انہیں  
 دیکھ میں نہ لٹکا شروع کر دیتا۔ وہ زیریں میں حوار ہولے سے اپنی ایک ادا کا ضروری پتھر۔  
 ”نم کیاں لے جاہے ہو؟“  
 ”نم کیاں جاہے ہو؟“  
 دال سکرا کر جاہد چلتا۔ ”محنت کرو گئے ہوئے گا۔ بھر ہجن کی بھی بیٹی گی۔ کیا بیٹھے۔“  
 پھر گویا دھسب پکوئی بھجھ جاتے۔ ان کے خوفزدہ چیزوں پر لیتھاں جھکھل لگا۔ وہ سکرانے لگتے۔ ان میں سے کسی کی آواز بنا  
 ہوئی۔ ”محنت کریں گے۔“ پھر ٹھیک گئے۔ کیا کیا جائے گا۔ ”زین پھر لے کھاتی ہوئی مل دیتی۔ بھر ہجن پیارا یاں تاریک کھلدا  
 ہوں۔“ کھلسا کر پہنچ لگا۔ دھرسے بھی پہنچ لگتے۔ زین پھر لے کھاتی ہوئی مل دیتی۔ بھر ہجن پیارا یاں تاریک کھلدا

ھنت نہیں کر سکتے۔ ان کے کمزیں جھسوں کو بھرے رائے تھوڑے پھوڑ کر پکھادا رہا ہے۔ ان کی پچڑی کی جگہ پیغمبر مطہب ہو اسے ہے کہ کی ہے۔  
 اہمیتی ہوئی پہلی صرف جلسوی ہمیں کمال مذہبی ہے۔ صحیدا کو ان سریں جھسوں کی ضرورت نہیں۔ وہ انہیں کامیابی دے سکتا۔  
 صرف گالاں دے سکتا ہے۔ دھکا رکھتا ہے۔ اور یہ دھکا رے ہوئے لوگ چاہا کے پاس کھوئے اور کسر میں سے گارتے  
 ہوئے قبائل کی قلعتوں کو حضرت بھری نظریوں سے دیکھتے ہیں۔ جس کی پشت پر بیوی اور بیان لکھ دیتی ہیں۔ جو آہستہ آہستہ  
 پلٹن ہوئے چاہے کے بخوبی کی طرف جا رہے ہیں۔  
 ”گور کما پچ پکارا اُنکیں کچھتی ہی خشب ہاں ہو جاتا ہے۔ اپنی ٹکنیں سنبھال کر ان کی طرف جوڑا ہوا چھپتا ہے۔  
 ”بجا گو ایجا گو ایسا سب آتے ہوں ہے۔“  
 اور یہیں پہلی کہہتا ہے۔ پہلی کہہتا ہے۔ دھکا کے آئے سے پہلی ہٹ کر دوسری ہٹ دھرت کے  
 پیچے پا کر کھا ہو جاتے ہیں۔ پہلی نامویش پیٹھے ہے ہیں۔ کھکوئی دھنی آوازیں پہنچاتے ہیں۔ ”اب کیا ہو؟“  
 ”بجا ہو اب کیا ہوگا؟“  
 گم کوئی بھی بول۔ کوئی بھی بول۔ جو اب ایسا۔ حالاں کی کبھی بھی آجھی جھسوں میں بھی جوں جلک رہا ہے۔ جھٹے ہوئے ہیں وہ دل پر  
 کیسی دیوال ہارا ٹھیکت کی طرح پھٹایا ہوا ہے۔ یہ چوڑا ہے۔ گور کے دھی باغھے ہیں جن کی طائف میں کھن کے دال مرغ و غور گدھوں کی  
 طرح اسیجن میں مٹلا دیا کرتے ہیں۔  
 کوئی بھی بول۔ اسکی اور کی بھاٹھے ہے جب ان کی کسی میں ایک بھنی یا ایسا۔ اس کے نتا کی کوت میں جھن کے بھن محلدار ہے ہے۔  
 گلے میں بھن کی خوبصورت زنجیری۔ یہ دل میں دھنی بھتے ہے۔ جن میں اوہ بھی نہیں جسی ہی تھی۔ جو پلے کے دال و ان میٹھوں  
 سے گلے کر زور دے سکتی تھیں۔ بھنی ہوئی جھسوں والے جھوپڑوں میں بھنے والے بھن وحشی اور لوگ اپنی کے گردھاتہ ناکرین ہاٹے  
 اکھا ہو گئے ہے۔ عورتیں وہاں سے چھلی ہوئی کھوڑی جھس اور رور چاٹے ہوئے پئے خوفزدہ نظری اڑتے ہے۔ یہ اسلاعکی سلسلت  
 ہوئی۔ سی ہر قبی۔ آسان پر گمراہ چایا تھا۔ جیز ہوا کے گرم گوئے پہلی میڈیاں میں رقصان تھے۔ اپنی نے گیردے رنگ کی  
 جھٹت اور جنگ میں کچھی نظریوں سے دھکا اور اس پر بھر کر ماڑا۔  
 ”ہارش کب سے نہیں ہوئی؟“ بھتی باڑی کا کیا عال ہے؟“

لیں کہیں کسی اکٹھے ہو کر جو بھائی پر تھہر بھی کر لیجئے۔  
 ”چاہول روپے میں تم ہیر رہتا ہے۔“  
 ”پاؤ گی آئے روز مردہ دی طیلگی تو کہا کھائیں گے؟“  
 ”کیا کھائیں گے کیا ایڈھیں گے؟“  
 جو گی اسکی پاٹھ سچتے ہیں ان کی آنکھیں میں ہر دن خوف سایار ہتا ہے۔ وہ گھر ائے ہوتے نظر آتے ہیں۔ باٹھے کے گواہ  
 کی جانب اگلی اخواز کے چینی سے پوچھتے ہیں۔ ”وہاں تکنا چاہاں رکھا ہے؟“  
 ”یہ کس واسطے اکھا کیا کیا ہے؟“  
 گمراہ اس کوئی جواب نہیں بتا۔ قیوس میں پھیلتے ہوئے اس چھپے کا کسی پر کوئی اٹھیں۔ لہذا ممال بھر کے اخدر ہائے کے  
 باٹھے میں ایک اور گواہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ چاہے کا نہیں چاہاں کا گواہ۔ قیوس گھل کے گیوان جنگلوں میں نشانہ دالے جو داداں  
 کے کھلیابوں سے جو اروہاں نہیں چاہاں لڑکوں میں بھر کر کر رکھتا ہے۔ اور دادا کے نشانہ میں گواہ سے ٹکل کر کیا جان چکر چاہا جاتا  
 ہے۔ اس کے پارے میں کوئی نہیں چاہتا۔ البتہ گواہ کے آئندے دادا ازے پر ڈال پھرہ بخدا یا کیا ہے۔ بھدے چوڑاں والی  
 دو جوں لاڑکان اپنے گندے پلاسوں میں کلی ہوئی گواہ کے پاس اکھا کو رکھا جائے ہے۔ پوچھتی رہتی ہیں۔  
 ”بھدا تھن بیر راش میں کتنے آدمی کھا کتے ہیں؟“  
 ”اور یہ چاہاں کس لئے گواہ میں اکھا کیا جا رہا ہے؟“  
 ”یہ چاہاں رات کو کہاں جانا ہے؟“  
 باشیاں جان کیا کوئی جواب نہیں دیتا۔ لہذا بھائی سے اکھا کو رکھ رکھتا ہے۔  
 اتوار کے درج کھنڈ کی جا گئیں بڑا رگتا ہے۔ ممال بھک پھیلے ہائے ایس کے ٹھانے میں ہاتھ بھر میں ایک روز کام نہیں  
 ہوتا۔ اس دن بھی کھنڈ کی جا گئیں بڑا رگتا ہیں۔ کاون کے جو بے سرخا میں الکانٹہ کے گئے ہیں۔  
 پھر پر پھل کو باندھ کر اتوار کے باؤں میں تسلیک کرو جو ان آگلی صورتیں بازار میں گھومنی پھر جاتی ہیں۔ وہ کسی سے کچھ کھنڈ نہیں۔  
 بس غاصبوی سے اتوار ہو چکر کرتی رہتی۔ چاہاں کے پھاءن سے گمراہ کو مردہ بازار سے درجا کرچاہ دل تکچھ جھاٹتے ہیں اور بھلک  
 تھا کو کے چوتھا کر طبعیں کل لگاتے ہیں۔ جو ہول کے غبار میں ان کے پھرے فوہابوں کی پر چھائیں کی طرح ہے جان نظر آتے

ہجتی اور اور بھر جائے کے باؤں کا میلوں بھک پھیل جاؤ ہوا مسلسل۔  
 سب سے پہلے انہیں تھیجوار کے سامنے فیصل کیا جاتا۔ وہ ذائقہ اونے والے جاودوں کی طرح ان کے سروس یہ چیزیں ہوتی  
 گوشت کی جوں کو نول کر دیتی۔ اس حاکمی میں بیچ پورا ترا ترا۔ اسے آہستے سے بیچپے دھکل دیا جاتا۔ اس سے اگر کریٹ قارم  
 پر اکھنے کی اثاثیں آؤں گے۔ اب پھر وہ سال بکھرے دھکل دیا جاتا۔ اگر بھت میں بیکھا جاتا ہے۔

جی اسی طرح ازیں کے باؤں میں بھر کر کوئی بارے پاٹھی علاقے نہیں آتے ہیں۔ انہیں سلکاروں اکابر قیق پہلے ہائے  
 چاہے کے بناخت کی صورتیں ایک بارہ ماہیں اونے کے بعد باہر قدم کھاتے کوئی حکم نہیں۔ اگر کوئی قیق فرار ہونے کی کوشش کرتا ہے تو  
 پچھوڑ کے بھوٹنے کی احتیاط کو دیکھوں۔ اکابر قیق کوئی بھر کر کر پھٹے ہے۔ جو بے اکابر قیق کوئی بھر کر کر پھٹے ہے۔ ”بھاگ کر کیا تھا؟“  
 ”ہاں ساپِ لٹھی ہوئی۔ اب اسیاں ہوگا۔ مرہ بھائی چاہے۔“ ”جی اسی جوڑ کر گرا گرا گرا گرا۔“  
 گمراہ بے باہر اسیہنہ فیصل کرتے۔ چاہے باؤں میں اس کا رہا نہیں۔ جو بے ساحاب کا حکم نہیں۔ یہاں نے دلائل  
 کی گردان میں وزنی پھر لکھا دیا جاتا ہے۔ تھے ٹھانے ہوئے سڑاکی معاشر پروری ہونے تک اسے کام کے گھنون کے دو ان سیدھی  
 ڈھانلوں پر چلانا چلتا ہے۔ اسے ٹھانے تک اس کی غیر ماضی کا کامیابی ہاتھی ہاتھی ہے۔ اس غیر ماضی کا مطلب ہے بھوکے رہتا۔ مسلسل  
 فیصل کی رنگ رکھتی۔

باؤں کی سرسوں پر بولے کے جو فوکے کا ٹوٹنے سے مٹھوٹ حصہ بادیا گیا ہے جس کی جنت گرفتی کی جاتی ہے۔ پھر بار  
 چھپیں کھوکھوت کرتے ہیں۔ اس مٹھوٹ حصہ کو کچک کر لیا جو گھنون ہوتا ہے یہیں باؤں کا سلسلہ ایک آئی ٹھانے تک ہے جس کے  
 اندر جوں مردار گورجوں کے خون اور اہمداڑتے رہتے ہیں۔ کی قیادہ جو بڑی طرح اس کی اکھی گھنی ہاتھی ہاتھی کر  
 پہلے تو گی خوب شدہ چلتے ہیں۔ پھر آپس میں لانے ٹھانے لانے ٹھانے لانے۔ مگر جب راتِ مصل جاتی ہے اور سہن باؤں کے کرد  
 پچکیدہ رہاں کی آزادی گیزوں کی طرح اسہر لئے لگتی ہے تو کوئی بخوبی، اتی مددم آواز میں گانے لگتا ہے۔ اس طرح ڈی جا رس کے  
 ٹھانے میں چھوڑنا پھر اور بہاں پر کے چھوڑنا ہمیں آر پیٹ اور سانگی گلی را کوں کی ہائی شب کے نشانے میں عالم پر سنائی  
 رہتی ہے۔

جی دن بھر باؤں میں کام کرتے ہیں۔ رات کا ہزاری چھتے ہیں آپس میں لانے ٹھانے جھوڑتے ہیں از منگی اس طرح باؤں میں  
 گزرتی جاتی ہے۔ اتوار ہزاریں چاہاں کا ہماڑہ ہوتا ہے۔ تیر وہ پہنچ جب میں ہوں تو چاہاں سر بر چاہاں مکتا ہے۔

بازار میں اب نہ ہوا کیا ہے۔ سب لوگ گھروں کو پاچے ہیں۔ صرف ٹکر امداد ایزاد میں اسی بحکم کھرا ہے۔ اس نے بھی  
چاول نہ فریضے کی حکم کمالی ہے۔ بہرنا جائے کیا سوچ کرو ہوا اور لے لئے ہو گی بہرنا ہمازی خانے میں گھس گیا۔  
جب ہمازی خانے سے باہر کا تاؤں کے دھونوں ہی آدمی میں بھولے ہوئے شال کے لال کی طرح کھپا ہے ہے۔ مدد کے  
کلوں میں ہمازی کا سلسلہ سلسلہ بھی جا بکھر لاتا۔

جس لوگوں نے چاول فریضے یا اسکی فریضے کی سبھا پاچے ہیں۔ بازار اب اگلی سناں ہو گیا ہے۔ شام کا دھنڈ کا صلح  
یہ مان ٹکر چاۓ والے کی دکان پر وہی چھلانے لگتی ہے۔ ٹکر امداد اس کی دکان پر لگتی گوار بے اٹھکے ہیں میں سے کوئی ہوا۔  
”ہم چاۓ بھکی گے۔ ہم کو چاۓ دے دو۔“

چکر ہوا وہ دکان کے سامنے رکی ہوتی تھی پر اونچا ہو کر جلد گیا۔ مان ٹکر چپ چاپ چاہے کے سامنے کھڑا ہو کر چاۓ بناتے  
گا۔ اس وقت بھی وہ اپنی ٹکری ناٹک پر جھکا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس کا کہا اسی سامنے والی دیوار پر بڑا اڑانا معلوم ہوا تھا۔

مان ٹکر جو دکان کا رکن ہے والا ہے۔ اس کے جسم پر دھون کے پہنچا اٹھیں جنہیں وہ اپنے لئے کرتے کے اندر جو ہی اختیار میں  
چھپا رہے رکتا ہے۔ بچھے بھادوں کا ذکر ہے۔ جب مان ٹکر بھی چاۓ کے پاخوں میں کام کر رہا تھا۔ لیکن آؤ رکا دن ہے۔ قلبوں کی  
چمٹی تھی۔ دو بہت ترکے کی اپنے گاہ چلا گیا تھا۔ گاؤں سے لوتے لوتے دن دل گیا۔ شام کے جھنٹے ہوئے دھنڈ کے میں  
درختوں کے سامنے ٹولیں ہو گئے تھے۔ مان ٹکر ہر قریب اس توں پر جمع ہو گئے۔ مان ٹکر جو دھنڈ کے میں بندوقیں پڑلی گی آوازیں  
چاٹے کے پاخوں کے مالک اس روز ٹھکان میں ٹھاکیں ہے تھے۔ لیکن یہ شام کے نہائے گاہ چلا گیا تھا۔

کوئی بھی ادیباں کی سایہ بھی نہیں تھی سننا تھی اونچی گزیری۔ ٹکری گھروں کو دنستے ہوئے اس سمت بھاگے جس آئندہ سنالی رفتی  
تھی اور دھنڈا امداد اسی سایہ بھی نہیں تھی۔ مان ٹکر جو دھون میں اخراج ہوا پہاڑ پر مدد پر آتھا۔  
فکاروں میں چاۓ کے باقات کا اگرچہ ماں ٹکر بھکی ہی شال اٹھا ہے بڑے صاحب کیا جاتا تھا۔ جسے صاحب کو  
دیکھتے ہی دھمٹت ہو گرا ہو گیا۔ مان ٹکر بھکی چان ایک عالت چان پیا زیارتی گئی کی جان تھی۔ لیندا اس نے مرلنے سے الارکر دیا۔

بڑے صاحب کو مان ٹکر پر ادا صاص یا ادا اس لیے حصہ یا کسب سے پہلے ہوں نے کوئی چالا کی تھی۔ ٹکری ان کا حق سب سے  
زیادہ تھا۔ گھروں اس کی ٹکری پر ادا صاص نہ ہے۔ اس روپے پکنٹل دے کر صرف اس قدر کہا۔ ”ہمگا جادا تمہاری ٹکری مدد اسی کیا  
ٹھیا ہے؟“ مان ٹکر نے زہان سے کھوئے کہا۔ بکل احتقان کی طرح ہاتھ اپنی کر کے اس وقت ہیں اس نے جسے صاحب کو مسلم کیا

تھا۔ ہر ٹکر کی گرفتی سوق میں دو ہاہو معلوم ہتا ہے۔ ۴۰ پتے سچے ہائی شروع ہو جاتی ہے۔ جو لوگوں کی آوازیں رکھ رکھ  
اوپری ہو جاتی ہیں۔ کوئی چہے دچ دسرے دیگر کے کتوں کی طرح فراہر جھلے جاتے ہیں۔ اس بھگے سے پر بیان ہو کر کئے  
یہ آجی بھاڑی میں چاول فریضے ہیں۔  
دن اسی طرح گز گز تاہما ہے۔ بازاری گھما گھس پڑتی جا رہی ہے۔ اگلی بازار سے اونچے ہوئے آئیں میں ہائی کرتے  
تھا۔

”وہیں میں کیا ہو رہا ہے؟“

”وہ پڑے میں تھیں سرچاہل“

”ان لوگوں کے گودام پر بیہدہ کیوس بلادیا ہے؟“

”اور یہ پہ کیدار کیوس بڑھائے جا رہے ہیں؟“

”وہ اسی طرح ہائی کرتے ہوئے گھروں کو جارہے ہیں۔“

ٹکر امداد غام میں بیٹھا ہو کی ہائی من رہا ہے۔ اس نے اسکی ٹکر چاول نیس فریڈا۔ سری ہتر سے ترائی ہوئے ہوئے کی  
ٹریخ اس کے ٹھوک پر ہر سوچ کے آنکھوں میں اپنی دلیں۔ دچپ بیٹھا ہوا خوبی پھکھرا رہا ہے۔ بھری سے جسم ہر قلچی کا سکس  
کے پانچے ہوئے دو قروانِ دھنی کا کوئی فقاری معلوم ہتا ہے۔ اس ٹکری کے پیچے دھنڈپوت پاوس اگر رسمہ شاغل کی طرح  
کھرد دے اور اسٹ نظر آ رہے ہیں۔ پنڈلیاں کی گھنگیاں پر ساپ کی کھجور کا جت سکر کو ادا چھا گیا ہے۔ خریدار اب  
بازار سے گھروں کو دیکھ جا رہے ہیں۔ ٹکری سوق را بے کارک دیکھ دیکھے کرتے ہوئے کیوس کیوس ہی کیوس فریڈا جائے؟  
غاسیں گل کے دلکش ادھیار کسان خلیل بوریاں اپنیں میں دیا۔ دھنست اور پر بیٹھنی کے عالم میں باز رکھ کر کاٹ رہے ہیں۔  
چکاروں نے بوریاں کھوں کر تھج۔ جگہ جیمر بوریاں لکھا گئی ہیں۔ ہوا کا جھکا آتا ہے۔ چاول کے اپر کی دھنی اڑھا جاتی ہے۔ صاف چکنے  
ہوئے اپنے اپنے چاول اٹکرا نے لگتے ہیں۔ بازار میں چپ چاپ گھومنے کو جو سچے ہائی اس سے کھل دیتے ہیں۔  
تو اس لے اس کے بھتھے ہے۔ چاول کی ڈھیری کے سامنے جیہے کارپی کارپی کا منہ دھون ہاتھوں سے کھل دیتے ہیں۔ جھمپی احتقان  
سے تراہی کی طرف رکھتے ہیں۔ کئی پیکار اٹھتی ہے اور کم تک دل دے۔ پیکاروں نے اس کے سامنے دھنڈ دیا۔ بیانی میں جتنا چاول ڈال دیا  
ہے اس سے ایک کہنے بھی نہیں بہرتا۔

سو بھاناتھ نے پھر امداد کو فارماویں کی کر سکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا مال چال ہے گلر؟"

فُرراستے اب بھی نہ رہا گیا۔ مگر سو بھاناتھ فارماویں نہ رہا۔ "بازار میں چاول کی کیا مال رہا؟"

اس دفعہ پھر اسے بغیر من موادے ہوئے جواب دیا۔ "میں نے چاول کی کیا مال میں نہیں فریب کیا۔ میں چاول کیں فریب کیا۔"

سو بھاناتھ نے فوراً ادازہ کیا کہ پھر جھٹکا یا ہوا ہے۔ اس نے پھر اسی پوچھیا ہے۔

کل ہال پڑے کیا کامیں گے جنم کار کرے؟"

پھر اسکو کھرا ہو گیا۔ میں تے پڑی یا لی ڈال۔ شایا تین سر کا چاول کیوں لڑیا جائے۔ "سو بھاناتھ سکنے کا۔" اچھا اچھا۔ آؤ تو فتو۔"

مگر پھر امداد کو فارما یاں آگیا کہ اس نے ہزار پینتھ والی بات کیوں کہ دی۔ وہ گھر کا راستے تو موں سے چلتا ہوا اگلی انہیں کی طرف روانہ ہو گیا۔

سو بھاناتھ سے دوسرا اندر ٹھوڑی ہو گا۔

اور اکہ کوہاڑا میں چاٹے کی پھیان پنچے کے لیے باعث میں لگی ہو گا۔

وکریاں سے کارہ گلی کو چائے کی پھیان پنچے کے لیے باعث میں لگی ہو گا۔

کوہاڑا کا سینہ شروع ہو گیا تھا۔ چائے کے پودے نہ زم اور پھیلی پھیان سے دادے دادیں جھول رہے تھے۔ ان دادیں کو پڑھاتی کہتے ہیں۔ اس وقت چائے کی پھیان کو جلدی جلدی اور زیادا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس اپ اڑی جائیں گی اسی تھی ہی پھیان کا لائل اسی کی۔ ایسے زمانے میں کام پر سے غائب اور لے کا مطلب ہے کھنپ کا بہت بڑا انتصان۔ چنانچہ کھنپ کی جانب سے یہ طریقہ کار رائج کیا گیا کہ ان دادوں میں اس قدر بگی پھیان اڑی جائیں گی اسی صاب سے مزدوری ٹھکی۔

قی ہلدی جلدی چائے کی پھیان توارہ رہے تھے۔ ہر ایک اپنی بیوی کی تو کسی جلد سے جلد بھر لیتی کھنپتی تھی۔

پھر امداد کی جیسی "ٹھنگی" ہو دادا کریں، ہی تھی۔ اپنی کوکھیں اور میٹھیں کا ٹھنپے اگر دوسری ہی تھی کسے ساختہ کی تھیں۔ سکنی پھیان اڑی شکنے کی ۱۲ سے سکنی مزدروی ٹھنگی اور پھر امداد کا ٹھنپے اگر دوسری ہی تھی کسے ساختہ کی تھیں۔ ہر ایک کر کر میں پھیان ہو کر دادا۔ اس کے دادوں نے اس وقت بھوک سے ملاہا کر کر کے آگ میں لارہے ہوں گے۔ اس دنیا کے

خداوند نے پاکروہا پہنچے پر سکر اسٹ اسے کی کوٹھ کر رہا تھا۔ مگر اس کوٹھ میں اس نے اپنی چوری اور بکار یا لاقر۔ اس روز سے اس کے پہنچے پر غوف کا سیب ساچا چھا گیا۔ پہنچے میں ہر قدم پر اس کی ایک ٹاگ سٹ کر جھپ جاتی۔ اب وہ ٹھنگا کر پڑتا ہے۔

پاٹے ہن کر تیار ہو گئی۔ پاٹے ٹانے کی پیداقد نہ ہوں لگی نے پھر امداد کے سامنے پاٹے کی بیالی کو روہا کر کھوئی ہو گئی۔

پھر امداد اڑا لے لے کر چائے کے گھوٹ سر بنے لگا۔ اسی اٹھا میں سو بھاناتھ اندھیرے سے لگل کر چائے ٹانے کی دھنڈی دھنڈی رہی میں اک کھرا ہو گیا۔ اس کے ہال گرد سے ہارے پچ گئے تھے۔ ٹانن سے پھر چاروں کی طرح نہ عالم اندر رہا تھا۔

مان ٹھنگے سے دیکھ کر دکان کے اخیرتی سے پوچھا۔ "کہاں رہے تھا میں؟"

سو بھاناتھ نے بتا دیا۔ "ٹاگ ٹاگ کے باخس کی طرف گیا تھا۔ قبیل کا ٹھنگ دیا گیا ہے۔ یہ خبر لٹھی گی کے دکا نہاروں لے ایک چاٹا کا ہاجڑی خاریا۔"

مان ٹھنگے سے دیکھا تھا اس کی باتیں کہ کوئی تھوڑی بیکی نہیں۔ "اچھا سپلٹ کو کچھ کھانیا لو۔ بھلا اپ تک کھانے کی کیا کیا لایا؟"

سو بھاناتھ نے اس کی باتیں کہ کوئی تھوڑی بیکی نہیں۔ پھر اس نے اسے دیکھا تو کھرا کر من دراصل وہ سو بھاناتھ پر یہ تکار کرنا اٹھا چکا کر دوڑاڑی پہنچا ہے۔ پھر اسے اسی کی خوف سے بھیکی کیا۔ ہمکہ یہ دیاں کے ملادتے میں کام کرنے والا ہر اگلی سو بھاناتھ کی ٹھنگ کرتا ہے۔

سو بھاناتھ میں مان ٹھنگی کی ٹھنگ کرتا ہے۔ اور دادا کو چائے ٹانے کے لیے پھٹکے ہیں۔ رہتا ہے۔ تمام دن قبیل کی بستیوں میں مان مان رہتا ہے۔ جب سے ۱۰ ٹھنپے کے لیے ۱۰ ساہیاں تھے جیسا ہاں تھا۔ قبیل کے سارے اسٹھنے ٹھنپے باعثی کیا رہتا ہے۔ جتنا ہے۔ جتنے کا ہے۔ جیسا ہے۔

کیاں آیا ہے۔ قبیل کے لیے بھی کاسامان پیوں ہو گیا ہے۔ تھوڑی در کے لیے یہاں پہنچنے دکن کو دکن کو رکھ دیکھی میں اسی ٹاگ گھوٹ کر دیا ہے۔

کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ پورہ رہا تھا کھنپتے ہیں۔ کیا ہاں تھے ہیں۔ بھی کوئی پیازی الگ چشم چشم کر اپنی بضری بھانگتے ہیں۔

بھی چون ہے کہر کے قلی ہاں بھی ٹھنگی اور اپنے راگ پھانڈر ہے ہیں۔ سو بھاناتھ کو ٹھنپے اس کے ملادتے کا پورا چھان ہے۔ ہر ایک سے اس کی جان پھیان ہے۔ ہر اگلی اس کا احترام کرتا ہے۔ ہر اگلی اسے اپنا کہتا ہے۔ اسے اپنا کہتا ہے۔

ٹھرا نے جواب دیا۔ البتہ اس کا پچھہ اتنا ہوا تھا کہ دلوں کی گبرے خیال میں وہ بے ہمی طرف پلے رہے۔

بیوی بڑی تھی اُن پر سانہ چاہا تھا۔ ان ہر کوئی ہفت کرنے کے بعد کچھواں تو سلے فرش پر ہی ایٹ گے۔ کچھی ایسے گھنی تھے کہ دلوں پر کوئی جمل رہے تھے۔ بھک کے اسے اُن نینجیں آری تھیں۔ یہ نیلے کے آردن تھے۔ جن لوگوں نے سلے فرش پر سانہ چاہا اور اقایا نینجیں نے ہزاری لپی کرنا بنا لیا۔ کاروائی کا درجہ دو میں سب کا مال کیاس ہو جاتا ہے۔ مژوویتی و ہفت ملی ہے جب بلند تھم جوہا تھا۔

ٹھرا کے دلوں پچھے چیز ہے جو کہے تھے۔ اُنکی کے ساتھ ہوا بھی آرہا تھا۔ ملکی اپنا زندگی کی سیئے سے چھنانے پہنچا پڑی تھی۔ پھر کوئی سوچ کر اس نے ٹھرا کو آزادی۔ ٹھرا خوبی کی سوچ میں ڈاہا تھا۔ اس نے ملکی کی آزادی کوئی تو چند دن پر ملکی ہاڑتائی۔ اس نے پھر کارا۔ ٹھرا اور غماں دو کر ٹھے سے چھ۔ ”کیا کہتی ہے؟“

”ملکی نے آزاد سے کہا۔ جانے کیوں بھراں من اندھی اندھی جا رہے۔“

ٹھرا بھکھلا کر دیا۔ ”لیکاٹ ہے تو ہر ہفت کیا سوچ بھار کیا کرتی ہے؟“

”ملکی نے دلی زبان سے اپنے کپڑے کا آرہا کیا اری دیا۔“ ”کیا کہتا تو یہ چہڑ کر چاون جائے گا۔“

”اُنکی باہت سر کر۔“ ٹھرا نے اسے چڑک دیا۔

”ملکی چپ کوئی بکر قرار دیا۔“ ”وہ اسی طرح ہے جنہیں رہی۔ اس کا پہر برقرار رہا۔ چپ کوئی نہیں۔ ہر کمر میں بھی خوف ہر ہوت کے دل میں ٹککھا رہتا ہے۔ کیا تو یہ کہ جو رہت ہوت کر سکتا ہے وہ باری باری اور سریل بچوں کی ناطرہ تو دیکھ کر سکتا۔ اس کی لکڑی ملکت کرنے کا مل بنا ہے وہ بڑے ہاپ کے لیے بھاچاول اڑی کو خود بکوس کو کھا داہو۔ جب کوئی راست چھوں ہو جاتا تو چاۓ کے ہاخوں میں کام کرنے والا ایسا ایک روز فرار ہو جاتا ہے۔ اور اس ایک کا بدن پھلی کی طرح گوشت سے ہر اہم ادا جو پہاڑی پیچ کی طرح ہوت کر سکتی ہے وہ سے بھلا پھلا کر کسی دوڑ کے لیے پیشیں سے لے جاتا اور اس کے ساتھ کام کرنے لگتا۔ اسی پتوں کوئی رہائیں کہتا۔ آئے دن ایسا ہمارتا ہے۔ البتہ باری باری کوئی عصکج پڑی پڑی کا لایا دیا کرتی ہے۔

ایسا ہمچنانچہ کے پچھے اسکو رہتا ہے۔ کیا اُنکی دوڑی یا پیپلی اُنکی کہتا۔ اور سے دشمن کو دوڑ رہتا کے لیے مانی اوری رفتی ناچ کے پکڑ کر اس کو دیکھتا۔ اس کی چاہ دوڑنے کی تھی۔ اس کی چاہ دوڑنے کی تھی۔ ایک روپے میں کل احتمال

آئے ہو۔ پکڑ ملکی کے پاس آتی کہا۔

”وہ کھروٹ جا ملکی۔ میں اکیلا ہی دلوں کی بھیجا تو ڈالوں گا۔“

مگر ملکی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اسے پہلے میں بڑی ذمہت سوس اوری تھی۔ وہ بھکوار کر زمین پر جو گی۔ ذرا دیرستاں کے بعد بھر جھیٹ کر پہلے۔

ٹھرا نے اصرار کیا۔ ”تو اسیں پہلی جا ملکی۔“

اس دوڑ ملکی نے چیز اسی سے جواب دیا۔ ”مگر میں چاہاں واہل کوئی بھی نہیں۔ بھلا اکیلا آدمی کتابم کر سکتا ہے۔ دلوں میں

کہاں کر کریں گے؟“ پھر بھکے سے نہ مر جائیں گے۔“

ملکی کی ہاتھ درست تھی۔ لہذا ٹھرا نے پھر کھنڈ کہا۔ مگر بھت کوٹھ کے ہار جو ملکی کی تو کری کا چاقائی حصہ ہی نہ ہر سکا۔

ٹھرا میں اکاں کی کوئی خوبیں۔ وہ اپنے کام میں بڑی تحدی سے الجھا رہا۔ ملکی کی طرف پاٹ کر دیکھا گئی تھیں۔ دراصل بالآخر میں کام ٹھیک ہو جائے گی۔

کام فتح ہوتے کی ملکی پتھنے سے کھوئے پہلے ایک گلی ہوتتے نے آ کر ٹھرا کو خود دی۔ ”تو یہاں ہیاں ہیاں رہا ہے اور ملکی

ہائپے کے پکھ کر اسے ملکی پڑی ہے۔“

ٹھرا نے سب کوئی کام بند نہیں کیا۔ اس میں مگر نہیں کی کوئی بنت نہیں۔ اسی طرح ہوا آ رہا ہے۔ ٹھرا ہیں تو زندگی پندر کر سکتا۔ اس کی لکڑی ابھی خالی ہے۔ ملکی پتھنے سے وہی اس کی لکڑی ہر جانا چاہے۔ سبھی تو پار پیسے بکار میں سکھا گئے گھس کا لاد بھر افسوس رہے گا۔

ملکی پتھنے تھا اس ساہی ملکی کے پاس پہنچا۔ وہ جمالیں کی اونٹ میں ایک بچہ سے سدھ پڑی تھی۔ اس کے براہمی

فروائیہ بچہ پڑا لامبا تھا اس کا بارہ بات۔ اس کا بدن تاہمی کی طرف ایسا لال اکٹھا رہا۔

ملکی نے ٹھرا کو اپنے قریب دیکھ کر ایسا ایک آنکھیں کھول دیں۔ ایک ہاتھ کا سہارا اسے کارائیتھے ہوئے بولی۔ ”پلاوب سکر پلیں۔“

ٹھرا نے جواب دیا۔ ”ہاں بھکر بھکے سے لے جاتا۔“

ملکی آہستہ آہست پہلے پر بھی جلدی تھا۔ اس نے مٹی ہوئی آوازیں کہا۔ ”کل تھی اسکے ہی کام پر آتا چاہے گا۔“

ٹھر اپنے چہرے سے غون بچ پھوک کر بار بار پھر جاتا تھا۔ جب اسے سو بھاٹا تھا کی جا ری کالم ہوا تو رام اخڑا پڑ گیا۔  
حوزی دیر بعد مان ٹھکنی آ کیا۔ سکر و اتنا تھگری یا ہاتھ کر ٹھر کے پیسے ہو چرے پر کوئی تجھندے کا لکھا تھے ہی  
جلدی جلدی بتانے لگا۔

”چاہتے ہو کیا کیا ان لوگوں نے؟ چاول سے لدی ہوئی گاؤں جوں کو روک کر پیلے توپ کا تمہارا جو گاڑیاں پھر گئی۔ کسی نے  
لوٹ مارنکی سب نہیں کی۔ ایک روپے میں سات سیر چاول توں دو اور ٹیکیں بھروسے اپنے دام سے لو۔ وہ سب  
پانچ سو سے اوپر تھے۔ ہر ہوں کے خاص گل کے لوگ تھے۔ پہ گاڑی اعلیٰ تر انکی ہوئے۔ گاڑیاں اسی طرح رکھی گئی۔“  
ٹھر اب ہو جوں سے ہوئے۔ ٹھر کا طرف رکھنے لگا۔ بڑی بچوں کے سے جو محنت قدم اٹھا ہوا  
گل لائن کی طرف چل دیا۔

چانپی کے پھاٹک میں راٹل ہوتے تھے گور کھا پچ کیارے ٹھر امٹھ کو لوکا۔ ”کہہ گیا تھا؟ ہر مرست جایا کرو۔ جاؤ کے تو اندر  
ٹھنک آئے دیا جائے گا۔ جسے ساب کا حکم ہو گیا ہے۔“ ان روز خلافِ عمول پھاٹک کے سامنے ٹھنک کرنے والے کچوں اور  
چکیدار بھی اگ جا کر پیٹھے ہوئے۔

چکیدار کی اسی پاشندی پر ٹھر اپنے ٹھنپے بھی میں پوچھا۔ ”چاول کی کثیر تھی دلگے؟“  
”کہہ دیا کہ ہر مرست جایا کرو۔ چاہتے ہوںگے ہمگے باٹھیوں میں کیا ہو گی؟ راثن کے پارے میں قلبوں نے دلکشاد  
شروع کر دیا۔ کیا تم ہمیں پہنچا کر اپنا پاٹھے ہو؟ ہم اذاب اپناء کر دئے۔ ساب کا حکم ہو گیا ہے۔“

ٹھر امٹھ اس سے لٹکتی کوششیں کی۔ چوب پھاٹک سے گز اور آگے بڑھتا گا۔ ٹھنک چکیدار اپنے اسے ہجر  
نو کا۔ ایک بات اور ہیچاں میں رکھا۔ مان ٹھکنی کوکان پر نہ جایا کرو۔ جس بادکھتا ہے اس کی دکان پر سو بھاٹا تھا ہے وہ بہت  
بڑھا۔ اور ٹھر ہاک دی ہے۔ لٹکتے سے اخرا یا ہے۔ وہاں اس نے ڈاک ہر دوں میں ہڑتاں کر دی۔ گولی چالوادی۔ ہم اب تو  
کوئی کہتا ہے وہ جگہ جو ہی تھیں کرتا ہے۔ ہر دوں ہو گیوں کوہر کار کے ظاف پہکا کر لایا۔ ٹھرے کرتا ہے۔ ایسے ٹھر ہاک دی  
سے قلبوں کاٹھا ہذا چاہے۔“

ٹھر اپنے اتمی بھی چھپ چاپ سن لیں اور سو بھاٹی اس کی طرف چل دی۔ قلبوں کی ساری آبادی سمجھی گئی۔ ٹھر اسنان  
مکاون کے سامنے سے گز دار ہے۔ اس کے قدموں کی آہٹ سن کر دیتی آوارہ کے خرائے لگے۔ گمراں نے ان کی چاہب توجہ دیا۔

یر۔ ٹھر نے صرف ایک بار بھاڑ پر چھا۔ مگر اس کی مستثنا پڑی۔ وہ چپ چاپ چاول کی ڈھونج بن کو دیکھتا ہوا اسماں گئی کی طرف  
پل ڈیا۔

ٹھنک سے لوٹے ہوئے رات کا سنا ہے چکیا تھا۔ مگر مان ٹھکنی کوکان کے سامنے سے گز دارے ہوئے ٹھر اداوے کے لیے ٹھر  
گیا۔ چاۓ تھا نے میں کام کرنے والی پست تقدیم کی گئیا تھی۔ اس کے گول پہاڑی چھرے پہاڑی کی سبزی کی طرف  
چھلکا رہی تھی۔ ٹھر اپنے اس کی طرف بچ پر نظر کو سے دیکھا اور تقدیم کرنے والا یا لیکر ہوتے کوئند کوئی تھی تھی۔ اسی  
سے پانی ہر ہر کراچی ہے۔ برلن صاف کرتی ہے۔ پیازی خلاقوں پر چڑھ کر جہانے کی گلزاریاں ہیں۔ اس لڑکی کا پیور دیکھنے  
میں ہر ایسا لگتا ہے۔

ٹھر اچپ چاپ کھڑا لوکی کی چاہب دیکھتا رہا۔ سامنے ٹھنپے ہوئے تین گندے بھر ہوئی چاٹ کی دھنڈی رہنی میں اپنے  
پکنے ہوئے پاچاں میں کلسوں میں جو گیس ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ چاۓ کے ہاخوں میں کام ٹھاٹ کرنے آئے  
تھے۔ اور دو دوں سے بربر قاتا کر رہے تھے۔ مان ٹھلکنے آج سوئے پکھے بھی رہ نیاں انکی دان کردی گئی۔ ان بھی رہنیوں  
کو کھا کر ان کے رہ جائے ہوئے پچھوں پر زندگی کی دھنڈی رہنی تھی۔

ٹھر اپنے مان ٹھکنی کو خالی کیا۔ مگر وہ کوکان پر جو ڈھونڈنے تھا۔ سو بھاٹا تھی کوئی بھر جاؤ گیا تھا۔ وہ اپنی کھڑکی میں پانی ہمارا میں  
رہا تھا۔ ٹھر کو اس کی خیری تھی۔ وہ دو دوں کے پاس خود رہ جاتا۔ ٹھر اچپ کی طرف جو ٹھاٹ کا اس پر نہیں کھڑا رہا۔ ستابے۔ دری بھک  
پلے سے اس کے پیچے دن کے تکرے سکلے گئے تھے۔ ٹھنک ٹھنک چڑھ کر جائی تھی۔ تینوں بھر ہانی سے کچ کر بھی اس طرف پیٹھے ہوئے۔ ان کی  
اس ترکت پر ٹھر اسٹھت ہے جاتا۔ اس نے ایک بھر ہانی کا ٹھنک کوکر زور سے گھڑا ڈیا اور اسے ایک طرف بہنا کر ٹھنپے ہوئے گیا۔ تینوں  
بھر ہانی سے تھنکی طفروں سے بھکنے لگے۔ ہر چھٹا کراچی نے لگے۔

”ٹھلاؤ تھا رے باہپ کا ہے۔ یہ مان ٹھکنی کا ہے۔ یہ ٹھر ہا۔“  
ٹھر اکھا صادر ہو چکا گیا۔ اس نے مجھت کر کیا بھوٹانی کا گھار بیوی لے۔ تینوں بھر ہانی اس سے آئھم کھا ہو کر زور دے ٹھنک  
پلانے لگ۔ چاۓ تھنک کی پست تقدیم پیازی لوکی نے بھی اپنی گھر ہائی ہوئی چیز آوار ٹھل۔ ٹھر اسٹھن جو ہاٹوں سے ٹھنکی ہو گی۔ شور، ٹھل کو سو بھاٹا تھوڑا سے کپلایا  
ہوا کران کے ٹھیڈ میں کھرا ہو گی۔ بھوٹانوں کے تھوڑا ٹھنک سے اس کی بھنپی بھی خراشیں آئیں۔ مگر اس نے ٹھر ہاڈ مٹھنے دیا۔

"ساز میں چاہے۔"  
"ساز ہے؟"

ساز میں آئے ہو تو ہری سن کر گئی بہت سے پہنچے۔ "کیوں جعلی آن بہت کا لالا؟"  
"آن تو ہی بعلی جائے گی۔"  
"جیسا بڑا بھائی بھار ہے گا۔"

گلی ای طرح ہاتھ کرتے ہوئے چاہے کی ہزار زمین قبیل سے بھلی خوشی پھٹ رہی تھی۔ سرقوں کے جنم سے کسی مردادر سے لفڑی ہوئی اور اڑاکی طرح بیکھے اخواز ہے تھے۔ باش بایوں ہوں کر کے بار بار اپنی ناک زور سے رگڑا۔ چیز کر قبیل کو دالتا۔

"وہ ہلاسر پر کھوں چھٹے آتے ہو۔"  
گلی قبیل سے بھری ہوئی تو کیاں لاتے اور باری باری تو لے والی میٹھیں پر لٹکاتے۔ باش بایوں کا دژن کر کے ہر دو ری سنا دلتا۔  
آن گلرائے اکیلی ہی تین توکری چیاں تو دی تھیں۔ اسے تجاہم پر پاؤ آدمیوں کا یہ پاٹا ناچ رہا تھا۔ ان تھیں تو کریں کو  
بھر کر جب اس لئے دن بھر کے بعد اپنی کر سیدھی کی تو وہ پانچانی ہوچ میں سرپت بھاگے والے چیز کی طرح کا نئے ناچتا۔  
میٹھیں پر بائیں توکری لکھاتے ہوئے گلرائے پورے اخواز سے سکراتے ہوئے کہا۔  
"آج یہک دوپیسے کمپنیں لان گا۔"

گر جان بایوں کو گلرائے کی فرمت کہا تھی۔ دو اس وقت کی اوچی کی توکری کا دژن رجسٹریں درج کر رہا تھا۔ اس رجسٹری میں پر اپر اڑاکن نہیں لکھا جاتا۔ قبیل کو اس ہاتھ کا علم بھی ہے۔ جب دو اس کے حلقے پر پھٹے تو جواب ملتا۔ "کمکی سوچی چیاں باڑا میں نہیں چلیں ہے۔ گلی پوچھاں نہیں پہنچتی۔ اس لئے قبیل میں جو بھائی کا دژن ہو گا تو کہا جائے گا۔ کلام یہ چاہتے ہو کہ پانی کا دژن بھی شاہل کر لیا جائے۔ اس میں انسان کس کا ہو گا؟ اسرا چاہا تو سچا کرو کہ کمکی کے کھلکھلی سے سب کا ہوا ہو گا۔" گلی کے دہن میں باش بایوں کا بار بار جو اخواز اپاٹھو قاتا۔ بہت سے دوسرے قبیل کی طرح وہ بھی اس جواب سے بھکی مطمئن نہیں ہوا۔

دی۔ اسی طرح چور قبیل میں سچا ہوا بھی کے دوازے کے سامنے پہنچا۔  
اسے آہستہ آہستہ پکارا۔ بھی ابھی سو پانچ تھا۔ صرف خاموش بیانا تھا۔ دو اسی لان میں ان ہوں کو بھی نہیں 23۔ جوک اور قادوت سے غنومنگی میں نہ حال پڑے رہتے۔  
گلرائے آڈاں کر کر چیزیں میں اپنے بار بار جو اسی کیا۔ بھر ایسا ہان کر کپا۔ ایک دو پھر کا سات سے چاہل دن  
رہا ہے۔ قابس میں لگوں نے چاہل سے لدھی کا ڈریاں، رکھیں۔ بھر ایسا ہان کر کپا۔ ایک دو پھر کا سات سے چاہل دن  
چھے گا۔ پھرے پاؤ جو سے گلرائے اس کا دھماکا ہے۔ اور اسی گلکے قبیل نے راشن کے بارے میں دلکش روایت دے رہا ہے۔  
یہ سب کچھ تھاتے تھاتے ہے تو میں کوئی بھی بول اغا۔" کیوں نہیں اپنے بیوال گوام میں کتابچا ہوں گا؟"  
بھی یہ بات سن کر گھبرا گیا۔ "اکی بات مت کر۔"  
"اور کسی بات کر دوں؟"

گلرائے اپنی آڈاں کر کر بھی اور اسی کے اور اسی کی دو اتوں کے گرد اکٹھا ہوتے گا۔ جو ایک نے بار بار جو اسی ہاتھ  
حلقے پر چھپا شروع کر دیا۔ بھر ایسا ہاتھ پر بھٹکتے ہوئے گی۔ بھیوں کی طرح آڈاں اپنی ہاتھیں گھسیں۔ گلرائے اس کے  
ان کی میلائیں ایک دوسرے پر تھیں۔ اس کے ساتھ میں ان کی آڈاں کا ٹھوڑا ٹھوڑا رجھکتے ہیں دھدا تھا۔  
لیکن سویرے کو معمول کے مطابق سارے اگلی بیوی کی توکریاں پشت پر لٹکتے چاہے کے باخوس کی طرف ہل دیئے۔  
رات کا بگام، رات ہی کے ساتھ قدم ہو گیا۔ کمکی اس کا چھپا بھی نہیں کرتا۔ ابتدہ قابس میں الون کی بات سب کو یاد ہے اور اسکے  
کے داش کا ہو گی وہ بھی بھی نہیں ہوں گے۔

گلی چاہئے کہ چیاں تو روتے جاتے اور سچتے جاتے چاہل تین سر کا ہو گیا۔ قابس میں لگوں نے چاہل سے لدھی ہوئی  
گاڑیاں رکر کر ایسا ہان لیں۔ ایک ہاگک کے گلی راشن کے بارے میں بھڑک رہے ہیں۔ اسی طرح سچتے سچتے دن ڈھل  
گئے۔ پھر کمکی دو زور سے پہنچتی۔ قبیل نے کام بند کر دیا اور جوں گھری جاپ ہاں دیا۔ باش بایوں نے ہوئے سچ کی طرح قبیل  
کی ماضی لیتا۔ پلک پھٹکتے ہی دژن بھی کر لیتا اور ہر دو ری بھی لیتا جاتا۔  
"پاؤ آتے۔"  
"سات آتے۔"

ٹھر ایضاً کی ہادیت میں درمرے آجی توں گھر کے سامنے اکھا ہو کر زور دزدے شوچا گے۔

"زور دی کافوں گے۔ چاہل بیک ڈے گے۔"

"چاہل ڈول ڈو ہم بھوکے ہیں۔"

قین کا شور بربر ہوتا گیا۔ اپاک پیارا ہی تھی کے مشبوط حصار میں ہوائی طبلے کے ساتھ آن کی طرح خلرے کا ٹھکنہ زور دزدے گوچے لگا۔ آس کی خوناک آواز کو سر کے لیے دم بخدا ہو گئے۔ سکان کا فلم وہ سکم نہ ہوا۔ وہ بھر شور چاہے گے۔ ہور تھیں ہی کاچالا چاہا کر چیختے تھیں۔ سب نے مٹیاں بھکی لیں اور کہان کردیں جو الوں کی طرح چیختے چاہے گوام کے دروازے کے سامنے جا کر اکھا ہو گے۔ ان کی آوازیں اور اہم بریتی رہی۔ ہمارے مطابق اسی شور میں گولی پڑنے کی آواز دزدے اہمی اور اس کی صدائے بازگشت وادی میں درج کر گئی تھی۔

گولی بڑے سے صاحب کی کوئی سے چالنی کی تھی۔ آس کی خوناک آواز کی دیاشت زدہ گئے اور اہم خلر کرنے لگے۔ ہن آجی لڑکا رکر گیا۔ ڈرایر میں تھیں کامیں کا ہم تجزہ ہو گیا۔ سب آجی بڑھی کے عالم میں الگ آن کی طرف بھاگے۔ توں گھر کے سامنے صرف پھی لوکری میں ہڈا لے خون سے اسٹ پٹ ڈھانے تھے۔ اسے دیکھنے کے لیے نہ اکڑا یا اورتھی اسے کھل کی دھنری میں لے جایا کیا۔ اس کا جسم بدھ پڑ جاتا رہا تا اور آنکھیں بھر کر آنکھی تھیں۔ آس کو دیئے کئے کیا کہ اس کے اور پھی اور آس کے کھوں جنم کا گوشہ نہیں تو چکرا کیا ہے۔ اس کی گھرے اور جاریک کھل میں بھکھنے کے لیے ہیں کیا کہ اس کے مروارغور گھوٹا اس کے کھوں جنم کا گوشہ۔

شام کو ٹھر کا ڈا آیا۔ ڈچ کیدار سے ہڈک روٹی کے لیے جوے سے صاحب کی کوئی پر لے گئے۔ جوے صاحب اپنی خوبصورت پیارا ہی کوئی کے آمدے میں پہنچنی سے نہیں رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں پڑا کے مشبوط اثر تھا۔ وہ الگیں سے بار بار رہے تھے۔ برآمدے کے پہلو میں کھڑا تھا۔ اس کا راشی پڑھنا کر جوے سے صاحب کی مازم پیارا ہی کی ہوئی ٹھر دیں۔ ٹھر کو کچھی ریتی چوچو کیا دیں۔ اس کے راستے میں سر جھکائے آہستہ برآمدے کی جانب ڈھاندھ رہا تھا۔ لڑکی کی گول کوں آنکھیں خوف اور دیاشت سے چکر رہی تھیں۔

ٹھر ایضاً کوچھی سے صاحب کے دپھنی کرتے کے بعد ٹھنڈی کھوڑی کا نہ لندھوں پہنچیت گئے اور کھوڑا جا کر گھرے ہو گئے۔ جوے صاحب نے ٹھر کوچھی الوٹکروں سے لکھا۔ ان کی نئی آنکھیں نئے سے بکال گئیں۔ گورا چاہا جو ہمیں پھر دیں

ٹھر اپنے کندھے پہنکا کر ایک بار بھر باغی باؤ کو ٹھلپ کیا۔ آس ایک روپیے سے کم تھیں اون گھنیں نے تھیں اور کیاں بھر دال گیں۔

باٹیا اس رفیعی قاموں رہا اور چپ چاپ لوکری تو لے گا۔ اس نے لوکری کا دوزن کر کے بے غازی سے کہا۔ "پورے آجھا تھے میں بیر دن کا گیا۔"

ٹھر اپنے کھنڈ کہا۔ قاموٹی سے باٹیا لوکری تارہ۔ اپاک دہ بیٹ جاؤ پر جھنپا اور اس کی گردان دھوں ہاتھوں میں دیون کر چاہے گا۔

"میں بیر دن کیاں کا ڈا آجھا آجھا تھے کی جو دیوری دے گا۔ ایک روپیے سے کم تھیں اون گا۔"

گھر باغ ہاؤ کھنڈ اپنی بات شنکی ذرمت کھاں تھی۔ وہ اس وقت کی اور آجی کی لوکری کا دوزن رجھڑی میں دوچھنے کا تھا۔ قیمتوں کو اس بات کا علم تھی۔ جب وہ اس کے حصت پر پھٹے تو جواب مل۔ "کھنیں سوکی چیزیں پا رہیں کھنیں پا جائیں۔ اس لیے ہیچوں میں جو پانی کا دوزن ہو گا تو کوئی ڈا جائے گا۔ کام یہ چاہیے ہو کر پانی کا دوزن کی ٹھانیں کھانیں جائے۔ اس میں انتصان کس کا ہو گا؟ ذرا اتنا تو سوچا کرو کہ کھنیں کے سکھی سے سب کا ہلا ہو گا۔" ٹھر کے ذرا میں باٹیا کا بارہ رہا جو اس جواب کو ٹھوٹھا تھا۔ بہت سے دوسرے کی ٹھنڈی کی طرح دیکھی جو اس جواب سے کمی مٹھنے نہیں ہوں۔

ٹھر اپنے کندھے پہنکا کر ایک بار بھر باغی باؤ کو ٹھلپ کیا۔ آس ایک روپیے سے کم تھیں اون گا۔ میں نے تھیں اور کیاں بھر دال گیں۔

باٹیا اس رفیعی قاموں رہا اور چپ چاپ لوکری تو لے گا۔ اس نے لوکری کا دوزن کر کے بے غازی سے کہا۔ "پورے آجھا تھے میں بیر دن کا گیا۔"

"میں بیر دن کا ڈا گیا۔" ٹھر کو میسے ہمین دیا۔ اس کی آنکھیں جھٹت سے بکالی گئیں۔

باٹیا کوچھی اپنے دیا۔ "ہم کو میسے ہمین دیا۔ اس کی آنکھیں جھٹت سے بکالی گئیں۔" ٹھر اپنے کھنڈ کہا۔ قاموٹی سے باٹیا لوکری تارہ۔ اپاک دہ بیٹ جاؤ پر جھنپا اور اس کی گردان دھوں ہاتھوں میں دیون کر چاہے گا۔

"میں بیر دن کیاں کا ڈا آجھا آجھا تھے جو دیوری دے گا۔ ایک روپیے سے کم تھیں اون گا۔"

ہو رہے تھے۔ سو بھانجہ آہستہ آہستہ باتیں کر رہا تھا۔ قیوں کی آگھوں میں تیرچ کے سچھلی جا رہی تھی۔ رات کے جب یقین اپنے کمر کوں کو وہاں پہنچنے تو اُن کے کمر کھڑ میں یہ چاہا ہے لہا کو کل سب اُنیں درجے کر دیتے جائیں گے۔ کوئی بھی کام پر نہیں جائے گا۔ اُنہیں سے باہر پچ کیداروں کی بھاری بھاری آزادیں کوئی ریتیں۔ لفڑی کا تھے ہوتے ان کے جوتوں کی آزادیں پھر توں پر اپنے بھاری تھیں۔ تمام اسٹان وادی میں ان کی آزادی بخوبی دیتیں۔

”وہ خیار دہتا جائے رہتا۔“

”اُہر سے کوئی آدمی کسما تو کیوں تو۔“

”وہ خیار بونکی کیا تو کیسی۔“

سب اُن کیداروںے اورے مولم ہوتے تھے۔ جوے صاحب کی کوئی پر دھتری بندوقی سنجالے اورے سختی سے مل رہے تھے۔ ذرا سی آہستہ پر اپنی عجیب تان کر اسی سمت گھوڑے لگتے۔ میں جب کوئی کام پر دیگا اُنہوںے صاحب نے قیوں کو پا کیجا۔ پہلو تو گھر کیوں کیا۔ بہاریں میں ملاح مشورہ کر سب کوئی کے سامنے آکھا ہو کر شور چاٹنے لگے۔

”ہم بھر کے جیں جیسی چاول۔“

”میں چاول نہ بخا جاؤ بھاری جوڑو کی کیا تھا؟“

”ہم کام پر کیسے جائیں؟ جیسے تو بھر جائیں۔“

غی اکھا ہو کر اس طرح تی اعلیٰ آزادوں سے پیش تر ہے۔ کچھ دن جوے صاحب برآمدے میں آ کر کھلے ہے گے۔ انہوں نے دوسرے آنے سب کے سامنے نشیش کے پیچھے یہ اور جو قوتی طریقے سے اٹھی کوئی اُنکی شراب ان کے گھم پر قیوں کے سامنے رکھ دی گئی۔

قیوں نے پہلے تو محبت بھپت کر کھل کی دیاں اپنا ناٹروع کر دیں۔ جوڑ کی شراب پر بھی سب اسی طرح نوٹ پڑے۔ باہر بادوتے بھوکی طرح اُنکوں سے آگوہ کر کیا۔ ”ذخیرہ دکھا دا۔“ سب مل کر پیچا گاؤ۔ صاحب تم توکوں سے بہت خوش ہیں۔ ”وہا پنے گندے انت کاں کر پیٹنے لگا۔

ڈھونک پر قاب پڑی۔ پہلے مرداں نے اپنے جسون کو ڈھانا کر کے جو جھری لی اور زچا ناٹروع کر دی۔ ناق دھرے دھرے بھاری رہا۔ مورثیں کھوئی کھوئی اُنکی ڈپنے ہوئے دیکھتی رہیں۔ بہار کا توں پر ہاتھ رکھ کر اور اپنے روکے بالوں کو درست

ہو گلا۔ ان کے پاچھوں دیا ہوا اٹھریکا یک تیزی سے براہ اور ٹھکر کے شم پر سڑاک سڑاک برستے تھا۔ پیازی اُنکی آگھوں سراہیس ہو کر بندھا گئی۔ دو پرے کے پیچھے بک گئی۔

ٹھکر اٹھا اٹھا موٹا کھوارا۔

جوے صاحب کا تھوڑا تھوڑا بڑا ٹھرٹھری کی کمر پر بُنگوں پر پڑتا رہا۔ جوے صاحب ہائی گیارہ۔

ٹھکر ای پہنچی ہوئی گندی صدری خون سے تری ہو کر پوچھے پہنچے گی۔ جوے صاحب سے قلت سے قلت سے قلت ہا تو ہا کر بہت جانے کا اشارہ کیا۔ ٹھکر اچھے بننا۔ گریٹل کے دو قدم بھیں نہیں مل سکا۔ لوزکا اکر گر اکر آمدے کی بیرونیوں سے لوزکا ہوا ہیچھے چاہ کیا۔ وہ پوچھنے تک پے سدھا پڑا اُرک کر سسیں سسیں بھر جا رہا۔ جوے صاحب نے کروٹ بدھی اوں ان کو پریت کیا۔

جوے صاحب نے اپنی کھر جرم دیا۔ ”کالا ہا جوڑو۔“

اس علم کا مطلب ہے کہ پہنچ گھٹ کے اخوند ٹھکر کو چاہیے کے باش سے لگل جانا ہو گا۔ چونکہ اور اُنکی کے دھرے کا رنے گھر میں جس کر ٹھکر کا تھام سماں تو پھر پوڑا دلیں گے اور آنے سے چاہ کے کسی باش میں ٹھکر کا کام نہیں ٹھکر جائے گا۔ جوے صاحب کے دھنکوں سے ایک سچی ٹھکر جو چکر دکھانے کا کر ٹھکر امنڈا ہائی پر دھاٹیں اُپنے کو پڑھاتے کر دیا گیا۔ اس سے اٹھارہ رہا جائے۔ جو گر کام پر دکھا جائے۔ مالکان کے ہائی سکوٹ کے قتہ ہر پاٹے کے باعث کی اتفاقیں کے لیے لازم ہو گا کہ اس پر اٹکنے سے عمل کرے۔

ٹھکر کو شش کے پاہوڑنے پاہوڑنے سکا۔ اس کی آگھوں پارہ بندھ دھو جاتی۔ وہ جھوٹنے لگا اور جھوٹنے جھوٹنے پے جاں ہو کر زیادہ دھمکیں پر دھمکا دے۔ ”چھے ہوئے پُر کری طرح ہاچارا۔“ وہ دھمکا دے چاہ اور جوڑی توکوں کی اک سے ٹمایا۔

ایک ایک کر کے جس اُنی سے دیکھنے کے لیے آئے۔ قریب میں کا اعلیاء جوڑو کیا۔ مگر یہ اعلیاء جوڑو اُنکی بہت مہنگا پڑا۔ ان سب کے خلاف اُنی ہرے صاحب نے ”کالا ہا جوڑو“ کا حکم جاری کر دیا۔ جو کسی کو کوئی اہمیت نہ ہوئی کہ ٹھکر کے پاس جائے اور اس کا مال اتوں پاٹھے۔ جوڑو کے دو بول کہے۔ البتہ پوچھی لوئے کی ان توں اور باڑہ رات کی تاریکی میں پچھے پچھے مور کر کے ان ٹکوں کے چاٹنے کا طرف چلے گے۔

سو بھانجہ کا خدا کا خدا کا خدا اس کا چیر گیا اسکی تک پک پک اور جھا جھا جھا اور ٹھکر ارها۔ اسی پوھری میں کمل اوزھے ہوئے ہے جھاٹھا۔ سامنے دھی ہی آگ، سبک آگ۔ اکاروں کی جوڑہ ٹھنڈی میں قریب پیٹھے اورے قیوں کے پیچے پھر کی اونٹوں میں مطمئن

فلکی جوہری پر پل اسی کر بولا۔ ”پاں کہہ تو دیا۔ کوئی کسی کی پھٹا نہیں کرتا ہے۔ بخوبی نہیں سب اُس کی پیٹھے خدا ہے ماقر رہے ہیں اور میرا سارا بیدن زکردا ہے۔ بیٹھ میں اسی بھی نہیں کیا۔ اس بات کو کون نہیں جانتا۔ پرانی بات کوں سوچتا ہے؟ میں کوئی بھکارا مروں؟“ وہ جیزی سے اخا اور بڑی ابا اہولان عکسیں دکان کی طرف گل ریا۔

عکسی کی اگھیں آنسوں سے بیک گئی۔ اس نے پانچوڑی میکھی دار سے پینے میں بھگتی لیا۔ ہے صاحب کی بھوکی کے سامنے اگلی بھک ہے، اسی بھک ہے تھے۔ مگر ان کے جنم شل اور تھے ہار ہے تھے۔ ہاتھ کی راتارن رفت سے پڑتی ہاری تھی۔ باش ہائے فوٹو انکیں لامکارا۔

”پانچوڑی اور جیزی سے تھے۔ ارے کیا ہو گیم قوم کو کو؟“  
گل ہائے تھے اب اکل نہ عال وو گئے تھے۔ نشکارگ پھوپھو ڈھارا تھا۔ اس پر بھوک غائب آتی ہاری تھی۔ آخوند چرم کیا۔ سب قاموں ہو کر کھلے گئے۔ باش ہائے جم ان ہو کر بولا۔ ”ارے یہ کیا؟ جو ہے صاحب کو پہلے گا تو بہت ناراض ہوں گے۔“

لیکن اس عکسی کے پانچوڑی اور جیزی کا لئے پر آمد نہ ہے۔ کسی نے جھی ہوئی آواز میں کہا۔ ”تمہاری توکل گیا ہم اب کیا کریں۔ جو ہاتھ اتوکادی پر چاول نہیں دیا۔ باش ہائے پکڑ کر بنا ہا۔“ سگر انہوں نے اسے ہائے لئے کام جیتی تھی تھی تھی۔ زور زور سے وخت شروع کر دیا۔

”پاں چاول تو دیا نہیں جاؤ نہیں ہاتھ۔“  
”پاں اب نہیں نہیں گے۔“

باش ہائے جھکھلا کر رہا تھا۔ ”ارے کیا ہو گیم قوم کو کو؟“  
گر کسی نے اس کے گلے پر تو چندی اور پکے سے خیس بھی ہوئے تھے اور میں سے گلی اُن کی طرف روانہ ہو گئے۔  
فلک جہاں اہولان عکسیں دکان کے سامنے ٹھیک پر قاموں دیکھا۔ کوئی فاسٹ پر تھیں بھوٹانی ہوئے۔ میکھی میں پینے گدے کپڑوں میں سے جو گل نکال کر مار رہے تھے۔ چاۓ خانے کی پتہ تقدیمی دکان کے اندر رہے تھے۔ لوگی نے فلک کی طرف دیکھا۔ اس کی صدری پر خان کے گبرے داغ ملی ہوئی اٹھوں کی طرح نظر آ رہے تھے۔ لوگی نے فلک کا چھپا۔ ہے صاحب نے کام کیا؟“

کے دو بھی خداوں کی طرح ہائے قمیں شاہل ہو گئی۔

ہائے چوتھے ہوئے نئے کے ساتھ دار جو ہاتھا گیا۔ ہرے صاحب ہولن میں جو اسچاچت دا کر دے سے ہوئی کے ہاتھ پھوڑتے رہے۔ سکر کراچیں کا چوڑکیتے رہے۔ گرد و گرد ہوئے نہ طرف تھے۔ اس ہولن میں اپنی وسیع ڈکھارا گاہ میں ہاتھ کا نام طپر پر اعتماد کیا تھا۔ بھولان کا چوڑکیاں گل اور دیکھنے کے لئے اسچوڑکاہ کی طرف ہلے گئے۔

تھی ان کے جانے کے بعد گلی گھر رہا کہ جیزی سے ہاتھ رہے۔ اس ہولن اور گلی نہ زور سے ہاتھ لے کا۔ باش ہائے گدے دانت کالے اور گلکارے۔ ہنگلوں پہاڑیوں کے پیچے سے سورج نہیں کریں بھکر جا ہا۔ ہند پیوں سے گلی اوپر آ گیا۔ ہوپ ہائے کے ہاتھ میں ہر طرف ہکل گئی۔

سب گلی خالی پیٹھ ہاتھ رہے تھے۔ اور جب پیٹھ خالی تو اونچ جیزی سرعت سے چڑھا۔ ہل ہائے ہاتھ رفتی کے حالم میں چلانے لگ۔

”آج ہم کام کر لیں گے۔“  
”ہم ہم آج کام نہیں کریں گے۔“

باش ہائے کراہت ہا گئی۔ ہولن کو کھانے لگا۔ ”کام نہیں کر دے گے پنچتھو۔“

قیمیں لے نئے چوچ کر دیا۔ دھوک کی گل اور ہوئی کی۔ ہاتھے والوں کے جنم گھر لے کی مانند جیزی سے گوش کرتے گے۔ لوجہان آجی مرتی، اور لکیاں کا لوس پر ہاتھ کر کر جی ہائے نیچے لگتیں۔  
ٹھرانے رقص کرتے ہوئے ٹھیوں کوہرے سے بکھا۔ اس کے پیچے پر ادائی چاہی گئی۔ اسے اپنی زمیں کی تھیف کا بھلی بار شدت سے اس سا۔ مکمل ابھی بھک چاری تھی۔ اس نے ۱۰ ہائے قمیں شاہل نہ ہو گئی۔ اس نے فلک کوں قدر دل گرفت دیکھا تو گمراہی۔ اس کے دل کا پورا ایک بار بکھر بول اغا۔

”تو ہماگ تو نہ جائے گا۔ جیزی آنکھیں دیکھ کر دلگاٹ ہے۔“

فلک نے اٹھائی سے جواب دیا۔ ”ہاتھ نے ٹھک ہو چکا تو جنت کیں کر سکتی اور مجھے اس کی باٹ میں کام نہیں ٹک گا۔“  
عکسی دل ہو داشت ہو کر بولی۔ ”سیری بات ہو ہو۔ پر ٹھیچا ہنچاں کا گنی کوکھ جیان نہیں۔“

تھیوں سے اپت کر کیا۔ ”بماگو بیان سے ایک دل جاؤ۔ جو سے صاحب کا تباہے لیے بھی حرم ہے۔“ مگر وہ اسی طرح خاموش پڑیں گئی تھیں تو ان سے کارندوں کا منیر نظر ہے۔

کارندوں کو ان کی یہ حکومی خاتمہ کیا گی۔ وہ صحیح کاروں پر بھیجے اور اپنی بھی بھی الٹیاں بر سانے لے۔ قیمت زمین پر پہنچے اور اسیں کو اتنا خدا کرو کر کے لے۔ انہوں نے اپنی جگہ سے امنیتی کوٹیں نہیں کی۔ اسیں کے سروں پر بوکے میہوڑا شامیں آگی جھیں کی جو چوت سے تھیوں کے سر جگد جگد سے پہنچ گئے اور جیسے جان ہو گئے۔

منیگی خون میں اخترے ہے تھیوں کو خوفزدہ تھروں سے بھکری رہی۔ ۶۵ کپ کرائے گئے بڑی اور ان کے درمیان بھی گئی۔ کھنکے کارندوں نے منیگی کو اپنے سامنے پیا اور تو پاہوڑ کر کیا۔ مگر راہ دری جو انہوں نے پھر الٹیاں بر سانہ شروع کر دی۔ منیگی کا شیر خوار پیچے پیٹے سے گیٹا جاؤ تھا۔ وہ زور دے رہے تھے۔ منیگی نے غصہ ہاک ہو کر اپنے ہاتھے کے اپے ال اس پیٹے کارندوں کے بھاری بھاری بیلوں کے سامنے جھوک دیا اور سے قدر ہو کر چلا نہیں گئی۔

کارندے گھاگھرا بیان چلاتے رہے۔ ایک خاص ساہنہ ان کے بھاری بھاری بیلوں کے بھیجے آر کچھ سداب گیا اور بال جھکی جگہ صرف گوشت کا لامفاڑہ کیا۔ آگی ہاتھ اتنا خدا کر اسیں کے واروہ کے کی کوٹش کرتے رہے۔ ان کے پیچے خون سے تریخہ کر لالاں ہو گئے تھے۔ منیگل کے سامنے سے گیٹوں پر بہہ کر گا لوں پر پیٹے گا۔ اس کے نیالے بال بھکر کر دن پر آگئے تھے۔ وہ گا لوں کی طرح کاچھا کاچھا نہیں گئی۔

”مارا الامر والا“

بھوگان دشیں کے اوپر جاری رہ کر جگہاں پہنچے اس کے دہن میں بندیوں کی آوازیں گئیں رہی تھیں۔ چائے کے باتات کے مالاں سفر مالکیں اپنے چاراگاہ میں بھوگان کے پیچے گیاں اور اس جگہ سے آئے ہوئے تھروں کے سامنہ وہ اکمل رہے تھے۔



ٹھرانے اپر والی سے کہا۔ ”اپس پر مان ٹھکاروں سو بھانا جو کہا جائے؟“

”سوئے پیٹیں کے اولیٰ آئے تھے۔ جو بھانا جو کوکڑے کر لے گے۔ مان ٹھکری ہی سو بھانا جو کہا جائے۔“

ٹھرانے نے پیٹ کچن دکپا۔ وہ اولیٰ کے گول ماقبل پر بھرے ہوئے گنے اور بھرے ہاں کو پھینک لے کر جو بھرے سامنے پہنچ گی۔ ”لوکی نے بھی اس کی طرف بھر پڑھوں سے دیکھا۔ ملکی اپ بخت نہیں کر سکتے جو بھرے سامنے پہنچ گی۔“

لوکی نے بھی جواب دی۔ پیٹ مامٹی سے دکان کے اندر بیٹی گئی۔ ملکی کاوس کی پر کرتہ ہو اور مطہری۔ وہ داد دی پیٹ بھیجا چھڑا کھا تاہر۔ بھر پڑھ کر ملکی دیکھ رہا۔ ملکی کا اپر کچھ سے کسی نے ہٹا۔ ٹھرانے ملکر دکھا۔ چائے خانے کی پت پر قدم اپنی آزاد رہے رہی تھی۔ وہ دیکھ رہا۔ ملکی جیز قدم افغانی ہوئی اس کے قریب آگئی۔ اس کے ہاتھ میں ملے کپڑوں کی خوبی اپنکی۔ ٹھرانے پر جما۔ ”پوکا ہے؟“

لوکی نے جواب دی۔ ”مان ٹھکاروں داہیں نہیں آئے گا۔ پیٹ کے سامنے جاتے ہوئے اس نے بھی تباہ تھا۔ یہ دکان اپ بند ہو چاہی۔ اس نے بھر جامیں دکھ دکپا۔ ”پھر میں تمہارے سامنے بھی ہوں۔ میں کوئی بخت کر سکتی ہوں۔“ اس نے نظریں اپنی کر ٹھکاروں کا ٹھکاروں دیا۔

”تو چھے مارے کا تو ٹھکان۔ مان لے کر گریں کسی کام نہ کر سکوں تو کیا تو چھے بھی چھوڑ دے گا؟“

ٹھرانے بھت سے اس کا کندھا پھیپھیتے ہوئے ملکی کر کر کیا۔ ”بھاگا میں قبیلے کیوں پھوڑنے لگا۔“ تو ٹھر ندر ہے اور سچے اہلنگی میثوظ اور ستمہول ہے۔

لوکی نے پیٹ کچن دکپا۔ اسون سامنے بھر پڑھ لی چکڑی پر پہنچ گی۔ ان کی پیٹ پر پیٹیتی میں چائے کے باع کے ایک طرف تلی اسی ساہی ہے کی مان ٹھکر آری تھی جہاں منیگی اپنے ہے ہوئے پیچوں کے درمیان کھڑی تھی۔ وہ خوف زد تھروں سے کھنکے کارندوں کو دیکھ رہی تھی جو سے صاحب کے حرم کے معاشر ہے۔ ہوئے ہوئے خلیق بھاں سے بنی اہلی چھوٹاں والے گندے سے اور پیسہ دے کا لوں کو الٹیاں اور پیدا کی تو ریاں اتنا خدا کر بناہر جھوک رہے تھے۔ کوئے کر کٹ کی طرف اس بھکرے ہے سامان کی قریب میں آگی خاموش پیٹھیں اسکی طرح ایک دھرے کا منہ بھکر رہے تھے۔ پیچوں کو الٹیاں سے گرا کر کارندے بھکرے اور سامان کو جھوٹوں سے دندھنے لگے۔ انہوں نے سامنے پیٹے اور میں

بڑا لالس کے نزدیک کھرا تھا۔  
ہرپال نے جلدی اسے بچا دیا۔ وہ ملٹری کا آڑتی بھاگونا تھا جس کے گواہ بیوی، بھرے رہتے تھے۔  
ہرپال نے جمعت زدہ اور کبھی بچا۔ سماں ہوتے بھاگ کیلے آئے؟“  
”سرکار آپ اپ کہنی ہوئی سے بیٹھنے لگیں۔“  
”کہیں کیا ہوا؟“

”ہوا تو پکھنیں میں نے تائے کہ آپ بھاگ سرداری میں پر بیان ہو رہے ہیں۔ بھلا اس جاڑے پالے میں بیان آئے کی کیا ضرورت تھی۔ کیم ہم سردار ہوں کوئی درجی کر دیا کیجئے۔ وہ پر کوئی یہی بھی پھر پالا آئے ہوئے تین میٹروں اسی وقت سے آپ کی خاٹی میں تھا۔ اگر ملادات ہوتا تھا تو آپ بھاگ کر بیکاری میں پر بیان کیوں ہوتے۔“  
ہرپال کی باقی خاموشی سے سارا رہا اور سب پوچھتے ہوئے انگلی بیان دیں کہ ”کیا کسی سماں ہوتی اور کسی کا حامل ہے۔  
اب چاہے جاہاں ہوں اذلیٰ اُنیٰ کا خالی تو رکھا ہی پڑتا ہے۔“

بھاگونا تھے کا تقبہ کیا۔ اُنیٰ اذلیٰ اُنکی بھی کھر کر کی جاتی ہے۔ آپ میرے ساتھ آئے۔ جسے کوئا کہا جاتا ہے۔ اس نے ہرپال کا بازو دیکھ کر اپنی طرف آمد سے کھلکھلایا۔ ہرپال نے کھلکھلی جو اہمیت کی اور اس طرح اس کے ساتھ آمد۔ آپ سے پہلے کچھے دو ہمیں بجا ہاتھا۔ جیسے سے لٹک کی بڑیں کے ادے جانے کا تھا اسیں تھا۔ لیکن بھاگونا تھا۔ بھاگونا تھوڑے کے گواہ بیوی بھرے رہتے ہوئے اپنی طور پر شیخوں کے درمیے مال سردا رہ کر چکا تھا۔

ہزار کے چکوں اسے سے ہوتے ہوئے تھیں تھیں اُنکے گئے اور سارا انگلی سے لزتے ہوئے ایک مکان کے سامنے جا کر ٹھہر گئے۔ بھاگونا تھے کے ساتھ جو دوسرا آڑی تھا اور اس کا ماں تھا۔ اس نے مکان میں داخل ہو کر بیٹھ کر دی ولی دروازہ کھول دیا۔ ہرپال چاپ چاپ بھاگونا تھوڑے کے سرداری طبق میں چاگا کیا۔ سامنے طلاق ہے اشنا، دشنا تھی جس کی بھکل بھکل رہتی تھوڑیں کی تھیں۔ ہرپال نے اسے جمعت زدہ نظر دیں۔ سب کھا کر کھا اسی میں کھرا رہا۔ بھاگونا تھے نے دروازہ بند کیا۔ اشنا اٹھا کیا اور زدیک کھا کر یوں۔  
”وزیر اُنیٰ کر دیا تو اُنھیں۔“

اس نے گردان اٹھا کر بھاگونا تھوڑی طرف دیکھا۔ ہرپال نے اس پر گبری نظر ڈالی اور اس کا لگایا کہ وہ بھاگ کے ٹھیں

## ایک تھا سوداگر

ان کو بہت سی بھانوں کے ہوں میں درجے کے کوئی لاکا بھاگ بہت تھی اور کیا ہے۔ گبری والوں میں سورج، ساری دن کا سورج جو کھانا تھا۔ ہر کیک بھانوں میں بھوقانی بھاگیں بھائیں بھائی تھیں۔ اس پار بھاگ کا علاحدا ہے۔ بھانوں پر کھجھا بھاگیں اور دیوار کا درجمن کا طوبی سلسلہ درجے سے گزرتے ہوئے کاروں کا طرح نظر آتا ہے۔ نظیق میں مرصدی بھی ہے۔ لکھی کی تی ہوئی نظر غارت جنس کے سامنے ایک گردکھا ہے اور ہر وقت تھنین سہالے مستحدی سے گوارہ ہتا ہے۔ اس طرف سرکاری صدھار کے انتظام پر بھوقانی کی بھتی ہے جوں مرمیں سماں ایجاد ہوتے ہی کوہنوں میں لختے والے پیازی پانچھے ٹھیک درجے سے اُن کو ٹھیک بھانیں آجاتے ہیں۔ پھر طرف کا ہم پارہ گلے گلے ہے۔

ایک رات رات دیوار پر بھیں کری۔ ہزار میں تھوڑی بہت جملہ ہلکا ہلکا تھی۔ اُنیٰ ساہن نما چھوٹوں کے یہے چھوٹوں کی دھندری روپیں لرز رہی تھیں۔ کہیں کہیں اڑاکنے بھی کر رہے تھے۔ ان کے گرد ڈیپے ہوئے اس انوں کے سامنے جھم جھم ہے تھے۔ ہرپال ہزار کے سامنے بھاگ لے گئی۔ اسے لٹکا کر رہا تھا۔ ساری بھری بھری بھائی تھی۔ ساری بھری بھائی تھی۔ ہرپال بھی کی کرم پر ٹھیک میں سکھا اور سروریت پر اسرا نماز میں ملک رہا تھا۔

کر کا بالکل ساری شہزادیوں میں پھیلا تھا۔ اس دھندری میں گھٹپر کھڑی ہوئی اٹھیاں دھندری نظر آڑی تھیں۔ کھٹپن سے کرائی ہوئی چھوٹوں میں جماں الودر ہے تھے۔ کھوڑی دیگل مجرمے اٹھا دی کہ ان کھٹپن کے درمیے تھک کی بڑیاں سرحد پارے اسکل کی جانے والی تھیں۔ ہرپال اسی نظر سکلم اٹھپر کی جیت سے اس ملاتے میں احتیات کیا تھا۔ ملاتے میں ہوئے اسی نظر ساری سرگرمیوں کے تھلک وہ بہت بکھن پکھا تھا۔

کھٹپن اس کی تھریں تھیں۔ گران کے قرب اس لے اُنکی سکی کوئی اسالی آہت نہیں سی تھی۔ گاہوں نظر کے کندوں پر میں قدموں کی آڑا اسی سامنے آگئی۔ ہرپال نے چکک کر اس کی طرف دیکھا۔ اور سکھل کر کھڑا ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اور جمرے سے کل کر دیا اسی سامنے آگئے۔ ہمیں مدموری تھیں ہرپال اسی میں جوں مرمیں اسے اسی میں جوں مرمیں اسی کو پھاٹ کر کوٹھی رہنے کا

بماں کو ہاتھ نے جیب سے چار سو روپے کے نوٹ تکال کر اسے دے دیئے۔ جاتجی ہی بات کی پر کسی کو کچھ پہنچ پڑے۔ سو رہنے سے پہلے پہلے بیان سے تکل جانا۔ ”بڑے میں نوٹ گئے ہوئے اٹاٹت میں کروان ہادی۔

ہر پال چنانچہ پاپ کھو اسیق رہا تھا۔ کہ بماں کو جو جدید بڑا تو تھی۔ ایسا بیان ہے کہ اس کی اسکاٹ کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ طرح کی رشت دے سکتا ہے اور اس بڑے مٹکول کا پیچہ کتنا خوار ہے اور یہ لکھنی کی بھول نظر آ رہی ہے۔ اس کی آنکھیں خلاف ہیں اور شماروں پر دوچینگی کا تھار ہے۔ وہ لوگی کو اپنے صراحت سے کہے پاں نہیں رہتا ہے؟ بماں کو جو تمدن کیا ہے؟

ہر پال اسی طرح کھو اسی پڑا۔ بد۔ اس کی بھی بھی بھی بھی۔ خوفناک ہیرے۔ والا کوئی مٹکول کرے سے باہر نہ آ سکتا۔ کہ کشنا۔ کہ دیکھ کر اسی پڑا۔

”ایسی آپ سونا کر رہے ہیں؟“ میں بھی کہا کہ اس کو جس اکر لینے دیا جائے۔ اس نے خوشیدہ دلوں ہاتھ جوڑ دیئے۔ ”ہم غریب ہیں پر کچھ تو دیا کہجے۔“ اس نے چاک کا دیواری ٹھنڈا رہا اور حرف مطلب زبان پر لایا۔ ”ایس تھوڑی ہی ہی بڑا یا جائیں گی۔“

ہر پال چنانچہ اس پاری بھی اپنے آئی دیتی۔ جس بھی میرے ہوتے ہوئے آپ پر کس آجُتی کی سکتی ہے۔“

ہر پال آہستہ سے بڑا۔ ساہوہتی آپ پر جھنے دار آ رہی ہیں۔ اس نے زندہ دوست کو کھٹک کر کھدا کر کرئے کا۔ ہر پال بھی خیلی آگئی۔ اس نے ایک نظر لکھنی پر دیتی۔ وہ لکھنی پامن سے اس کی طرف دیکھ دیتی۔ ہر پال نے ٹے کر لیا کہ اسے اپنے صراحت سردار گلزار، لے جائے گا۔ لکھنی پر بھر کا تو راست ہے۔ رات بھی کچھ لکھنی زیادہ نہیں ہوئی۔ وہ اسے لے کر بھی جا سکتا ہے۔

وہ بماں کو جو جھنک سے تکل کرچوہ بھری رکھنم کے مکان کی طرف مل دیا۔ ہاں لکھنی کراس نے اپنی بندوقی الحلقی۔ اسے پاشت پر لکھا اور کارتوں کی ٹھنڈی درست کر کے کرسے ہاندھ لی۔ ہر پال والیں بماں کو جو جھنک سے تکل میں پہنچا۔ لکھنی کو اپنے ساتھ لیا اور سرستان پنچڑیوں سے گزرتا اور شیخ میں پڑھا۔ اس پاس کھجڑتے ہوئے کہر کے کی بھلی تملی چند چھانی اور جھانی۔

کوئی میں بھر کا اصل طریقہ کے بعد میں مل دیتی۔ اس پاری ساتھ سا جھوپٹے گے۔ اگے جو حصہ ایک پاری ایسی عمدی آگی جوڑا ہے کہ دیکھنے اسی کی شانِ حقی۔ نرمی کے پیلے ہے کہ رتے ہوئے انہوں نے دیکھا یعنی پانچ بھروسے کیا کہر کیا جائے۔ ہر پال چنانچہ بھاٹجی سے بہرہ ہاہے۔ پل کے درمیں کہا رہے ہے جسی ہوئی چنانچی۔ ہر پال چنانچہ کترے پتھی کر کر گیا۔ بھری ہوئی اسما

کوہتاون کی رینے والی بوجان لڑکی ہے۔ بماں کو ہاتھ نے ہر پال کو قریب بنا لیا۔ لاثین اور اخانی اور لڑکی کا چہرے کے بالکل تو دیکھ لے جا کر گیا۔

”کچھ کیا یا جیا ہے؟“

ہر پال سونچنے کا کار لکھنی کی آنکھیں کاکاں کاکاں ہے۔ مگر اس کے چہرے پر بکھریں بکھریں کاکاں ہے۔ اس کے رقصاروں پر دوچینگی کاکاں ہے۔ مگر اس کے چہرے پر بکھریں بکھریں کاکاں ہے۔ کہری خاصیتی نے کچھ اور افسوس دیا ہے۔ وہ اس قدر سکی ہوئی معلوم بھری جھی ہے۔ بماں کو جو جھنک طرف دیکھتے ہیں دیکھتے ہوئے گی۔ اس کی لاٹیں بکھریں اس توں سے بھلے جائیں گی۔ لیکن بماں کو جو تمدن کے احصاء سے بے پیار غلام کا کار بڑا بڑا اسی میں سکر رہا تھا۔ جسی ہوئی پاٹ موچھوں کی اونٹ سے اکھری ہوئی اس کی سکر اہت گھیکھو کی طرح معلوم بھری جیں۔

بماں کو جو تمدن کیا یا اور بے لفظی سے بہا۔ ”انکھر صاحب اتم تو اس طرح دیکھ رہے ہو کر ٹھنڈا جان چلتا ہے اسے اپنے ساتھ لے جائے ہو گئے۔ ٹھنڈی بھائیوں کے لئے۔“

ہر پال گھر اسکا۔ ”ٹھنڈا ساہوہتی ایچھے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے پاس چیز اسی ہے۔“ مگر کسی سب کی بھال کر لیتا ہے۔“

مگر بماں کو جو تمدن کی طرح پر لفظی سے بتا رہا۔ اب بھسے زیادہ دینے۔ میں نے بہت دیا بھکی ہے۔“ اس نے تکاٹتے کو ٹھاٹپ کیا۔ ”رام چندا بڑھے کو اندر بھی ہو۔“

ذرا اسی بندگی کے ہون کا ایک کلاس اسیوں حاکم کرے کے بعد آ گی۔ رشماروں کی بندوں میں دیکھی جو جھوٹی جھوٹی پاریک آنکھیں ”خوازی“ پر بکھریں اسی لفظی اور کاروان میں چڑے ہوئے ہوئے چاندی کے بالے۔ وہ ٹکول اس کا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے چہرے پر زمبوں کا لیے گرے کے لان چھے کر راہ نہ نظر آ رہا تھا۔ ہر پال نے لاثین کی چندی روشنی میں اسے دیکھا تو مہم بکورہ کیا۔ مگر بماں کو جو تمدن کے غوثا کے ٹھنڈے سے مطلق خاکت نہ ہوا۔ اس نے بالکل کارہاری اندیز میں دریافت کیا۔

”بیواؤ اٹھیں کھانہ پیدا ہا جائے؟“

ہر پال سے نہ انہوں کی طرح گردان الما کر ہر پال کو دیکھا اور بماں کو جو تمدن سے مطلق ہوا۔ ”اس انتاہی لے گا ساہوہتی جھنکا تا لیا ہے۔“ اس نے ہاتھ اخاف کر چاہا لگیاں سامنے کر دیں۔

وہ جوئی ہے نیازی سے مل رہی تھی۔ تا سے گفتائی ہوئی تھی کا خیال تھا جنگی ہواں کے لئے بڑے بھوکوں کا۔ وہ ان بڑک پر ۱۰۰ اس طرح مل کر رہی تھی میسے سی کوئی خوب نہیں پہنچ سکتی تھے۔ وہ زندگی بھر جنی تھلی رہے گئی خاموشی اور اس۔ ہر پال سوچ رہا تھا سری کا زار، بڑھتا رہا تھا۔ اس کی پہنچ اس کی تھری تھی۔ پھر بالکل ان ہو گئے۔ کبھی گیری وحدت میں، اسے کے کثاثان ملے چاہے ہیں۔ اس طرزِ ذات کے لئے اس چاہے تھا۔ وہ سارے کی قابلِ پلے کے لیے ارادہ دو تھا اور سارے گیری خاموشی میں دوپی ہوئی تھی۔ سارہ نے ہمایا کو تھوڑے اسے روشن میں دیا تھا اور ہمیں کبوترِ تکوں چارسروں پر میں ہما کو ہاتھ کے ہاتھ پر کیا تھا۔ لیکن اسے سارہ کی ضرورت نہیں تھی۔ اسے ایک اعلیٰ نسل کا گھوڑا اور کارہے میں پریخی کر دے سرداری ملا تے کا دارہ کر سکتا ہے۔ اس اوس اور غامبوں ایک نے تو اسے خواہ کو ادھیسیں جسے جھکا کر دیا تھا۔ اگر اس کا بیان سے تباہ کیا تو وہ اسے اپنے سارے کوئی کیسے لے جائے گا؟ یہ سچے سچے ہر پال چک چک۔ اس نے خود کو مٹھن کر لیا۔ بیان سے جاتے ہوئے سارہ کو کسی پوچھی اسی کے پاس چھوڑ جائے گا۔ سارہ اس خیال کو لیے کہاں کھو جائے گا؟

ہمیں اپنے اپنے بیانوں کے لئے گھوم کر ایک بارہ بھارتی آئی تھی۔ اس کے اگھے پلی پر سے ایک ٹکڑا راستہ مشرقی کی طرف مل گیا تھا۔ جس کے کلر گلے گلے ہے ملکِ ہنگامات کے دید و دہد پر ملکا تھا۔ سردارِ گرفت مکل ہر پال نے ہمایا کو پہنچا لیا اور گلے گلے کیوں اس نے پوکت سے سکر کیا تھا۔ اسے سلائی اور لہاٹ کر ہمیں کے مرخے لے بانے کا، اپا اک اسے خیال آیا کہ پہاڑی ہموڑوں میں سکریت نوی کا یام ہاں ہے۔ اس نے ایک سکریت ناکل کر سارہ کی چاپ بڑھانی۔ ”سکریت نوی؟“ سارہ نے سکریت لیتے ہوئے گردان بڑھا دی۔

دیکھا تھا مرتضیٰ کے لیے سے گرتا ہوا راستہ بہت تاریک تھا۔ کبھی کوئی اہم اور گمراہی تھا۔ ہر پال نے بندوق میں بھر کا گزوس والا اور اس سنبھالے ہوئے مستعدی سے پلے گا۔ وہ کافی کروں سے لاحر احمد رکھتے ہا۔ سارہ اس کے پیچے پیچھے ہل رہی تھی۔ دلوں کے قدموں کی آہت سنان راہ گزرا پر آسیب زدہ ہی معلم ہو رہی تھی۔ گنجانِ رہنماؤں کی شاخوں سے اٹھتے ہوئے ہوا کے چیلے سے گھر وہیں میں بیٹھے ہوئے سارہ کی لامگی کھنکارہ ہے تھے۔ دلوں خاموشی سے پلے گئے۔ ہبہ رہا تھا۔ ہوا اپنے بازوں پر چکر لے گئے۔ سارہ بالکل خاموش تھی۔ ہر پال نے پلے چلے گئے جو اس کے ہجھ بھل ہوئے ہیں۔ اس کی پہنچیں کا گوشہ سکونت چاہا رہا۔ اس نے زور دہر سے ہدوں کو من پر ملکا شروع کر دیا کہ خون، گون میں تندید ہو جائے۔ اس نے گردن موز کر سارہ کی طرف دکھانے پر ہدوں پاچہ پاپل رہی تھی۔ اس کی پیشے پیچے یہی شاخوں سے ہمیں ہوئی کوئی ایک رہی تھی۔ جس میں میلے کلپے کبزے ٹھے ہوئے تھے۔ اس کے پوچھ سے سارہ کی کمر کو شفیدہ ہو گئی تھی۔ مگر

کھوں میں سینیاں بھائی گزر رہی تھی۔ واگسی ہاتھ کو دوڑہ تھا جس کے درمیان سے ایک گھنڈی مل کھاتی ہوئی اور پیچاڑی پر پیچی تھی۔ پیاز کی بچی پر شرود و جمعی کا خواصورت مددِ تھا جس کے دوں کو دوڑہ دوڑہ سے یا تری آتے تھے۔ ہر پال خاموش کھوا غور کر رہا تھا اس کھڑک راستے سے یا تری کی سڑ طرح اور پیاز پر پتی جاتے ہیں۔ گھنڈی تھی کہ ایک گھنڈی سے گز رہتا تھا۔ اس کے چاپ پیلا ایسا اور دوسری چاپ گہرے کھلکھل کر طبع مذکوہ ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ ہر پال کو اپاک لائی کا خیال آیا۔ اس نے ہمیں اکابر ہایا۔ وہ ہمیں سے الگ کر کھوئی ہو گئی۔ ہر پال نے ملاحظہ ہے تھا ساری بیان سے ہمیں کس کے شانے کو چکا۔ سکرا کر کچھ پھا۔ ”تیہاراہم کیا ہے؟“ ”سارہ؟“ اس نے اہست سے ہواب دیا۔ ”اوپر پہنچان پڑا جاؤ۔“

چنان اپنی تھی۔ سارہ کو کوش کے باوجود اپنے دلکشی کی۔ ہر پال نے اس کے دلوں بازو و گلے اور اوپر اخالیا۔ سارہ کو ہند بولی۔ وہ بالکل گرم صحتی۔ اس اور کھوئی خوبی نظر آئی تھی۔ دلوں قدر اور خاموشی پیش ہے۔ گھر ہر پال نے پشت سے بندوق اتاری۔ اس میں کارتوں نا اور اونڈی کی چاپ ہال کا رعن کر کے لیں دیا دی۔ گولی اور دادی کے نالے میں زور سے پتی۔ اس کی کوئی ہوئی آوازی بازاغشت چانوں سے الگ کر دیں تھی تھریق ایک رہی۔ دلوں تک خلک چھے ہوئے ہوئے کوئی کھراتے لگ۔ ہر پال چھوڑت چپ رہا۔ ہر پال چھوڑت چپ رہا۔ ہر پال نے لازی کی طرف دیکھا۔ وہ خوارہ نظر آئی تھی۔ ہر پال نے سکر کر کے جا چل کی۔ ”آواز بھیں۔ جنگل چانور جو نہیں ہے پانی پیئے آئے تھے بندوق کی آواز سے بھاگ گئے تھی۔“

دلوں بندھی سے اڑ کر سرک پر پلے گئے۔ سارہ بالکل خاموش تھی۔ ہر پال نے پلے چلے گئے جو اس کے ہجھ بھل ہوئے ہیں۔ اس کی پہنچیں کا گوشہ سکونت چاہا رہا۔ اس نے زور دہر سے ہدوں کو من پر ملکا شروع کر دیا کہ خون، گون میں تندید ہو جائے۔ اس نے گردن موز کر سارہ کی طرف دکھانے پر ہدوں پاچہ پاپل رہی تھی۔ اس کی پیشے پیچے یہی شاخوں سے ہمیں ہوئی کوئی ایک رہی تھی۔ جس میں میلے کلپے کبزے ٹھے ہوئے تھے۔ اس کے پوچھ سے سارہ کی کمر کو شفیدہ ہو گئی تھی۔ مگر

انہیں ایسی سمجھیں معلوم کر دیا جو اٹھم سے بچھلیتی ہے۔ لیکن یہ کھنڈ اور سونچنے کے باوجود وہ سہا ہوا تھا۔ اسے کچھ دشت سے ہو رہی تھی۔ سارے باہر ہو گئی۔ ہر پال نے اسے آواز دے کر اپنے پاس لایا۔ سکرا کر دلا۔ ”میں تو جب سمجھ دی رہے ہو۔ سیکھو چڑھتا ہاں کھنڈ جیسا سے چلی گئی تھی۔“

سارا نے جیسے جیسے سمجھیں پھاڑ کر پوچھا۔ ”کہاں؟“

”اپنے کھنڈ اور کیاں آجیں اپنا دیکھ پائیں آئے؟“

سارا نا ایک دم جسم دھوکہ ہو گئی۔ ”جنین۔“

ہر پال کو تھنڈا دیا۔ اسے جسموں اور کوہ قمی بھوٹ بول دی ہے۔ یہ چھما۔ ”جنین یہ کھپ پڑھے؟“  
”بہت زیادہ۔“

ہر پال کے ذہن میں معاً ایک لذت ہاتھ کی خیال پیدا ہوا۔ اس نے دلپی تریان سے دریافت کیا۔ ”اور میں؟“ سارا نے اسی  
فلاٹ کر کر اسے جواب دی۔ ”ہاں تم بھی اس کے چھر پر پہنچ جائی کہ سڑھی نہ کوئی پہنچائی جائے۔“

ہر پال کو اس دلت سارا نہ بھی ایسی مطمئن ہوئی۔ اس کا تھی چاکا کہ اس سے اسی طرف ہاتھیں کرتا ہے اور وہ سکریں رہے۔  
اس نے یہ چھما۔ ”وہیز حاضر جیسیں بیباں کیسے لے آیا؟“  
”وہ تو ہر ایسا ہے۔“

ہر پال چوک پڑا۔ اسے تھبڑا رہا ہے۔ ”کیسی اس نے یہ کیاں دیا؟“ سے تم سے کوئی یادیں۔“

”جنین۔“ سارا نے اپنے کھنڈ میں گردان باندی۔ ”واہ بینی بھگڑاں سے پیار کر رہے۔ اپنی چاکا ہوں سے پیار کر رہے اور کسی سے  
ٹھیک۔“ وہ بہت کار بینے دیا ہے۔ اسے اپنادلش بہت اچھا لگتا ہے۔ وہ کہتا ہے شام پڑے جب سورن نہیں کے پیچے اور بینے لگتا  
ہے اور آسان پر اپنی بھگڑی ہے تو ان بھر جست کرنے والے سارے لوگ اپنا کام چھوڑ کر بکھر کی اور دیکھتے ہیں۔ اس دلت کیا  
اچھا لگتا ہے۔ جست کر بینے والے سارے شام کی الی کے لیے یہیں ہیں۔ لیکن ان کا سوچ کر ہے۔ اسے دھوکیں نہیں کئے۔

”گرم تو خیال کے فلاٹ کے کر پہنچنے والی معلوم ہوتی ہے۔“ ہر پال نے قیاس آتی کی۔

”محمر سے ہالے اپنے نکل میں کسی سے اخراج لایا تھے وہ ادا کر سکتا۔ جب ہے اس امنے اسے اپنے دلش سے نکال دیا۔  
اس نے ہماری بھتی میں آکر جرمی ہاں سے ہوا کر لیا۔“

میں غیرے ہوئے تھے۔ ان کا ارادتی ہر پال کو ہاتے دیا ہوا آپکا ہے۔ ہر پال نے سوچا۔ میں انتہی ای ان کے پاس جائے گا۔ اب  
تو رات کی زیادہ ہو گئی۔ گلدار صاحب ہر بھی ہوئے ہوں گے۔ وہ خوبی تھک کر مدد حال کیا تھا۔

ہر پال ہوئے بہت کر کے بیرون گئے۔ اس نے چڑھا کی توکار کر کر سارا نا اب بھیں۔ اس نے سارا نا کا لباس بہت گند تھا۔  
اس کا لباس سے بڑی ہوئی چھلکوں کی جزوں بھتی تھیں جس سے ہر پال کو سر میں دل دھوکا ہوئے تھا۔

دن کی پہلی شہری روشنی کے ساتھ وہ گھر سے نکلا اور کھلکھل کی طرف ہاں جا۔ گلدار کا خفتر قا۔ گلدار کے سڑھاہ مرصدی  
حلاٹت کی بھیجتیں کاہوڑے کر کے ہوئے ہر پال بندھ رکھ مصروف رہا۔ ان سات رات توکیں کو کچھیں میں اس نے سارا نا کے حصے  
صرف اسی قدر سوچا تھا کہ کہیں وہ بھاگ نہ گئی ہو۔ کہیں وہ بڑھا تو خون اور حکوم اسے آ کر لانے کیا ہو۔ لیکن جب وہ اپنے اپنے  
کھانپھاں تو سارے موجود تھی۔ سطحی لباس میں وہ کوئا رہا۔ کی ملٹری دلائی اور نکھڑا۔ ریتی۔ اس کے چھر پر ہوئے میاں کی کے  
وہندے لے لٹھا تھا بت پک تھے۔ اس کے گالوں پر جو ہائی کی دلک تھی۔ آ۔ کھیس اور خلاف اونگی جس۔ لیکن خود ہر پال سہا ہوا تھا۔  
راستے ہی میں اسے معلوم ہو یا تھا کہ حلاٹت میں طامون بڑی یعنی سے بھیجا ہا رہا ہے۔ اسیاں درمیں ہوتی ہماری تھی۔ لاؤ۔  
گھر میں کوئی روز جو ہزر کر بھاگ رہے ہیں اسرا را گرمی نہیں دے سکتی۔ اسی کھنڈ اسے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ آ۔ ہادی پر مکمل سارا نا چھالا  
تھا۔ وہ سارا نا کے پاس زیادہ نہ تھا۔ گھر سے مکن کرچھا کی کوارٹری طرف چلا گیا۔ چڑھا بھی خوفزدہ معلوم ہو رہا تھا۔

ہر پال نے یہ چھما۔ ”ہدی، اب ہتھ گھر اے ہوئے نظر ار پہے ہو یا بیات ہے؟“

”سر کا ایساں آرڈنری ہاں بھکلی ہوئی ہے۔“ جیسے اس بھک کی سوچ اونگی جیسی۔ ابھی اسکے اور کیا ہوئے والا ہے۔ بیباں  
میں وہ راؤنی آرڈننگی دینے تھی ہے۔ مکن اسکے کوئی کوئی بھی کچھ تھا۔ ہر پال نے گھر کر کیا۔ ”آ۔ اونگی؟“

”سر کا ایساں کچھ تھی جب سے طامون پہلا ہے۔“ جیسیں میں کوئی ہاں رات کے نئے نئے میں تھیں ہوئی گرفتی ہے۔ جس تھی  
میں اس کی آرڈننگی پڑی ہے، باہم پوری آپڑی کاہیں اونگی۔“

ہر پال نے اسے ڈاکا۔ ”یہ سب ایسا ہے جسیں ہیں ہاں طامون ضرور بھیجا ہوا ہے۔“

وہ بندرا کے کوارٹر سے اپنی آیا اور ظاہری سے مسٹر پر روانہ گئی۔ وہ مسٹر پر لٹھا جائیا۔ اسیاں سوچتا رہا۔ یہ دیبات کے، بنے۔ اسے اپنی  
کھانپھاں ہوتے ہیں۔ بھاکی بھاکی بھتی ہوئی گز رکھتی ہے۔ طامون نہ ہوا بھوت پر ہتھ اکی جس کے سر پر چالا چڑھ کر کھیتے ہوں۔

وہ آئیں بند کے خاموشی پر اور ہا۔ دو دن کے نتیجے نتے میں ہر قرآنی رہی۔ ہر اس نے کہنے والے کیک ایک ہولکاک آوازی۔ کوئی بڑی ڈراماتی آواز میں صد اکارا تھا۔ ”چڑھا جاؤ۔“ اسے گھوس ہوا کر دنے کی آوازی خاموش ہو گئی تھی۔ اور یہ بھائیک صد اکاریک وادیوں میں آئے اعلیٰ طوفان کی طرح گردہ رہے۔

ہر پال سکتے کے سے ہالم میں سجا جاؤ خاموشی لینا تھا۔ اس دن وہ بھائیک صد اکاریک اس کے چکر کے پھوڑے اسے ابھری۔ ہر پال کی تمام آفتاب اسas بھی ہوئی تھی۔ اس کی آئیں بھی ہوئی تھیں۔ دو چوتھے کلکر، پاٹا۔ حواس اسیا کا کر سارا تھا اپنے پنکھ پر کروٹ پولی ہے۔ اس کے قدموں کی آہت سنائی۔ ہر دو دن کے کلکی کچھی کچھی چاہت ہوئی۔ سارا نگر سے ہجر جائی تھی۔ ہر پال سہا جاؤ لیا رہا۔

ذراد بیر بدد دو دنہ پھر کھلا۔ یہ کی دھنڈی روشنی میں ہر پال نے دیکھا سارا کے بہر کیڑا تھیں مکھوں کھوا ہے۔ وہی رخساروں میں دبی ہوئی کمری آئیں۔ وہی داڑھی پر تھوڑے سے ہاں۔ وہی کا توں میں چاندی کے پالے۔ اس کا پیور رخنوں کی کھانا تھا سے اسی طرح بیدھنا کہ نظر ادا تھا۔ ہر پال کی کھنڈیاں آیا کہ وہ اتنی رات گئے کیاں آیا ہے؟ وہ کیا پتا تھا؟ آفر گھر اکوہ الیخیا اور شستہ دھنڑوں سے بڑے کھنکھنکے۔

بڑے سے اپنی کرسنے بندگی ہوئی سے تھے تھا۔ اسے اس کے سامنے پیچ کر رہا۔ ”لگھے یہ دیہی ٹھنکیں چاہیے۔“ ٹھنکیں چاہیے۔ نگے اپنے موٹی ٹھنکیں چاہیں۔ میں اپنے دش جانانیں چاہتا۔ نگے اپنی بندگی چاہیے۔ میں اس کے ہانگیں تی ملکا۔ میں اسے ”تھی بھتی“ دھوندا رہا ہوں۔“

ہر پال دار کھلکھل کر جوئی کی۔ سے فراہم اسی ہو گیا کہ بھائیک صد اکاری کے کھنکھنکے۔ اس کا پیور رخنوں کی گھر وہ ایک باپ بھی تھا۔ بڑے سے ہر پال کے جواب کا اکارا تھیں کیا۔ سارا نکا ازاد، پکڑ اور اسے کر کے کہاں جاتا تھا۔ مگر سارا اس کے ہمراہ جاتے کے لیے آمد تھی۔ وہ اپنا ہزار جگڑا تھے زور سے پیٹھ تھی۔ ہر اس نے ظہب ہاں کو کر بڑے کی کاکا تھا۔ پہنچ کر کر رہا سے کاٹا۔ پاڑ جھپٹا اور جاگا کر جاہر جلی کی۔

بڑی خاموشی کھوارا ہا۔ اس کی برد کاٹی سے خون کی بھلی کی دھماں کی تھی۔ خون کی بندی فرش پر ٹکپ کر گری تھیں۔ بڑی حاتھی کی زار دار تھامیں کھوارا ہا۔ پھر سر جھکائے ہوئے دبھی باہر جا گیا۔ اس کے چیرے پر نگھٹا ہبھت تھی اور کوئی انت۔ صرف گھری میانی کی زردی جو پہاڑی اسی خاموشی کا شکرے کے چیرے پر نکلا آتی ہے۔

”تھبہری ماں زخم ہے؟“

”مرگی میں لے تو سے بھاگی ہیں۔ ٹھنکتے ہیں اپنے کے لئے۔“

ہر پال نے طوفانی کیا۔ ”اس کے چیرے پر گھری خاموشی چھا گئی۔“

سارے نہ گردن پا کر اڑ رکیا۔ ”ہاں“ اس کے چیرے پر گھری خاموشی چھا گئی۔

ہر پال سوچنے لگا یا لڑکی سے پاری کھیل کھیل رہی ہے۔ اس کا کوئی اسی تو سہا نہیں۔ اس کے چیرے کی بیوی اس کی دردناک زندگی کا سایہ تھی تو ہے۔ اور وہ کہلا تھی مکمل غرتوں اسی ہے اور کہیں بھی۔ اور یہ پیارا دل میں نکتے والے بالائی سب کیتھے اور دلکش ہو گئے تھے۔ وہ اپنے طلاقے سے باہر کر لیا کیونکی کافی وقت کرتے تھے۔ وہ پہلی ان کی انکھیں بڑی ایھیت ہے۔ مگر کان کے نزدیک کوئی وجہ نہیں۔ نفرت کا پایا حساس پیارا لوگوں کے علاقوں ہر پال کے دل میں قابض کیلی بارا بھرا تھا۔ وہ دل اسے ہم اپنی اپنی بھروسی سے دیکھاتا۔

آغاز سرما کے ساتھ یہ دیباں دیباں سے اس کرمیانی طلاقے میں آہ شرمند ہو جاتے تھے۔ ان کی دباؤں حالتی مٹاڑ ہوتا تھا۔ ان کا نہم برہن حشم کہنا ایسا مسلکی بیانی سے دھندا ہے اپنے پرہیز چیرے پر بے سروردی سے پہنچے ہوئے برہنی اور سخت ہلت سے بند پر ابھری ہوئی مونیک ریگیں۔ وہ سعیت زدہ اور تباہ حال نظر آتے تھے۔ ہر پال دل میں سوچا کر پاٹ کھے کوئی اور دل میں نہیں۔ انکی زندگی کا کوئی نکل کھیل ضیب نہیں۔ لیکن اب اسے ان پیارا لوگوں سے نفرت ہوئی تھی۔ وہ خور کرنے والا کھر جاتے ہوئے پیارا دل اپنے لئے انسان کی قدر خود پاش اور کینے ہوتے تھے۔

گلکارہ دہم کر کے جاتا تھا۔ ہر پال کی صورتیات کم اور کمیں۔ سرحدی طلاقے میں شستے طامون کی دیاں بھائیتی۔ لہذا وہ چک پڑت پر معاشر کے لیے بھی نہ کیا۔ اس کا پیچھوں اسے اپ کھر کی تھی۔ اس کا گالی بچہ و اور غواصوں سے نکل آتا۔ آئیں علاقوں جھلکیں کی مانند جھلکاتیں۔ سردار گھر کی طامون سے اپ محفوظ تھا۔ لیکن ہر پال کچھ زیادہ پر بیان خانہ سارے بگریک شام جب یہ مطمئن ہوا کہ کچھ اسی بندرا طامون کے اسے دن اپنے لی جاگ کیا تو ہر پال کی گھر رکیا۔ اس رات کوہہ دہنی پر بیانی کے سامنے سویا۔ کاہو شب کے گمراہے نتے میں، راتے کی دو دن کا آوازیں اسیں۔ اس کی آکھی کھل کی۔ کچھ عورت ہر بڑے رات ایکیز اسیں ہیں کر رہی تھیں۔ ہر پال نے سوچا شاید کوئی مرگیا ہے۔ شاید کوئی طامون کا انشان بن گیا ہے۔

چک چڑاں اگل کرچے چھا۔ ”تو کچھ تو بیہاں کیوں رہتا چلتی ہے؟“ سارنا نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنی پیش پر ہر ہدایت کر کے اس کے سامنے کر دی۔ اس کی نرم نرم مدد پر کمرے گمراہے سیاہ لٹان اپرے ہوئے تھے۔ ہر ہال نے گھر اکر رہا تھا۔ ”کیا ہوا؟“ سارنا نے تباہی، ”وہ پہلے تھا تو احمدی تھا۔“ بہت جوے جوے اور بیماری شستھا۔ ان کو چھپ پر ادا کر گئے اور پیازی سے بیٹھے لاذماں چلتا۔ لے پہنچا تھے۔ بہت دیر چک ان کو چھپ پر ادا کر چلا پڑتا تھا۔ ساری پیٹھ پر گماڑا چڑھ گئے۔ بہت سے تھرے لے گئے تھے۔ ان میں کبڑے چڑھ گئے۔ ”ہر ہال اڑ کیا۔ اس نے آہن سے چھپا۔“ تم اچھت کا کام کیوں کر لیتھی؟“ سارنا نے جویں ہے باکی سے اپنا پیدھ کھول کر عزیز کر دیا۔ اس پر جو اس کو ہوا دھپ فخر آ رہا تھا۔ ہر ہال کو اور تجھ بھا۔ ”یہ کیسے پڑ گیا؟“ سارنا نے اپنا پیدھ اٹھا کر کہا۔ ”جب کمائے اونٹس میا خاتو بیا کہا اپنید پر پھر رکھ کر ڈالا پہت لے۔ سوس طعن بیہاں کا لاد کیا ہے۔“ ہر ہال خاموش بیٹھا رہا۔ سارنا کے دل آوج چورے پر ہمایہ کے دھی وہنڈے سامنے بھل گئے جوں نے پہلے درود کہتے تھے۔



اس کے جانے کے بعد ہر ہال بھی انھوں کر بڑھا گیا۔ دوسرے حصے میں بڑھتے تھے تھیں تھلک کے قدموں کی بھی بھی اہم سنائی دے رہی تھی۔ ہر ہال سارنا کو خلاش کر لے گا۔ وہاں موجود تھی۔ ہر ہال نے سچا گیب دیا تھی اور کی تھی۔ بے چارے بڑھتے کے ہاتھ پر بڑی طرح کاٹ کا اور بھروسے کے سارچھلی بھی بھی بکھر سکے جاتے کا ہر ہال کوئی خال نہ تھا۔ وہ مفتری طور پر جو احساس واقع ہوا تھا، اگر بیوی خالہ بھی بھی میل کے چلا جاتا تو وہ اُنیں صدمہ دےتا۔ یمن جب بھر میں والیں آؤ تو اس نے دیکھا سارنا بیڑ کے پیچے انہیں دے دیکھی اور اپنی بیٹھی ہے۔ وہ اس کے آنے سے قلی کرے میں آگئی تھی۔ ہر ہال نے جیت زدہ ہو کر چھپا۔ ”تو اپنے بابا کے ساتھ کیوں نہیں گئی؟“ سارنا نے اپنے میں کردن ہا دی۔ ”میں اٹھنے پہنچا تو اسی گی۔“

”کیوں؟“ ہر ہال نے جیت سے آٹھس پاڑ کر کہا۔ سارنا اندھرے سے نکل کر رہی تھی آگئی۔ آگے بڑھی اور ہر ہال کے بازوں سے چوتھی گئی۔ ”میں نہیں جاؤں گی۔“ وہ پیچاں کی طرح لہک لہک کر دے لگی۔

ہر ہال نے سے مکھا ٹھاکر۔ اس نے سارنا کو زور سے پیچے دھکیل دیا۔ وہ دیوار سے گکر کرٹیں پر گر پڑی یمن فوراً انہوں کا سامنے کھو لی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو نشک ہو چکے تھے۔ چرے پر ٹھلاہ است بھی نہ تھی۔ ہر ہال اور پھر گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر سارنا کے رخسار پر نہ دے چکل رہا اور اپنے قبلا رہا اور کریا۔ ”آگئی بیہاں سے چل جا۔“ گروہ فلامیں حکمتی ہر ہال کو کھکھتی رہی۔ ہر ہال نے سچا کر کابو دیا کرے؟ وہ مذہل ہو کر تجزیہ لیت گی۔ لیکے لیکے معاذیل آیا کہ لکھن آیا تو میں کہو، وہ اس سے محبت کرنے لگی ہے۔ یمن محبت کا یہ اندازا سے کچھ گھانا دا سامنہ ہوا۔ ذات کا یہ احساس بہت لاکل ڈالتی اور نیت نظرت۔ وہ اس نے پھر اپنا رہا اور ٹھاکر رہا۔

وہ تقدیم اور روزگار میں اپنے بیوی اور اپنے بیٹھ کی اڑکی سے محبت نہیں کر سکتا تھا۔ شادی کرنے کا اس سال ہی پیو اسی ہوا تھا۔ گھر سارنا کی محبت کے دلیل ہے اس کی ایمیٹ خدا بینی اپنے دل میں بڑھا دیا۔ وہ اپنے کو کھا اور اپنے گے دراں اور بھی کر کے چھا۔ ”چھا یہ تساں انا تو کیفیتی ہے بہت بیوار کرتی ہے؟“ سارنا نے اگر ان ہا کر ساف الاء کر دیا۔ ”میں“ ہر ہال جیت سے

بیٹوں میں بھا کچا کھاتا ہے اور آج کی گاہ میں بھی ہوئی شراب لے کر آتا۔ خانہ میں بھی ہوئے کھاتے کہ ایک بیٹھ میں انہیں کڑا قریب سے لگا تاہو اس پر گاہ کی جھوٹی شراب چلک رہا۔ آج کے ہر دن تارکوئی پر جا کر کھرا ہو جاتا۔ زبانی اسے دیکھتے ہے تو اپنی سے بھپٹا۔ لیکن خانہ میں بھی ہوت کرتا جیسا کی پس سے سبھی سے لف اخفا۔ ”سالِ اتنی جلدی پہنچاں پہلی بیداری اسکا حق وہ کی پڑی ہے۔ یہ تو ہمیں ملے گی۔“

زبانی کی گرد سماں پہنچا لگتی۔ وہ نہ پہنچا لے لگتے اور تکھری ہوئی موجیں دلوں سے الجھ لگتیں۔ وہ خوشد کرنے لگا۔

”اُرے کیاں ہلا رہے ہو؟ یہ دیں آگ لگ رہی ہے۔“

خانہ میں کوچھ اور دلوں کے نتائے ہوئے آرڈر یا آجاتے۔ میرگر کی ذات اپنے پاہ آ جاتی۔ وہ جلدی سے ہاتھ بچڑھاتا اور بیٹت نامی کے تھوڑے سی خدا رہتا۔

زمانی بیٹت کے لئے کوڑا دوں ایج یا جوڑتا اور ایک ہاتھ اکھر خاص فونتی امداد سے سلیوت کرتا۔ جرے لے لے کر جوچ کھاتا۔ پاس کھڑے ہوئے آرڈر کوں کو جھکرتا۔ خانہ میں کوڈر زور سے گالیاں دھار جانے والے خون کی طرح خستا رہتا۔

ٹائیپ سے کالیاں کامیابی اور مان تھا۔

لیکن آن کھوکھی بندھی۔ تائیپ جایا گئی خوشیدہ بھی کی اور کالیاں بھی دیں۔ پڑھتے خانہ میں کوڈر زور سے کامیابی اور دیگر مددی بھی کی۔ تاہس اس برتری سے تباہ اور نہ لیاں پڑے اُنہیں پڑے آئی۔ چند گھنٹے ہوئے ہوں کے دلوں کے ساتھ وہ بھی باہر پیٹھے میں ہماہیا جیتا۔

کھوکھی کمل نہیں۔ تائیپے دیجیں ہو کر انہیں سیلگی کا فرش دلوں پا تھوں سے نولانا شروع کر دیا۔ اس کے ہوئے نو شوں کے کچھ کھوئے اسے مل گئے۔ اس نے کھروں کو مد میں بھر کر جانا شروع کر دیا۔ ہائی سکھن کے کچھ بیکاے شراب کی گلی یاد آ ری تھی۔ تو یہ دیکھی ایک مریل کا حرس سے بھی بچا رہا تھا۔ تائیپ کوں کے اس طرح بھی جو چھوٹے پر اپھن ہوئے گی۔ اس نے ہل کر اس کے ایک لاتھا دی۔ ”یہاں تو یہی ہر دس رہے ہیں اور یہ سالے مومن اڑا رہے ہیں۔“ کامیابیا ہا۔ اس کی تیکھیں لکھ پاں ہمارے سے کگر آرگی کی کہرا باغیں میں کوئی نہیں۔

گلی کے کچھ پر لیپ پاٹ کی تھی ہل رہی تھی۔ اس کی ”عذر لیں“ روشنی میں پاٹس دلوں کے سامنے نظر آئے۔ وہ نکتہ پر لکھ

## ٹانٹا

کرمی آرڈر کی رات تھی۔ پتھ جھڑکی تھی جو ہوا میں سکیاں بھر رہی تھیں۔ وہ ان لگیوں میں کتے رہ رہے تھے۔ کیسا توہاں غلاموٹی میں ایگاٹ ہوا نکل آ رہا تھا۔ اُس کا ہے بگاے سے سر دھتے۔ جام من اندھائے چےے تھے۔ باہر بیٹی خانے کی گھنی سے دھوں لگل، بھاٹاٹ پنگاڑیاں اڑ رہی تھیں۔ باہر ہی میں کھٹلے اہل بار بھی خانے کی بھوکی بھی بندھی۔ تائیپ اس برتری اور اس میں خانہ میں پہنچتا تھا۔

بہ بازاروں کی ٹھاں بکال ایج چال آئی اور اس کریب ہو جاتی تو تائیپ اسکے ہار کی گلی میں والی ہے۔ جو گلی میں ابھی ہوئی باہر بیٹی خانے کی بھکل رہی تھی اور بھوکی پا بھر رہے اسے اساتھی سائے کا لھاکر رہتا۔ لیکن جب دیکھ کر اپنی افسوس نہ ہاتھ پھینک کر چلا نہ لگا۔

”اپنے کیا ہے بنا پر کھل گئے۔ سا لو یا تکاری کب بکھر گئی؟“ باہر بیٹی خانے میں بھرے صھدار کر پہنچتے۔

خانہ میں کھوکھی سے گردان ٹھاں کر کرتا۔ اسے مرا کیوں ہاٹا ہے۔ کوئی جیزڑ خالی ہو لے دے۔ ”تائیپ میں ہو جاتا“ ہم کر نہ رہا۔

”اوہ باتا ہے تجھی سمجھے سرے دا جو“  
بہ دھنے خانہ میں کوڑا کھلائے کامیابی کو کوئی جذبہ بھروسی یا بھکل اس ساری برتری۔ یہ اسی تھا۔ اس بھروسی یا اس ساری برتری کے خانہ میں کوڑا کھلائے کہا جاتا تھا۔ کہا جاتا تھا۔ کہ ساری دھنے میں تائیپ ہے۔ اس کے لئے اسے نیلے بال اس میں بھکتی جا رہے ہیں۔ اس کی بھوکی آنکھیں بھوکی کی طرف گی ہیں۔ وہاں تھی شراب کی تھیز میک پر جان دھا رہے۔ اس کی گلی اسے سرخوب ہے۔

خانہ میں اپنے کام میں ایجاد رہتا۔ جس سے سندھی سے آ کر آرڈر پر آرڈر سائے اور خانہ میں کوڈا جیتا کا علیل سے ہار جاتا۔ اُس کا دھن میں قیچی کھکھے رہتے۔ جام لگاتے رہتے۔ اس کشڑ کے لئے حرث رہتے۔ بھوکل جیزڑ خالی ہوئی۔ بھوکل جیزڑ جو جھوٹ

سے زیادہ سے آرام کی ضرورت ہے۔ وہ خواہید نظر ہوں سے آٹھ دن پر گئے اور مذہبی کام سے اپنی ای طرف اکابر اگلے ہو ملعم ہوا۔

وہ الگ کر آٹھ دن کا پاس کیا۔ جس اخیار ہو، پھر اس طرح گمراہ کیا چھے، وہ کوئی پر اسرار طاقت ہے جو دعائیں میں سوت کر ٹھنڈے ہو گئی ہے۔ بیچے وہ دعائیں سے بہکتا ہوا کوئی راتی ہے جو نہ عالٰہ ہو کر تھیر گیا ہے۔ جانشینے پوچھنا نظر ہوں سے بڑی طرف ریکھا۔ کمرے میں بکلی روشنی تھی۔ دیواروں کا سبز رنگ جو اخوناک ملعم ہو رہا تھا۔ غامبوثی بہت گردی اور جانشین کا جسم سردوی سے تحریر رہا تھا۔ اسے آرام کی ضرورت تھی جیسا کہ اس نے آرام نہ کیا۔ دروازہ کھول کر درمیں کرے کرے میں جس کیا۔ یہ کمرہ بھی غالی تھا۔ اس میں اندر جائیں گے تھا۔ باہر سے آئے والی روشنی کو تکڑی پر پے اونچے پوچے نے روک رکھا تھا۔ جانشینے اندر ہرے سے داشت زدہ دروازہ کر پورے پہاڑ حمارا اور اسے لفڑی کر کر ٹکڑے دیا۔ روشنی اپاک کرے میں بکلی ایک جانشین کرنا تھا۔ اس کرے میں کوئی پنک تھا۔ فرش بہت لختا تھا۔ جانشین کے بہنہوں کے نکونے مٹھے تھے۔

سانتے دیوار سے الگی ہوئی الماری ایں تھیں۔ اس نے ایک الماری کھوئی۔ الماری میں میلے کپڑے ہرے تھے۔ اس نے بھنگلا کر کپڑوں کا خالی اور باہر پھیک دیا۔ الماری کو بھیناں کاٹھ نظر ہوں سے کھینچنے لگا۔ الماری ایک کشادہ تھی کہ وہ اس میں دیکھ کر سوکھا تھا۔

اس نے الماری بند کر دی۔ دروازے کے ایک پٹ میں آئندہ اونچ اس تھا۔ الماری کا دروازہ بند کرتے ہی آئندہ سامنے آگئی۔ اس نے اپنی کوس دیکھا۔ اگھے ہوئے نیلتے بالی کھروں ہوئی کھنچنے لگنے پر تریتب دالی وحدتے وحدتے پر چھانپی ہوئی ورنی ورنی۔ اس نے خود کو پھیلنے سے الگ رکر دیا۔ تاگواری سے دعائیں کا جس اخیار اور آئندہ پر دے مارا آئندہ چھانپ کے سے نوت رکھے گئے ہو گیا۔ اپاک الماری کے پیچے سے چودہ پندرہ برس کی ایک دلی ایکلی اور کی قیق کر بہرا گئی۔

جانشینے خوفزدہ ہو کر کہا۔ ”کون ہے روی تو؟“

اُر کی گمراہے اونچے پٹھیں بولی۔ ”میں تمہاروں۔“

جانشین کی سر ایکلی جاتی رہی۔ اسے خود پر خدا یا کہ وہ اس کمزور لوگی سے ذرکر کیا گی؟ بھجھا کر چھا۔ ”ترام زادی تو یہاں کیا کر رہی تھی؟“

تھے۔ اپاک کسی کا سمجھل نے اپنی آواز میں لکھا۔ ”کون ہے الگی میں لکھا۔“ ساتھی ہارق کی تجزیہ ٹھیک جانشین کے جسم پر چڑی۔ وہ دروازہ ہو کر درمیں سستہ ہوا۔ بندوق پٹلے کی جزوی اواز خاصوٹی سے اہمی۔

گولی ہاتھی کے پاس سے ٹھیک ہوئی تگرگی۔ وہ دروازہ کے پارے میں دیکھا ہواں مڑک پڑا۔ کیا جو کشادہ گی تھی اور دروٹن ہی۔

جانشین گمراہ اکیک کوٹی کے کھلے ہوئے پھاک میں راضی ہو گی۔ اس نے لان میڈر کیا اور ہر دلی ہر آمدے میں لفڑی کیا۔ سب دروازے بند ہئے تکڑے کوٹے والے کرے کی کھلی روشنی۔ وہ اس پر چڑھ کر اندر کو گلی اور جمٹ کھوئی بند کر دی۔ جب پاٹھک اور دلوں کے بھاری بھاری بیٹوں کی آوازیں دیکھ گئیں اور جنک اور جنک پر سانجا چمایا کیا تو وہ سمجھل کر کھو گئی۔ کرے میں اندر جامبایا تھا۔ دروانہ دن سے روشنی کی بکلی بھائیں بہوت ری تھیں۔ اس نے دیکھا دی رکے پاں ایک لبی جیز ہے۔ اس پر کوکنائیں کھکھلی ہوئی تھیں۔ کوکنائیں پٹلے ہوئے تھے۔ سکریت کا ایک اباگی ہو رہا تھا۔

کمرہ قابل تھا۔ دروانہ کوٹی کے درمیں سے میں بھی نہ کوئی آہت تھی نہ آہ۔ خاصوٹی بہت گردی تھی۔

وہ آگے بڑھا اور جیز کے پاس چلا گیا۔ سکریت کا پاناخا کر کھوا۔ صرف ایک سکریت ساکھی اور دوڑا اسی طرح جیز پر رکھ دیا۔ دروانہ کے پاس دو خالی پیٹک پر چڑیے تھے۔ دریار کے پاس دو خالی پیٹک پر چڑیے تھے۔ سامنے کھنچنے پر ایک پر اکا گاں لکھ رہا تھا۔ جانشینے اسے چوکر دیکھا۔ گاں اونی کپڑے کا بنا ہوا تھا۔ جانشین کو سردوی کا احساس شدت سے ہاتھ لے گا۔ اس نے گاں ادا رہا اور اسے پکن لیا۔ پکنا ہوا درمیں میں اس طرح چاکیا ہیتے خوب میں گاں رہا ہو۔ اس کرے میں روشنی تھی۔ وہ آہت آہت پکارنے لگا۔

”اُرے کوئی ہے یہاں؟“

”کوئی ہے یہاں؟“

”کوئی ہے؟“

تجھے سردوی اس کی آواز دروازے سے لکھا کر تھا موٹی میں ڈوب گئی۔ وہ کھویا کھویا سا آگے بڑھا اور ایک سوٹے پر جا کر تم دروازہ ہو گیا۔ اس تمام درمیں سے میں بکلی ہارا سے ٹھانگیں ہوئی۔ اس کا جسم سردوی سے تحریر کا پہ رہا تھا۔ اس نے سوچا کر بھوک

”اس لاری اگلی سے زراسا کردا تھا۔ میں اپنے ہی کے رہنماء گا۔“  
موس کے ترتیب آگئی۔  
”کیا ابو تمہارے بھائی میں؟“  
”نہ سوہنگا کیا ہے۔“  
لوکی اس کے دم میں بھگی لیتی گی۔ ”تو اس کا ملاج کیوں نہیں کرواتے؟“  
”بہت ملاج کردا ہے۔ بچتا میں بھرپا کردا۔ پر یہ اکثر ہوتے یہ بدملاش ہیں۔ سالوں نے ملاج والان تو  
پکوٹیں کیا۔ کئے گئے اپنا ہی سمجھے پرے کیا وہ۔ جسیں تو ساری زندگی ہاں کم سزا جائے گی۔ میں بھی ایک ہی سیاہ لالا۔ جس روز  
انہوں نے آپ سن کا اکلام کیا۔ میں رات ہی کو روز کی کھوئی پھانڈ کر کھاگ گیا۔ پھر کسی ڈاکٹر کے پاس فٹیں گیا۔ اپنا تو  
کڑوے تھل سے ہی کام مل جاتا ہے۔“  
نوئے جھٹ شوارچ حاکر اپنی بندی کھاکی۔ ”دکھو کی کجا جا ڈاکٹر ساب نے اچھا کر دیا۔“  
تاجی اس پتھنے کا کس اس کا اپنا جان بن گھانا ہے۔ اس پر جھٹخورے لیتے ہیں۔ ہمارے سے بانی پرے ہے۔ اور موکی بندی بہت  
غورہ سوت ہے۔ اس کے پرے پر کوئا بیوں کا جھٹا جان ہے۔ زندی ہے نہ بندی کی لفٹکی ہے۔ صرف ایک لاری  
ایک گورت رہ گئی۔ تاجی اس پتھنے کا اس گھر میں سب بکھاں کا ہے۔ یہ غورت کمرہ نے زم زم صوف۔ پیراست ہے پرے۔ یہ  
گھری گھری ساف ٹھاٹ، دع اس اور یہ ٹوٹ۔ صرف ایک لاری ایک گورت۔ اور گورت اگری اس نے اتنا تھب بٹیں پیا تھا۔  
نوئے جھٹ کے پرے کو ایک ہکا۔ اس کے پرے پر چھانی اولی دل دلست کو دیکھا۔ اور اگری اگری آگھوں کا وادھا لئے  
دکھ کر دوڑ رہ گئی۔ گھر رہ گئی۔ اس نے جھٹ اپنی بندی کھچا۔ تاجی اگھٹا کر کوئی طرف ہے۔ اور غورہ ہو کر جھٹے  
گئی۔ تاجی کی اچھٹا ہٹ بڑھتی گئی۔ اس نے جھٹ کر کوئے دلکھ پن سے دیکھا ہے۔ اس کے کلب کو جا رکر دیا۔ اس کے  
رساروں کو چھا لالا۔ اس کے کم زم بونوں کو اس کی گلزار ہا جبوں اور اس کے تمام جنم کو دا جوں سے لوچا ٹردی کر دیا۔ غورت  
زدہ ہو کر اسے جھڑ دیا۔ ”چو بالک الوکی ہو گئی ہے۔ پھر وہے ہوں گوئی۔“  
لوکا کر پہنچم فرش پر اتھا۔ اس کے جنم پر جھانگی، اخون کے لشان تھے۔ رسار لیٹے پر گئے تھے اور جو فرش سے خون اس  
راختا۔

لوکی سکی ہوئی تھی۔ اس نے تھنچا تھے ہوئے کہا۔ ”میں تو ذکر بیہاں پھچپا گئی تھی۔“  
”تو بیہاں اکلی ہی ہے اور کوئی نہیں۔“  
لوکی نے بتایا۔ ”واکر ساب شام بھی کو پڑلے گے۔ میں نے کہا مجھے اپنے ساتھ مولیں لیتے چل۔ لیکن وہ مجھے اپنے ساتھ  
ٹھن لے گے۔ وہ مجھا پہ ساتھ لے گی کیسے جائے۔ ہوں گا جزا میں، وہی ادیس کی تو جگہ تھی۔“  
”چھتے ہاتھ لاری کے پرچے پر بچا کی سی صوصیت پھاگی۔“ وہ بھی پڑلے گئے جانی بیتی کو مجھے کے اور بیبا کو  
گئے۔  
لوکی ادا ہو گئی۔  
تاجی جانے پا چھا۔ ”وہ ہما کون تھا؟“  
لوکی کا چھر کھر گیا۔ ادا کا قہارجھٹ گیا۔ چک کر بولی۔ ”اہن کا اندازہ بہت بولا بھوال تھا۔ جزا یار اس۔ بالکل رنج کا سالگی  
تھا۔ آڈی کو بھی دکھا دوں۔“ وہ ایرادا لے کرے کی طرف ہو گئی۔  
تاجی خاموشی سے اس کے پیچے پیچے پڑلے گا۔ لوکی نے کمرے میں داش ہو کر دیوار پر لگی اہلی ایک غرہ سوت پتھنے کی تصویر  
دکھائی ہے۔ ایک لالھکی اہلی گندے پیچے ہاگا۔ باقاعدہ۔ اس کے پرے پر ٹھی کی دھمپ تھی اور اس کا چھپ پلے ہوئے تھے۔  
”وہ کوئکھا یار ہے۔“  
تاجی اس پتھنے کا پیچے جس گندے پر لگا ہے، وہ گندے بیٹیں ہو ہے۔ سو جواب اسے نہیں ملتی۔ اس کے لیے اس ہے۔  
پیٹن پیٹن رہا تھا۔ وہ کیوں اس ہو۔ اسے کہلی اور نہیں جائے گی۔  
تاجی نے سچنے سچنے غصب ہاک ہو جاتا ہو جاتا۔ تصویر ایک سمجھکے سے کھلی اور فرش پر پلے دی۔  
لوکی خوفزدہ ہو کر بولی۔ ”یہ کیا کام تھے؟“  
تاجی نے اسے جھڑ دیا۔ ”چو بالک الوکی ہو گئی ہے۔ پھر تھے اکل کا جو ٹھاکی ہے جو تھے اکل کا جو ٹھاکا گیا۔“ لوکی کی  
میں پکھ دیا۔ اس نے نوئی اہلی تصویر اٹھلی اور اسے کھلی اکھی نظرؤں سے دیکھنے لگی۔  
تاجی اس پتھنے کا لارکی، اوقی الوکی ہے اور اس کا اپنا جنم سروری سے تحریر ہا ہے۔ اس کے کھی کے ہو سر میں نہیں الخودی  
ہے۔ اس نے نہیں سے کہا۔

دیکھنے کا چیزے کہدا ہوا۔ تم نے لفڑی کی جگہ بھی پھان۔ ہر ایوں نے چیزے سے بھاگا لیا۔ اپنا تو یہ ہے اس سے پہلے ہی یہاں  
کھلی کیا۔ وہ ملٹار کر پڑنے لگے۔ انہوں نے ملوکی چاہنے کا حوالہ کر رکھا۔

”یہ کون ہے؟“  
تاجی نے کہا۔ ”توکی“، ”وہ ملٹار نے لگا۔ اس کی ملٹار بھی قاتا اور یہاں کی بھی۔ وہ ملوکے جنم کو گھر کر کھوئے ہو گے۔  
کسی نے کاون ہذا ہے۔ اور جوست زدہ ہو کر کہنے لگا۔ ”اے یہ تو الکل ہی ہے۔“ سب بھکر دیکھنے لگا۔  
وہ ٹھیک ہوئے ہو کر کی نظر وہن سے استاد یکھنے رہے۔

پھر کسی نے گھر کر کھا۔ ”اے یہ تو مرگی۔ کیا گھر کر رہے ہو؟“  
سب ملٹوں ہو کر کھر گئے۔ ملوکے جنم پر کاون ڈال دیا کیا۔ وہ جس ان گیئر نظر وہن سے ہر طرف دیکھنے لگا۔ ہر ان میں سے  
کوئی بول ایسا۔

”واکٹر ملٹار اس اپ کو چلے گیا۔ اب یہاں کیا ہو رہے۔“ وہ تاجی کی طرف دیکھنے لگا۔

”اس پر چالاں کیا کر رہا ہے؟ سالے کی تو گھی جل کر مر جانا چاہتا ہے۔“

ایک بڑا ہائی لے ڈھک کر تاجی کو دروازے کی طرف دھکلیا۔ پہلی بھاگ یہاں سے۔

تاجی نے ٹھیک نظر وہن سے اس کی طرف دیکھا۔ ”تو مار کیوں رہے ہو؟“ سیدھی طرح کیوں نہیں کہتے۔ میں کوئی یہاں ہیلا  
رہاں گا۔“

تاجی ملٹار آپ پڑھتا ہے۔ تھوڑا ہوا توٹی سے ٹکل کر باہر آگئا۔  
بڑا آپ کرتا ہے۔ اس کی ملٹوں کی کہڑا ہوئی۔ ملٹار کا ہوتی رہیاں ہی ہیں۔ سامنے اکٹھی کوئی بھی وی ہے۔ اور یہ کوئی  
اس کی نہیں ہو سکتی۔ کروہ اس کا نہیں ہو سکتا۔ زرم مصروف کا نہیں ہو سکتا۔ ہماراتے ہوئے پردے اس کے نہیں ہو سکتے۔ وہ صرف  
تاجی ہے۔ کاون اس نے جو کو اور حادیا ہے۔ دھات کا جس سچی دل ہے اور سکریٹ ہم تو ہو سکتی ہے۔ دیکھنے دیکھنے اکٹھی  
کوئی سے ہواں اخنچا۔

ٹھیک اال اال نہیں ٹال کر اپنے لئے گئے پاکہ کے دروازے پر کر شدہ چالے گئے۔ ہر کوئی کے اندر موی گھنی ہوئی تھیں  
سنکی دینے لگیں۔ تاجی کوئی کی طرف پڑت پڑا۔ ملوکی زندہ تھی۔ اور مویتے بھی چاہیے بھی تھی۔

کمرے میں گہری خاموشی پھیلی تھی۔ باہر جاؤں کی سردوہماں سکیاں بھر رہی تھیں۔ تاجی نے لوکے رہنے جسم پر رہنا  
کاون ڈال دیا۔ تقریب چلے کر سکریٹ سالٹھکی اور آہستہ آہستہ کش لئے گا۔

تاجی بیٹھا ہوا چپ چاپ سکریٹ پر چارہ۔ دلوں کے سیلے فلمہ رہتے ہے۔ کمرے میں خاموشی پھیلی تھی۔ لیکن پکراتے کے  
گھرے نالے میں بیٹل اسالی آواروں کا کلب کا شہر بھرے گا۔ تاجی چپ چاپ سکریٹ پر چارہ۔ شور ہستے ہوئے تقریب آ  
گی۔ آن کی آن میں کوئی کے احاطے کی چاروں بجاری چاندے کی آوازی سنائی دینے لگیں۔ جو راتے ہوئے میں قدموں کی  
آہٹیں رک رک کر سا بھرنے لگیں۔

پکو ڈاگ دروازہ ہکوں کر کرے کے اکٹھا گئے۔ وہ سب ہدایت ہے۔ ان کے ہاتھوں میں ٹھرٹھے ہم ہے۔ الھیں جیس۔  
پیروں پر حادت پندھے ہے۔ تاجی نے انکا ہر کوڑا کھا کر اس طرح المیان سے ہیٹھا سکریٹ پر ڈھارا ہاچھے۔ وہ انکا پہلے بھی رکھ  
پکا ہے۔ جیسے وہ انکا بھوٹے جاتا ہے۔

ان میں سے کسی نے پوچھا۔ ”اپا تو کون ہے؟“

”تاجی!“

”بندہ ہے یا مسلمان؟“

”پوچھ میں تے بہت مدھ سے سوچنا گہوڑا یا کریں کون ہوں؟“ تاجی نے ہے نیازی سے جواب دیا۔

”لیکا ہکا ہے؟“ ایک بڑا ہائی لے ڈھک کر نہیں کہ دنے دوئے چھارہ۔ ”لیکی لیک ہتا۔“

”میں جھوٹ نہیں ہوں رہاں۔“ تاجی نے اپنی ملٹوں کر لئے کی کوشش کی جگہ، ملٹوں کو ہوئے۔ تاجی کرگاں پر ایک اور  
کراچی پڑھ۔ کی لے اپٹ کر چھا۔ ”سیدھی طرح نہا ہتا ہے کیس۔“ اس نے جھلکا ہوا غیر مسامنے کر دیا۔ ”اسے کھا ہے۔“

تاجی خاموشی سے اکٹھ کر کھا ہو کر اپنی محلی چیک ہٹھن کے ہن کھو لے گا۔ انہوں نے اسے جھوٹ سے آکھیں پھر لے کر  
رکھا۔ ”یکا کر رہا ہے؟“

”پھنن اکارہ رہا۔“

”پھنن کاں اکارہ رہا ہے؟“

”تاجی اکارہ اکارہ رہا۔“

”تاجی اکارہ اکارہ رہا۔“ تاجی نے سکھی ٹال بنا کر اپنی اسی نظر وہن سے ان کی طرف

جنی اداری کو خواہاں نظر میں دیکھتا رہا۔ اداری دوڑ جوئی گی۔ سو وہ سماں کا جسم ہمارے ہمراے رہنگی پر ہوں کی طرح نہ ملے۔ جس کے پیارے پر کواریں کام جھوٹاں ہیں۔ تھا۔ تھی اور جو ان کی پوری تھی ہوئی تھی۔ سو صرف ایک لاری کی ایک گورت تھی۔ اس نے اپنے تربیت سسیں کیا تھی۔ اس نے چھوڑ کر بھاگا۔

اداری نہ جرمے میں اپنے بھائی۔ جانی نے فتحے سے فرش پر تکڑا۔ اور پس وہاں کو کالیاں دھج دھج آگے چڑھتا۔

جانی بڑک پر کھلا ہوا ساپتارہا۔ بگر جو جہاں بھی کیاں؟ اس نے مکان میں رہے تھے۔ شفط برار ہے تھے۔ وہی کے بال پلچریں پر پستھے ہارے تھے۔ پلچر ہوئے مکانوں سے انسانی تھیں اپنے جس۔

وہ آگے نہ کی۔ ایک ستمبر کا دن بڑک پر مرکر کشیب میں اڑا کی۔ قریب تھی کہہ ہے تھا جو بڑک کے پیچے سے گز جاتا۔ جانی نے پلچر کے پیچے تھک کیا۔

پلچر کے پیچے نہ جراحت۔ بکڑا تھی اور بڑی تیز پوچھلی ہوئی تھی۔ اس نے ماہس چلا کر کھا۔ قریب تھی ایک بردالاں پر ہی تھی لالی پہلوں کر کر تھی۔ زبان باہر ٹھی ہوئی تھی۔ آنکھیں کچھاں طرح بھلی ہوئی تھیں ہیے کہہ رہی ہوں۔ دکھنے لگتے تھے بے دردی سے لگل کر دیا کیا۔ میں نے اتفاق میں لایا۔ مجھے اتفاق لیا ہے تھا۔

1000 میں سے بہت کوڑی طرف پا گیا جہاں زمین خلک تھی۔ وہ زمین پر ڈھنگ کر۔

جانی اداری سے میں ہیجا ہوا سچتا رہا کہ اس کے چاروں طرف ہار کی ہے۔ بکڑا ہے اور تربیت تھی ایک لالی پر ہی تھی۔ ہے جس کی زبان باہر لگل آئی ہے اور آنکھیں پھٹ گئیں۔ باہر جو ہوا گئی سکیاں بھر رہی ہیں۔

ایک ٹھنڈی گمراہی میں کیوں کھڑے ہو اکھڑا گا۔ جانی نے دیکھتا رہا۔ بکر جب دعا دعا کرنی لی ساسیں ہر لالا تو جانتے کہا۔ ”وہاں بکر جوں کھڑے ہو۔“

وہ غوف سے ٹھنڈی کر رہا۔ ”تم کون ہو؟“

جانی نے دل کر کہا۔ ”میں کوئی بھی ہوں۔ بکڑیں کھڑے ہوئے کا شوق ہے تو وہیں کھڑے، وہاں تو اور پہنچے آؤ۔“

وہ جانی کے تربیت یا اور زمین پر پیچے گیا۔

زدی دی دیا ہوا تھا جانی پر پیچے گیا۔ ”تم چند ہاؤ مسلمان؟“

جانی بھٹکا کر رہا۔ ”میں کوئی بھی ہوں۔ اپنے بندوں مسلمان کے پیچے پہنچے ہوئے تھا۔ کوئی سکرت کر کر بھی ہے؟“

جانی بڑھنے سے اپنا ہوا کوئی میں کھس کیا۔ سو کے پاس بکاپ۔ وہ بیکھنے تھی اس سے چوتھی گی۔ جانی نے اسے اخراج کر پڑے کندھے پر ڈال لیا۔ وہاں سے کر بہار لٹک لکا۔ اس کے چاروں طرف ہواں پھیلا ہوا تھا۔ بیٹھ بڑک رہے تھے۔ کہاں جانی کر کر تھی پچھلے پاریاں اور سکنک جاتی۔

وہ بڑھنے کے درمیان سے گز جاتا ہوا بچا چلا گیا۔ اس کا چھپ، چھلک گیا تھا۔ لاہی بدل کر خونکاں بروگی تھی۔ سو لے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ وہ تھے کبھیں کے بھتوں کی طرح جیسا کہ مطمئن ہوا۔ اس نے ذکر آنکھیں بند کر لیں۔ جانی اسے اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے ایک بارہ بڑک پر آگی اور فٹ پاٹھ پر دعا دعا کے کارے کارے پلچلے۔

جانی اور دوں کی اوت میں پتھر رہا۔ اس کے پیارے پر ہمان ہوئی۔ اور سو بڑھوں سے ٹھنڈی رہی۔ ہاگو پس کی ایک لاری اس کے پاس آ کر رک گئی۔ دوکاں میں اپنے ٹکڑے کے اور اسے تمہارا۔

”کہاں سے آ رہا ہے؟“

جانی نے نمودرہ سامنے کر دیا۔ ”میں تو اس لاری کو داگ سے ٹھاکل کر لارا ہوں۔“

انہوں نے کہاں اخراج کیا۔ بکار میونخ زدھاٹھوں سے انہیں دیکھنے لگی۔ جانی نے سمجھتا تھا ہدایا۔

”اسے اسے کھو لیا ہاں لگی ہے۔“

وہ پہنچنے لگے۔ ”تو سالہ اس کو لے کر بہاں بھارا ہے؟“

جانی نے جمرت سے پوچھا۔ ”کہو؟“

”وہ بے باکی سے پہنچنے لگے۔ اسے کھو لیا۔“

جانی نے نمودرہ پاٹھ پر کھلا کر دیا۔ نہ بالکل چپ تھی۔ جانی کی چپ تھی۔ وہ آنکھیں پھانڈ پھانڈ کیتھے رہے۔ بہار انہوں

لے اسکا ہاڈ بکار کی طرف کر لیا۔

”یہ بھار سے تھا جا اداری میں جائے گی۔ رات بھر قاتے میں رہے گی۔ سچ رنی تھی کہ میں ہمچاہی جائے گی۔“

وہ بکوئے اس لاری کی طرف پہنچ لے گی۔ جواب بھی نہ ملی تھی۔

جانی کا ہر رہا۔ ”یہ بھرے پاس رہے گی میں نے اسے آگ سے بچایا ہے۔ اسے میرے پاس رہنا چاہا ہے۔“ مگر انہوں نے

ایک دن۔ جو کوئا اداری میں بخایا اور خود بھی چھپ گئے۔ زدیجی نے اداری کا اگنی میارت کیا اور وہ آگے چڑھ گئی۔

ہاتھ نے اس کی سمجھیں تو نہیں۔ لوٹ کالائے وہ پے کالائے اور جگاری ککھ کالائی۔  
وہ گزگرائے گا۔ اب بہت ان تم تے خالو کے لیں۔ کچھ دن بجی گئی۔  
”تمہارے دل میں ذرا رام نہیں۔ میرا گھر مل رہا ہے۔ سب کوکھات گیا۔ جیسی تو بھی مارا جائے۔ پھر کوئی قل کر دے۔ میری جان لا کر یعنی کوئی اٹھا کر لے گے۔ اب یہرے پاس روکی کیا گیا ہے عزتی تو بادو گئی۔“ وہ آدمی بڑا اس اس معلوم ہو رہا تھا۔  
گزگر جانی پڑتا رہا۔ اپنے تو اس میں گھر انسی کی کونی ہاتھ ہے۔ جیسی لاکریوں کی کوئی نکولی تو لے لی جاتا۔ کوئی اور نہ لے کیا وہ  
لے لے گے۔ کیا فرق ہے تو؟“  
ایک خاموشی میجادا۔ اسے جانی سے لڑتے ہوئے آدمی۔ وہ بیبا سے گل چانا چاہتا تھا۔ گرے سے اپنی چانگی پیاری  
تھی۔ وہ وہی دیوار پر۔ تین چانے اسے پہر جیسا۔  
”ابے خاموشی کیوں یہاں ہے؟ کچھ باتیں کیوں۔“  
وہ چھکا کر بولا۔ ”تم نے آن چک ا لوگوں کو کوئی پکالا ہے یا اور بھی پکالا ہے۔“  
ہاتھ لے گھما کر کہا۔ ”ابے امیں سے کیا کیا ہے؟ میں نے پھلتی تو ہو۔ پھر میں ہڑکوں پر محنت کی ہے۔ کوئی اتنی سروجیں میں  
ہر سے ادا کی ہے۔ فتح میں بھرتی ہو کر گلوپاں کھاتی ہیں۔ چڑیاں کی نی خلیل کافی ہیں۔ مارکھانی ہے کھلیاں تھیں۔“ جانی  
جیسی سے پوتے پوتے اپا کھ بے نیازی سے پہنچا۔ ”اور اب میں ہڑکوں مرتا ہوں۔ شرائیں کا دعما کھکھا کھاتا ہوں۔  
گوشت کے ایک ایک گلے کے لیے کتوں سے لاتا ہوں۔ سردی میں سہانہ ہڑکوں پر خطرناک ہو رہا ہوں۔ تھا تو تم نے یہ سب  
پکڑ کر کیا۔ اور جس کی اولاد ہماری ایسی کی بھی۔“ جانی سے اس کے بعد پر کس کے چیزیں رہا۔  
”سالا! اونا کا پکھلا۔ خواہ کو اور عرب ہمازتا ہے۔“  
وہ آدمی سماں خاموشی میجادا۔ گھر تا جیا پلیا سے اب آکا پکھلا۔ اندر جیرے اور گھنمن سے آکا پکھلا  
تھا۔ وہ اخبار اپنی کی چاندی کی زرد رنگی اسمرتی تھی۔ پتھر لے کے اڑے ہوئے ہوئے سکیاں بھر رہی تھیں۔ رات اور گھری ہوئی تھی جس کی طرح جان گھنے ہوئے  
نکھرا ہے تھے۔ جیسا کہ دن کے چیزیں پڑھ لے گئے۔ خلک چیزیں اس کے قدموں کے پیچے ملکی آہستہ اور ہے تھے۔  
سہانہ ہڑک پر اس کا سایہ ہڑکوں کی طرح زرا دنہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ آہستہ پہنچا رہا۔ گاہک ایک ہوز پر کسی نے اوپنی آواز

”کہرے پاس سکریٹ کی ہیں ہیں۔ نہ جانے کس طرح جان بچا کر بھاگا ہوں جیسی سکریٹ کی چڑی ہے۔“  
ایکنی نے دراوی خاموشی دکھنی کر کیا۔ ”یہاں تو جو ہی دکھنے۔“  
ہاتھ پلٹھی سے پہنچا۔ ”ابے جا تو بھی جو گئی ہے۔“  
ہاتھ پلٹھی سے جا جاؤ۔ اور جو لیتی ہوئی اسی پر کوئی کروڑا آؤ۔“ ”کچھ بھر کی پولی مرا جاؤ آؤ۔“  
وہ غوفروہ ہو کر جانی کے قریب سرک ہی۔ آہ سکریٹ اگریں لیجئے ہوں اسے چاہئے۔“  
”پار کھاؤ گھنے بھی اور ہوئے۔ پر یہ سرکاری لوکی بھی ہے۔ اتنا گوشت دکارہ کر جا رہا ہے۔“ ”تینی آہستہ استبدال رہا۔  
”یہ بھکال جھکی ہاتھ ہے۔ ہم اونگ رہا کی جنگلیوں میں جا چکا ہوں کے غلاف لارہے ہے۔ ایک دھمکیاں اونگ کر جا پائیں ہے جو  
کوئی رہوںی ہڑک بھاری کر کے تباہ کر دی۔ ہڑک بند ہوئی تو میں رہاں ملنا بدھ گیا۔ ہس پچھوٹن کیا تھی۔ ہم نے سامان لے  
جاںے والی گزاریوں کے پیغمبر اکرم کا حکما شرود کر دیا۔ سکریٹ گوشت بہت قریب اتاتا ہے۔ سالا! ہضم ہی نہ ہوتا تھا۔ گھر والی  
جباریوں سے رہاں پیچا جانے لگا۔ اس میں میں اپنا گوشت تھا تھے سکریٹ ہوں میں بند رکا گیا تھا۔ ہم کہاں کیا حرے کا  
گوشت ہوتا تھا۔ اب اسی ہوتا۔ وہ جو اسے بہت سے آدمی ہے اور فداویں ہر رہے ہیں اتنا گوشت دکارہ رہا ہے۔ سرکار اسے  
سکریٹ کیں نہیں رکھ لی؟ کہاں کے ہوں میں کام دے گا۔ کہاں کوں بھی بھکاری ہے۔ کچھ بھوکن کو بھاگا ہو جائے گا کہ  
استارہو جائے گا؟ کہاں تو دیکھی کی؟“ جانی سے اس کی پیچے پر زور دے دھپ مارا۔  
”اپنے تو بہت گلا ہے۔ سرکار کو سکریٹ لے گا۔“ ہمیرہ جن پیسی لیکھی۔  
ایک خوف سے پھل چا۔ اس کی سمجھی دوپاں کی جھکڑے کھکھیں۔  
ہاتھ نہیں بہت اس کی گردان دیوچالی۔ ”ابے تیرے پاس تو بہت۔“ اسکا  
وہ بھگی ہوئی آواز میں ہوا۔ ”میری گردان تو چھوڑ دو۔“ جانی سے اس کی گردان چھوڑ دی۔ وہ گزگرائے گا۔ ”جہنم تائے ۲۶۷ کو سکریٹ ہیں کیا ہے؟“  
”سہی ہی بات ہے تو ہاتھ لگکی اور کیا۔“ جانی کو کاہے کے کس کے بینے پر چڑھا دیا۔  
وہ دھوں پا تھاں سے گردان دکا گریا۔ ”ابے سچے ہی طرح نکلا ہے یا گھنٹہ دکا گا۔“  
وہ بھوکن پر ہڑکوں اسے کھاندی کی جیب میں بے لال لو۔“

## یہ بیمار

میں کچھ بے ہمین قسم کا آرٹسٹ ہوں اور محل بیٹھنے پڑے کے لیے نگزدی کو ابھی اور سپاہ تجہب بنانا ہے۔ جزاں میں کچھ اور آٹھ سو روپیہ ادا ایسا بھی ہے اس کا سامان۔ میرے پاس سید جہزے کا یونیورسٹی ویزے فیصلے ہے جس میں کچھ دو دلار تھیں۔ کچھ کمیری پکڑنے والے اپنے اکھیں ہیں۔ میری زندگی کا تابع سرمایہ صرف راقون سے ابتداء ہے۔ یہ راتیں زندہ شہر زندہ، اور کی طرح دہ دیکھ گروہ میں کی تھیں۔ میری راتیں چائے خالوں میں گزتی ہیں۔ شراب خالوں میں گزتی ہیں۔ اس کی طرف میں کچھ اور کلم سسان سرکوبوں پر چکل آوارہ کر رکھتے ہوئے۔ میں تھر کے قام ایسے غکالوں کو جانا ہوں جہاں طولی راتیں صرف چائے کے گھوٹن اور سکرپٹ کے کھوں پر گزاری جا سکتی ہیں۔

میں بھی ہوئی چھوٹوں والے ان نیم اڑاکے چائے خالوں میں بھی بھیجا ہوں۔ جن میں ہر طرح دہاں مٹلا دیا کرتا ہے اور یہ چھوٹوں کے گرد پھیتے ہوئے اسماں سماں کے مالا مالا دن لئے انترا رہتے ہیں۔ یہ اگر ان چائے خالوں کی طرف نظریں کے لئے ہوں گے تو اس کے لئے اسی چائے چیز ہے۔ گالیاں کچھ تھیں جو اس کا اہات پاتہ رہ رہے تھے۔ کچھ تھیں کہ اسیں اس کے لئے ہوں گے اس کے لئے اس کے لئے چھوٹے ہوئے اسماں سے گزری ہے۔ سماں کے کر بھاگی بھت ہے اور ہر چیز کی قلت یا چیز ہاری ہے۔ یہ جسے سے جو ہے اسی کو اسی زیر افکار سے بکھتی ہے۔

سماں تھوڑی کی دکان پر رہ رہے۔ خر اتی ہے کہ بہان کے ملکہ پر امر کے اور دہ دہ میان اڑائی کا عطر و ڈھنگ کیا ہے۔ اس خر پر چائے خالے کا بڑا حمالہ کھکھا کر کہتا ہے۔

”لوں لوں ایسی کچھ جھٹنے والی ہے۔“  
چائے کی یہاں ہٹوں سے ہنا کر کی طریقے میں تجوہ کر رہا ہے۔ ”تو ہم تو ہن آئے گی۔“ پھاپ تین آئے کپ چائے چک۔ اس کی کاتھن کر چائے قاتل کی گھنی گھنی خاشی ملے چلے آپوں کا شور کرنے لگا۔  
شکر کی جنگ پر کسی اپنارا کا ضریب لکھا ہے۔ میں اسے پڑ کر سنا تاہوں۔ ”شیر کے خالہ پر ایسی بندھوگی ہے۔“ اس خر پر وہ

سے لا کا۔

”کون آ رہا ہے؟“

ہاتھی نے مگر اکر دیکھا۔ ایک خوبی سپاہی راکل سنبھالے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ہاتھی پاٹ کر دیکھ رہا ہوں کے سماں میں بکھنگا۔

”میں غور ہوں نے لکھا۔“ ہے اظہر جاؤ۔

گھر تھا جات کا۔ اس نے اپنی چال اور جیکر دی۔

اپنے کم رات کے پہلے سانے میں راکل پیٹھ کی آواز لگتی۔ گولی ہاتھی کی پیٹھیوں کو روتی ہوئی اگر گئی۔ وہ راش پر گر پڑا۔ سپاہی اس کے قریب آ کر ٹھر گیا۔

ہاتھی نے اس کی طرف رکھا۔ پانچتھ ہوئے بولا ”ہی ان اچھا رانگوں بہت اچھا ہے۔“ کبھی میں اچھا ہی سچا نہ لگا تھا۔ پر ان خوبیں کی کون قد کرتا ہے۔ جنک ٹھم ہو گئی اور سر احال تم نے دیکھ دیا۔

ہاتھی نے ہاتھوں دے ہوئے ہوت رہا۔ اور جن گاری سب کھڑک پر پھیک دی۔ خوبی اپنی راکل سنبھالے ہوئے جمعت سے سکھتا رہا۔

ہاتھی اس کی بے نیازی نہ بھانا گی۔ اس کی برو لا اپنے کچھ کیا رہا ہے؟ اخالے۔ سالے اکٹھا کیوں ہے؟ کہیں ایک دن تیر ابھی بکیں حال نہ ہو۔ اپنے اس وقت یہ قام کام آئے گی۔

خوبی نے بھجھا کر جاتی کی کمپرے زور سے لاث ماری اور لوت اور دوپہر اٹھا کر چلا گیا۔

ہاتھی کے رُغم سے خون بہترہ رہا۔ اس کا جنم سسان بڑک پر کھلا کر رہا۔ ہاتھی سکیاں بھری تھیں۔ وہ ان گلیوں میں کئے دلتے رہے۔

یہ کر قیاد اڑا رات تھی۔ فرقہ ارشاد اساد کی رات تھی۔ ہاتھی کی زندگی کی آفری رات تھی۔ ہاتھی اس کی پہلی بھولی آگھوں میں ابھی بھوک ہندی تھی۔



وہ جب سے بھی ہے۔ ارسے یا پلے بانے میں اچھا آپ سے لے کمال کر دیا۔ کتنے پانچ اکتوبر ہیں ہیں۔ اس کی میں اس کے پیروں کی طرف دیکھتا ہوں۔ اس کے پیچے نوش یعنی ہائی گوسس کی طرف تک مسلم ہوتے ہیں۔ کشول کی شفاف آگھوں میں زندگی اگھوں ہائی ہوئی گوسس ہوتی ہے۔ اس کے لباس سے پہنچ ہوئی ہوئی نوش یعنی پہنچوں کے غور اور پیار اکار دیتی ہے۔ میں وہ اونچوں کو سوچتا ہوں کیسے مونا لارے بھی زیادا مجھ کا شکار ہو سکتا ہوں۔

میں خود فرمائی کے مالم سوچتا ہوں۔ نٹے سے مرشد اونچوں کو ہوتے ہیں لے جھوٹ رہتا ہوں۔ امریکن جو نسلت مجھ سے رخصت اونچ کر رہا جاتا ہے۔ پیچے نوش ہائی اکٹی بھی اس کے ساتھ ہیلی ہاتی ہے۔ میں خود کو بری طرح چیز گوسس کرنے لگا ہوں۔ گوسس اپنے کرجلدی جلدی کی گفت بھر جاتا ہوں۔ سُکرت سلاکا ہاتا ہوں اور اس کا کٹے ہے معاذیوال آپا ہے کیا اس کی کوہرے اکٹی پیدا ہے۔ اس اک مذاق بڑا آرٹک ہے۔ مجھے اس سے گمراہا ہے۔ مجھے اس کی ضرورت ہے اور یہ کوئے والی بیڑ پر بیٹا ہوشا عرب راجہ سر کے بڑے بڑے بالوں پر بازدہ ہاتھ بھیر جو ہے اور سامنے ٹھیک ہوئی لکوں کوئے سے کوئی طبع نہ رہا ہے۔ سر امر خود فرمائی میں جھاتا ہے۔ پیالیاں اس کی اطمینان طبلوں چینک دے رہی ہیں۔ وہ جرداں اونکی ہوئی انحرافی ہی۔ پیٹھر خواہ نکوہ اپنی شاعری سے اپنی محروم کرنے کی کش کر رہا ہے۔ پان ڈی جیت فکاروں میں سے ہے۔ جھینیں ٹھیک ہو کے ان انسوں سے ہمدردی ہے۔ جو ان کے دکھوں سے اپنے فن میں زندگی کی ملکیت اور گھاگھری ہرستے ہیں۔ لہی ٹھیرت کوئی دینے چاہیے۔ لزت اور ہر دل عزیز ہی طائل کرتے ہیں۔ اپنے خوبی دوست اور خوبی مال قدر انسوں کے لیل پر شراب پیتے ہیں۔ قنعت کا تھا۔ اور لکوں سے طلت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر یہ حکومت کی تصدید خواہی شروع کر دیتے ہیں۔ پھر یہ حکومت کے اشراط پر ہوتے گئے ہیں۔

یہ سچے سوچے دلماں نیک چاہا ہوں۔ سوچا ہوں یہ امریکن جو نسلت میرے فن پر کوئی مضمون نہیں کوک سکا۔ وہ اپنا بھی نہیں کر سکا۔ جب چارلی ہلپیں مقدمہ چاہا ہے تو حکومت کو کشت گیر ہے کاٹھوڑا ہاتا ہے۔ جب ہارڈ کاٹ کاٹنے کے جھا جاتا ہے تو وہ حکومت کو مہاراک کر دیتا ہے۔ جب ہر دل اور کے خلاف ٹھانٹ ہار گئے کاٹک پاس ہاتا ہے تو وہ حکومت کی کیدی کر رہا ہے۔ وہ اپنے سایہ قام ہم دلوں کی زیادی پر زد رہا ہی جاڑا ہیں۔ حکومت ان کا بے ہدی سے اس حصال کرتی ہے۔ کوکس کا ان کے قاشٹ ان پر ٹھانٹ ڈھاتے ہیں۔ وہ سب کچھ کھاتا ہے۔ گزراں ہائی کٹ نہیں ہاتا۔ اس لیے کس کا احساس مر جاتا ہے۔ اس کی انسانیت مر جاتی ہے۔ وہ امریکی حکومت کا آزاد کار ہے۔ اسے اس طلک کے تھا مال انسانوں سے کوئی ہمدردی نہیں۔ وہ صرف

اس طرف اپنے روگیں کا انتکار کرتے ہیں۔

"تھے اس لڑائی پر سرکار کا بڑا اور غریب ہوا تھا۔"

"پھر بھی ایجاد ہا۔ سائی ہنگامی اپ تو کچھ کم ہوگی۔"

ماں بیگ دوڑن سے سکی ہوئی جیپ اعلان کرتی ہوئی گزرتی ہے۔ "کل شام کو چجے ہے۔ امن الدل پارک میں پذیرت جماعتہ ایال تھرہ کا بھاٹھو ہو گا۔ آپ سے نوچان ہے کہ اونک سے سدھک سکھیا میں آؤں۔ شام کو چجے ہے۔ کل شام کو چجے ہے۔" اعلان کرنے والے کی یہماری بھر کم آواز ادا کر کر گئی تھی۔ گوئی تھی۔ اور کل شام ہی کے حلق پاٹے نالے میں اپاک کوئی دریافت کرتا ہے۔

"اہاں کل شام کو یہی میں کوئی تھل فی کیا اپنیں۔ کی روڑے گھر میں اندر جا رہا ہے۔"

میکان کی اس سے یازاری پر جھلکا بہت بھی گھوٹ ہوئی ہے اور ترس بھی آ جاتا ہے۔ میں وہ چنگالہوں کر دیے چارے اس پاکی چاۓ میں کسی فرشت گھوٹ کرتے ہیں۔ بخوبی نے اپنی کس قدر بے سار چنچالا ہاڈا ہاتے۔ یہ گالیاں اور یہ بے عک قیمتیں اس اک روگیں ہیں۔ ایک پیٹھر میری طرف بھیکل فرادر۔ اور یہ ہوتی ہوئی بھیکل ان کے ذہن پر کاہیں کی طرف طاری ہے۔ اپنے دوڑے سے ہتھے ہوتے ہیں۔ ان کے چیزوں کے نوش ٹھکے بھرے گھرے مٹھیں ہوتے ہیں۔ وہی ہوتی گھوٹیں میں زندگی ہائی ہوئی گھوٹیں ہوتی ہے۔ میں پورے فلیے سے کافی ٹھانٹا ہوں اور ان کے سارے اور چوڑی چوڑیوں کے پھل ایکجھے ہاتے ہیں۔ پھر میں اس امریکن جو نسلت سے ہتھا ہوں تھے اس طلک کے جہاں مال انسانوں سے بہت ہمدردی ہے۔ وہ میرے فن کے بارے میں ایک ہاتھوں فیچھے جو کر رہا ہے۔

میں اسے کپڑہ میں لے جاتا ہوں۔ شراب و کباب سے اس کی تو اٹھ کر رہا ہوں۔ وہ بھی کی ٹھکی لگاتا ہے۔ میرے میں اکٹھتے ہے۔ میری تحریک و تصرف کرتا ہے اور میں خوشی سے اونچ کر سوچتا ہوں۔ ایک دوڑاں کا پیچہ کھل ہجاتے ہیں۔ کسی عرف امریکن غلبہ میں شائع ہو گا۔ میراں پر وہ اپنے چڑھے گاہر بائز کی طرف یک یہ شش شہر میں ٹھری کر دیں گا۔ وہ میری اپنی صلاحیتوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور میں وہی کے بڑھتے ہوئے نئے میں ایک اچھا یا لیک گھوٹ کر دیں گا۔ اسی اٹھا۔ میں اس کے سکے سے درست کیں ٹھیک ہیں اس کی لازمی آ جاتی ہے۔ وہ اس سے میرا خارف کر لاتا ہے۔ میرے فن کے بارے میں نہ تھا۔ اسے میرا اپنے بھوکھا ہاتا ہے۔

بیری نصیحت میں جلدی پڑپ اور جاتے والے بچانہ کافی باذس میں ہوتے تھے ہیں۔ ان میں وہ استدعا ہوتے رہا وہ ایں بڑی آرٹ کی محنت میں بخدا باغث فریکتے ہیں۔ یہ بچے اسرار کے کافی ہاتے ہیں۔ سگرٹ ہاتے ہیں یعنی بخدا ہاتے ہیں اور بھی کسی شراب کی ہادیتے ہیں۔ یہ جلدی سے لفک ہو جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ذرا ذرا اسی بات پر کوئٹہ کرتے ہیں اور اپنی تائید میں کسی بڑے آدمی کا محتول سعد کے طور پر غلیق کرتے ہیں۔ پانی کو بار بار خوارتے ہیں۔ بچہ چینے کے لئے گلے ہوتے صرف فلمیوں، والے بڑے کو دیکھتے ہیں۔ یہ بڑا ان کے اور اپنے گلری میں بھی ہوئی لاکوس اور جوان ٹوٹوں کے درمیان دیوار کی طرح مالک ہے۔ اس دیوار کو کافی باذس کے مٹھر لے جائیں کوئا کہا۔ یہ دیوار صدیوں سے بچی کھوئی ہے۔ یہ دیوار گورت اور مرد کے درمیان ایک حد بندی ہے ایک اصطلاح ہے۔

پنجاب جان گلری میں بھی ہوئی لاکوس اور جوان ٹوٹوں کو صرف دیکھ کرتے ہیں۔ یہاں کی گرد و رست کیا کرتے ہیں۔ ہال سنوارتے ہیں۔ اُنکی اس عالم میں دیکھ کر مجھے پوچ کے وہ چائے تانے یا آجاتے ہیں جہاں میں اکلہ ڈیپا کر جاؤں۔ یہاں آتے ہوئے مجھے اچھیتیت ٹھوس ہوتی ہے۔ دہاں پر بازار آتی ہیں جسے جہاں اصف صدی پہلے تھا۔ زندگی کا قابلہ مذہبوں آگے لگل پکاہے اور یہاں صرف جس کارواں کی صدائے باڑاٹت ہے۔ یہاں ہر چیز قدیم ہے۔ وہی وہی ہوئی وہ کام۔ وہی ٹھنڈا جاڑی ہے۔ یہاں اتے ہوئے مجھے اچھیتیت ٹھوس ہوتی ہے۔ وہی حمد صنیں خان کا پھاپ کارواں کے پہلو میں، وہی تھا۔ صنیں کی دکان ہے۔ کتابوں کی ای دکان سے رسالہ "پیام بار" لکھا تھا۔ اسی دکان پر مدد الہم شراروت نام تحریر شار اور راشیش تھی آپ دی دل کی ہر شام کو پھنسی ہوتی تھیں۔ قیامِ نعمۃ الحادیاء کے بعد شعلہ امنیتی بھی ان پر لٹک گھوٹوں میں تحریکت کیا کرتے تھے۔ ہیدر صنیں خان کے پھاپ کے حصیل ایک تھک دو بالا خانہ ہوا تھا۔ جس میں وہ باری رفتی تھی۔ جس کے حصیل مٹھر ہے کہ سرشار اور راش دہلوں اس کی باگی چھوٹوں کے سکی تھے۔

اس ہالا خانے پر آج ہیگی طاقتیں رفتی ہیں اور ہر شام کوین سفر کر کی جو نظر سے گماں کر لے کے لے بیٹھی ہیں۔ پھر ہر کوئی پر گزرنے والے ائمہ و کھجروں کے سکتے ہیں۔ اشارے کرتے ہیں۔ سگرٹ ہاتے ہیں اور چائے تانے میں بھرے اور دالی بیٹھرے پیٹھے اور کوئی نوجوان اپنے رانی اسکارف درست کرتے ہیں۔ سگرٹ سے ہو گئی کے دارے ہاتے ہیں اور ٹھپٹھپ کر ہے جسی کے ساتھ والے بچے کی جو فردیت کھجتے ہیں۔ پھر کوئی لمبڑا اور شوش خداونک اپنی کاماتی بھر کرتی ہوئی رہتی ہے۔ پیٹھنگوں کے ساتھ کوئی ہے۔ اسے بھی لے اس بھروسہ یا اس اپنے بیگناو جلدی سے۔ "بُر ایک لالہ لالہ الدعا سے اکھر اور کچھ کر بے باکی سے سگر اور

امریکی سارمن اکارنچی رکارنڈ ہے اور اسکے کام جس کی ایک کامرانی متعلق آرٹ لکٹ نہیں۔ وہ ہم رے ارت کی تحریف میں جملہ کاٹیں گے۔ اسے ان صورتی سے کوئی کاٹا جائیں۔ وہ خوف خال حمسہ طبقہ کی ان لاکوس کی طرح ہے جسی ہی کی طرح اور اپنے میجر بنوں کو دیکھ کر کیا ہے جسی کو بڑا درمان اور گیگر میجر میں کرتی ہے۔ پھر ان کاٹی ہاتا ہے کہ اپنے حسن کو اور کارسیں کا جائز ہے اس کاٹیں۔ اپنی ہائی نصیحت کو دیکھ کر کیں۔ پھر ان کاٹی ہاتا ہے کہ بچائے ہوئے ہیں۔ کلب کی درمیانی علاقاتیں ہوئی ہیں۔ جو کل دیکھ کر دیں پر اس اور سرگوچیاں اوقیانیں اور اپنی سکرتی کا نتدی راتیں میں ہے باک قیمتی گوئی ہے۔ جو کل زندگی کو اس قدر سخت ہے تاکہ اپنے کے لیے اپنی جو رواں اختیار کرنا پڑتی ہے قدم است پر دناء آوارگی اور بد پہنچی سے تحریر کرتے ہیں اور دوڑنے خیال اپنے کاٹیں اور اخلاقی اقدار کی لکھتے رہتے۔

محض ان لاکوس سے کوئی باغص نہیں۔ آخر ٹھنڈا ٹھنڈا اکرت کیوں تاریخ پا جائے ہے۔ ان اک جو صرف ای قدر تھے کہ یہ سایی برتری کی خوبیاں ہیں اور سایلی برتری کا یہ احساس اتنی شدت سے بڑھتا جا رہا ہے کہ زندگی پر بیٹھ کی دی پر دی چھتی جا رہی ہے۔ خود میں نے اسکے حصے اسکے طبقے کے طور پر شروع کی تھی اور جب ٹھنڈے اور ٹھنڈے ہوئے تو اسکے دل میں۔ مجھے آرٹ سمجھا جانے والا اپا کی یہ گھومنہ ہوا کہ اسکی سایلی وجہ ہے۔ میری بھی کوئی نصیحت کو فوٹھے نہ ہے، ہاں ہاں۔ اپنے ان کو شہرت سے بے، ہاں ہاں۔ میں اپنی اچھی کامیابی ہوں گے۔ اسی اچھی کامیابی کو جیسا سکھی کیا کر جاؤں۔ کافی یا کہتا ہوں۔ کافی یا کہتا ہوں۔ کافی یا کہتا ہوں۔ کافی یا کہتا ہوں۔ کسی قریب کی میزبر پر قیچے ہوئے ٹھوس کے لندھوں کو بندھا شروع کر جاؤں۔ میں اس کی طرف گمراہ نکلوں سے بار بار دیکھتا ہوں اس روپے پر، دشمنی کو کر جیری میز کے پاس سے گزرا ہے۔ پھر آہستہ سے نزدیک آ کر پہنچتا ہے۔

"تیر شایاپ نے میری تی لائل بادی۔"

میں ہے مجھے سے سکر اکر کہتا ہوں۔ "شایا آپ ہی ہاں۔ بیکان لیجے۔" وہ کری کھلکاری سکر اکتا ہوا میرے قریب پڑھتا ہے۔ مجھے سگرٹ ہاتا ہے۔ کافی ہاتا ہے۔ اپنے میٹے والوں سے میرا قفارت کرتا ہے۔ میرے ارت کی تحریف کرتا ہے۔ اس طرح میری نصیحت سے مٹاڑ ہونے والے دروزہ بڑھتے جا رہے ہیں۔ گی شہرت اور میرے فن کی قدر دالی میں اضافہ اور اسے پڑھتے ہیں۔ یہ بچے اپنے بھروسے اور شعر بھی۔ یہاں بھٹکی کے لیے دالوں کی ضرورت نہیں چلتی۔ دو خونکوڈ پیدا ہو جاتے ہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ صاحبِ محترم تو مردی بہن پر مردی ہے اور جان کا بہن لہجہ اسرتی۔ اس نے ہاتھ پاؤں کی کارائی کاٹا لے ہیں۔

”ایں لیے تو زرگوں نے کہا ہے کہ بڑی سے کھاتی ہے ایک کو خلاقی ہے۔“

پوچھا جان یہ بھی پیش ہے ہیں۔ با تم کرتے رہتے ہیں۔ غواچا جان کو مکھیا رہتا ہے۔ بھیجا تارہت اے۔ اور پا تکار کرتے رہتے ہیں کہ اسی سامنے ویچھے پوچھا جاوے اے۔ اپنی تھک کا موٹی درست کرتے گی۔ بہان کی طرف دکھ کر سکر دے گی۔ پھر کسی روز افسوس کی طرح ان پر بہ پیچھے گی۔ اُنکی اپنے ہاتھوں کی تی ہوئی گھوڑیاں یہیں گی۔ وہ فیضی کے عالم میں سچے رہتے ہیں۔ کیا کیک جو جان کے پاس آ کر کہتا ہے۔

”کر سیاں کوک پوری ہیں۔ کا کپ اولت کر چاہے ہیں۔ ذرا بڑا کا یک پکھی کا لیچے۔ مخالف کچھ کا اس گستاخی کو۔“

وجوان اس پنا کو کھرے۔ وجاتے ہیں۔ گھر میں ہوئے یعنی میں اکابر مذہب کرتے ہیں۔ ”تی کوئی بات نہیں۔“

وہ کان سے اٹل کر بڑا پر گلی جاتے ہیں۔ ان کے جاتے تھے تو ایہ مرد اپن کی پیک تھوک کر کہتے ہیں۔ ”ادھر ایسے جھٹ تو دیکھیں۔ تکوئی شرم ہے نہ لادا۔ وہ سرے کے تھان کا بھی کوئی بخوبی نہیں۔“

وہ آدم رکھتے ہیں۔ ”ہاتھے ایک ایسا زان آ کرے۔“ میں نے اکل خور کیا کہ کوئی ہر جو قیمت پر نہ نکلے کہ خدا کو سئے ہیں۔ اُنکی اس دوسری کی ہر جیسے بخش ہے۔ عادت ہے۔

تو ایہ مرد اس چائے تانے میں بڑی پاہنچی سے آتے ہیں۔ آتے ہی ایک کپ چائے ضرور پیتے ہیں اور چائے میں اسکے ڈال کا بھی سب ہوتے۔ قیچی کے سارے اسی پیشہ میں کرتے۔ اگر کسی ایسا لائق ہوتا ہے تو ایک خوش سے ہے ہیں۔ ان کے بعد اس دن اسکے لئے ایک خاص داشت ہے۔ ایک خاص داشت ایسی ہے۔ ایک خاص آن بان ہے۔ اسی بان کی غاطر ہاتھوں نے سب کو کھو دیا۔

خواجہ اُنہیں بڑا داشت ہے۔ ایک خاص داشت ایسی ہے۔ ایک خاص داشت ایسی ہے۔ ایک خاص داشت ایسی ہے۔ اسی بان کی غاطر ہاتھوں نے جانتا ہے۔ ہاتھے کے ایک زمان تھا جب تو ایہ مرد اکاچک کے ہاتھوں میں بڑا شہزاد۔ خدا کو اس کے لئے آنکھیں بچا تی خس۔ وہ کان وار بچک جنگ کر آداب ہملا جاتے ہیں۔ گھر کان کے پاس اپ کو ٹھنڈا رہا۔ صرف پرانی آن بان رہ گئی ہے۔ رہیں کی میں باقی ہے۔

لیکن وہ کسی نے کہا ہے کہ جو جو رہی سے جائے تھیں اسی ہمیزی سے نہیں جاتا۔ یہ کہا تھا تو ایہ مرد اپنی طرف صادق آتی ہے۔ وہ ہر شام کو کھرے تھاں کا دھانا۔ اس پیشے میں پانچی کی ہوٹل کی جگہی کے سہارے سچل سچل کر قدم رکھتے ہیں۔

ہے۔ یہ سکھت عشوہ سازی ہے جاگاہت ہے۔ ایک یوام ہے۔ میرے نزدیک چیلے ہوئے ان جو جانوں کے لیے جان کے لیے لا تھوا تو جانوں کے لیے جان کے لیے جو اندر ہے کاٹی ہوئی ہاوس میں ”صرف لیٹیز“ والا جو اونچاں ہے۔ وہ دعائی ہے جو صدیوں سے گرد اور مرد کے درمیان حاکم ہے۔ اور یہ بازار اس ریجیو کو گور کرنے کا پروپر والہ ہے۔

وہ افسوس کی اینی تھوکا مولی درست کرنی ہوئی میں جائی ہے۔ تو جان اسکاف درست کرنے رہ جاتے ہیں۔ سگرے کے دوسرے کے اڑاڑے بناتے رہ جاتے ہیں۔ وہ اپنی بھکری پیشے ہے۔ وہ اپنے کاٹاں پر بٹک جاتے ہیں۔ اس لیے کان کی ماں باتی کا دلچسپی درست ہو چکا ہے۔ تا ان کا صاحب جانیدی اور کوئی اولاد نہیں ہے اور ان کے کسی بڑے بھائی یا بہنوں نے بھگ کے درمیان میں سرکاری تھوکوں سے بھوکی کیلی ہے۔ یہ دوسرے ہوئے جو ایس کے صاحب رہا ہے۔ لہا۔ یہ دوسرے رکھوں کے بر خوردار ہیں۔ ان کی بھتیں غالی ہیں اور چاہے خانے کا ماں کو خدا چنانیں کارہ باری آؤ گے۔ وہ ان کی طرف بھی نظرلوں سے دیکھ رہا ہے۔ لہا اُنکی ایک کپ چائے اور پونچا چاہنے۔ وہ بیان سے الہ چاہتا چاہنے۔ خدا کو تو کر سیاں گھر رہے ہوئے ہیں۔ یہ گاہوں کے سکھت کا دافت ہے۔ آتا قاب فربہ ہو رہا ہے اور شام اور طلوع سوری ہے۔

وہ بڑھے ہی بھکنی نظرلوں کا مقصد کرتے ہوئے اسی الجان ہے۔ اُنکی اسی پاکوں اور بخت ہے۔ اُنکی اسی بہت سی اسی کرتا ہے اور اپنے بھتیں کیا ہوں گی؟ یہی کہت کا اقریب ریجیو پر گرام ہے۔ خدا کو گھر پر سندھے ہوتا ہے۔ اسکی کے بیان ہر جو دی سے سکھو جان لال یا اواہ ہے۔ وہ اسکریکی کو کیا ارادہ ہے اس اور بھاری پوک میں۔ اسکی سکھت چالاتا ہے۔ ۱۰۔ کم کوچی گلیں دچا بلکہ اس رنگ کر لے جاتا ہے۔ وہ جو کپ کی طرف کے حصکی اسی ٹھیکی باتیں کرتے ہیں۔ ان کے پاس ہر خواہ کے حصکی پری اطاعت ہیں۔ وہ ان کا بیر پر گرام جاتے ہیں۔ خدا کوں کا ہام جسے احرام سے لیتے ہیں۔ ان کی غصیت کا پام رہا لارکتے ہیں۔ وہ ان کمن نوچوں میں گہری بھتی لیتے ہیں جو انگی بھتی کیلی ہیں اور جن پر نیچا گیں کڑی کا گھر رکھتی ہیں۔ یہان کے معاشروں پر بھتی ہے۔ لہیں میں جس تھرہ کرتے ہیں۔

”اماں ایسا اور کیا ہو گیا؟ اس لوکے پتھرے میں جان پر رُگی ہوئی ہے۔“

”یہ جان وہی صادق پہلوان الوکا پاہنے ہے؟“

”بی جان وہی اچھیں۔ کیا طلب ہے کہتے۔ کہ جاہنے اوری کو اس کی کون ہی ادا جماںی۔ سنہے اس سے بھجے ہاتے ہیں۔

اپنے ہاتھوں کی تی ہوئی گھوڑے یا بیکھی جاتی ہیں۔ دیکھتے اسی اور کا کہا جاتا ہے۔“

اب کو پچ بار میں انہیں اور آٹھ کی روح آئی ہی صلیٰ ہے۔ یہاں لٹکلگیں آئیں بھی چھپ ہیکٹم طریقہ کا طردی جوان  
ملتے ہے اور سرشار کارروز مرد اور گاہو۔ آئی بھی یہاں مرزا گھر مکری کی دھنک میں ایک ایک شہر پر بھروس بھٹکاتی ہے۔ یہاں  
آن بھی چھپری خان اڑاپنے دیوان غائب میں نبایت احتمام سے اپنا کلام بالافت احتمام نہیں ہے اور اکٹھا شام سے بھی بھک  
نہیں ہے۔

شہر وہن کی گھسیق میں غاصب کے چائے غاؤں میں بہت دیکھتا ہوں۔ یہ نبایت مریض غریبی کہتے ہیں۔ شہر وہن کو توک  
پک سے درست رکھتے ہیں۔ فی قابوے کو ہرے احتمام سے برہتے ہیں۔ معمولی شہر کو غاصب بکول کر رکھتا ہے۔ اور اسکے  
مردوں کو حرف ایضاً ملکی کی خلصت کر دیتے ہیں۔ میں یہاں اپنی ہاؤس میں نبایت ہوں۔ چائے چائے ہیں۔ بھر جے تلف سے  
کہتے ہیں۔

”کل شب کو کچھ شہر ہو گئے ہے۔ کچھ تو خدا کر دوں۔“ بھر جیں بھیں شہر وہن کی غزل سننا لے ہیں۔ اور انہم کی کھول کر  
داد دیتے ہیں۔

”واحد کیا مطلع کہا ہے۔ دوسرا کہیا خون تھک دے۔“  
”ادا دادا کیا ملیر ہیں۔ ہے ہے قیامت کر دی آپ نے مختار صاحب۔“

تریلیش اہلی راتی ہیں اور مختار صاحب گریبان دو اس کی دیجیاں اڑاٹتے رہتے ہیں۔ مشوق کی ختم شماریوں کا روزانہ تے  
ہیں۔ اس کے دھام کو سراہتی ہیں۔ رتیب رو سیاہ کو ہوتے ہیں۔ تلف کی رتار کی دہالی دیتے ہیں اور سندھے والے جھوم کر داد  
دیتے ہیں۔ پھر خودی چائے کا ارادہ رہتے ہیں۔ پان اور سکر کا آزاد رہتے ہیں۔ وادا وادا کان اللہ کا سور گوکار رہتا ہے۔ پھر  
غزال ختم جاتی ہے۔ مختار صاحب جنگ کر جائے اس کے کچھ کاری برہتے ہیں۔ کچھ کاری برہتے ہیں۔ اس میں ان کی چائے مختاری  
ہو جاتی ہے۔ وہ چائے کی دوسرا بیالی پیتے ہیں۔ ان کا حساب ہوتا جاتا ہے۔ چائے چائے کام کام کئے گلگاتا ہے۔ کیا دوسرا سے  
چائے چائے میں ادا جاتی ہے۔ اسی ہاؤس کے سامنے سے گرتے ہوئے کھڑا کھڑا ہے۔ قرض ان پر رحمانی ایکی کی طرح  
طاری رہتے ہے۔ ان کی مظلی ان کے لیے خدا ہے۔ یہ خدا پسند جو دیر لخت ہیں۔ یہ شاہزادیں بکاری ہیں۔ یہ کاسٹہ شاہزادی  
لے کر بھک اگلتے ہیں۔ گل ہاؤس کو خوبیتے ہیں۔ اپنے اکٹھا کٹ کرنے والوں کو خوبیتے ہیں۔ یہ کاربیں اندھے  
ہیں۔ انہوں نے زندگی کی اعلیٰ قدر وہن کی طرف سے آنکھیں بھر لیں۔ یہ شاعر جس نہیں ہوا نے طوائف اور جوان ہوں کے کسی کا

فرماں ایمان اس پاکستان میں اسے جیسی ہیں جس کی شام اور دعویٰ ہے۔ تو اب مرزا یہاں سے گزر کر خواجه کے چائے چائے  
میں دل ہوتے ہیں۔ خواجه سے ادھر اور ہی پاٹی کرتے ہیں۔ چائے کی پولی اخواہ کی گھونٹ ہوتے ہیں۔ ہاؤس میں گھونٹ  
چھکتے ہیں۔ ملپٹ پر قابو پڑتے ہیں۔ گاؤں کی آوازی آتی ہیں۔ تو اب مرزا ہاٹتے ہیں تھے تھوڑ کر کہتے ہیں۔

”لا جوں وال اتوہد ایکا ہے سر الاب رہی ہے۔ ملپٹ کیاں چارا ہے۔ سارا جو کچھ بھوٹی ہیں۔ اور بھی تھوڑے  
ہے کہاب وہ گانے والیں بھی نہیں رہیں۔ اب تو دو غنیاں رہ گئی ہیں دو غنیاں۔ والدہ و باتیں بھی رہی۔ گائے والی تو صاحب  
صرف ایک بھی۔ تو پر والی رہنچین۔ بھی بزری منڈی کے سامنے اس کا کوئی خاچ۔ عالم لے کیا خشب کا گایا اتنا۔ بھی میں لے تو  
لٹکتے ہیں گور گور بھی۔ سارا اگرے کی اچھان بھی کیجی۔ بزرنچین کی آواز میں ہوس تھوڑہ بھی بھی نہیں طاہے۔ کیا قیامت کی آواز  
تھی۔ پھر صاحب طبیعت بھی اتی اچھی کر کیجی کی آس کے بائیں کیا تو گھنون ٹھاکت کرتی تھی۔ میسا جران پاپا اقا اللہ عیاں نے دیبا  
یہ سس بھی رہا تھا۔“

تو اب مرزا کیتھے ہیں اور خواجه کی کا کپ کی چانپ حمچو جو جاتا ہے۔ تو اب مرزا اگری سا اس سر کے یادوں میں مکھ جاتے ہیں۔  
ان کے پیچے پیچے پیچے پاں اگھر قاتمی پھاہاتی ہے۔ انس اپنے عالم میں دکھ کر میں نے ان کے کھتے ہیں اکھیں ہیں۔

تو اب مرزا لکھنؤ کے اس جنگل جنگ تھن کی پاگاڑی جو جان عالم و اعلیٰ شادی و دو محکومت میں اور عدھی معاشرت میں پاری  
طعن رپاہوا تھا اور امانت اور رُگن کی شاہزادی جس سے مستعار ہے۔ یہ زندگی کی دوسری دبے جہاں سوت کی پر چھائیں پاری  
لہا۔

پاک سے آگے گئے قدر بڑھتا ہوں گے اب اس کی قبول کے لوگ قدم پر بٹتے ہیں۔ یہاں تک کہاں کیک گیوں سے  
گزرتا چاہتا ہے۔ کہن سال بیسہوہ مکان اکھر آتے ہیں۔ جو چھٹے چھٹے چائے ٹائے ہیں جن میں یتھنے والے لوگ اگرچہ  
افروں کا نام پڑ رے اب سے لیتے ہیں۔ اپنے قائدان پر ان کی توڑش کو بڑے فری سے یہاں کرتے ہیں۔ ان کے انتقام  
محکومت کا اپنے تحریر کرتے ہیں۔ ان کے دہن میں زندگی کا کوئی بھی واضح تصور نہیں۔ یہاں اس لوگوں میں سے جیسی مختلط  
میں اندر جو راہ کیتھے ہیں اور جو خود کو اٹھ کر لیتے ہیں یا اپنے ماہی کی طرف بھاٹ جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جو زندگی کی کسی سرگرمیوں  
سے بچ رکیج ہو گئے ہیں اور اپنے مرد و خود پر خوشی ساگ حمارے ہیں۔ یہاں اپنے لوگ کی بنی ہنسی جو اس اور اثاثاء  
پر بھی اپنی غریبیں دیتیں اور نہیں نے انگریزی اور فرانسیسی اور ہندوستانی زبان کی ہم نہیں سن۔

فریکے ہر انداز میں قسمی ایسے ہے اور قسمی ان کے لیے سب کہے۔ یہ خدا پرست و بود کے لیے لفڑیں ہیں۔  
میں ایسی طرح چائے غاؤں میں بیضا ہوا جو مشق کے لوگوں کو دیکھ رہا ہے۔ ان کی لفڑیاں کہتا ہے۔ میں ہزاروں قسمی  
ٹھیکیات کو دیکھتا ہے۔ ہر طبقے کی زندگی کا ہر سے طبقہ کرتا ہے۔ راتِ صلحی ہاتھی ہے۔ ہزاروں کی روشنی ہاتھی ہاتھی ہے۔  
سرکشی سماں ہوتی ہاتھی ہے۔ دوکانیں بند ہوتے لفڑی ہیں۔ چائے غاؤں کی بند ہوتے لفڑی ہیں۔ لفڑیں آپ کے کھجور چائے  
غاؤں کے لیے کھلے کھلے ہیں۔ راتِ حس قدرِ صلحی ہاتھی ہے بیان وہی لوگ تھر آتے ہیں جو ہمیری طرح یونیکن  
ہیں۔ گرامین آپاں کی خوش بیانیں کو اڑیں جاتا ہے۔ ان میں پیش تعداد لوگوں کی ہے جو زندگی کے ہر سڑک کے ہارے  
میں ایک واٹ کھنکھنکر رکھتے ہیں۔ سیاسی اور علمی امور پر جو ہمی کھنکھنکر کرتے ہیں۔ راتِ گرفتاری ہاتھی ہے۔ یہ باتیں کرتے  
رہتے ہیں۔ چائے پیچے رہتے ہیں۔ سکریٹ کے کش پر کش لکھتے ہیں۔ نیدر کے حصانی متعلق نہیں ہوتے ہیں۔ اس لیے کان کے  
انکار میں کوئی بے چینی کے کوشش نہیں ہے اور انکیں۔ لفڑیں ان کے دردیں سے بخوبی کی شدت لفڑی ہیں۔ ان کی زندگی صرف  
با تھیں۔ چائے ہے اور سکریٹ ہے۔ یہ بیچھے بیچھے رہتے ہیں۔ کھجور کھجور سے رہتے ہیں۔ چیزیں کوئی ڈھنی  
ٹھنڈیں ہیں۔

راتِ اورِ صلحی ہاتھی ہے۔ چائے غاؤں کی بند ہو جاتے ہیں۔ ستاروں کی چک دھنی بند ہاتھی ہے۔ میں جو کپ کر رہا ہوں کہ  
راتِ گرفتاری ہے۔ اب بیچھے گمراہا چاہئے۔ لفڑیں میں گمراہیں ہاتھی ہے۔ بلکہ کسی دیکھان کے لئے پیش کرنے کا انکار کرنے لگتا ہے اور  
انکار کرنے کرنے نیدر سے لفڑی کا کریمی اکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ میں ہمیں سماں ہوتا ہوں۔ پھر کوئی پیرے اور آکر مجھے  
بچکھڑتا ہے۔ میں گمراہ کریچتا ہوں۔

”لیا ہے؟“

”ہزاروں قسمی کہتا ہے۔ کے ۲۰ لے کی ہلگیں۔ آپ کہاں رہتے ہیں؟“

”مطلب یہ ہے کہ آپ کل دیکھان کے ۲۰ لے کوٹھرے ہے ہیں۔ آپ بیان نہیں سکتے۔“

”مغل کا کریچتا ہوں۔ ذرا ذرا دیکھ کر کہاٹ کر کو۔“  
گروہ میرے سوت اور کلی فوری میں ہوتی میں مطلع تھوڑی تھیں۔ اسی طرح بد تجزی سے کہتا ہے۔ ”ایم بہت دیکھے ہیں

قربِ مامل نہیں ہوتا۔ ان کی شاہ عربی میں جو پہلا تصویر بھی خدا کی کے دلپ میں ملتا ہے۔  
لی ہاؤں میں بکاریت کا ایک کلک بھی آتا ہے۔ وہ صرف ایک کپ چائے ہوتا ہے۔ تازہ اور سارے شام نظرِ اندھا کو دیتے  
لی ہاؤں کے چائے ہاتھی ہے۔ وہ شاہ عربی سے ملکہ جو رہتا ہے۔ اس لیے کاس کے پاس وقت کم ہے اسے ایک دلچسپ جانا  
ہے اور اخبار بھی چائے ہاتھی ہے۔ کلک اور اسی حجم کے جو سطح طبقے کے دلرسے لوگ بھی ہر چائے غاؤں میں ملے ہیں۔ لفڑیں یہ مولوی  
کیجیے اور این آپاں کے چائے غاؤں میں زیادہ نظر آتے ہیں۔ ان چائے غاؤں میں رہنے والی ہوتا ہے۔ اور این آپاں کے چائے  
غاؤں میں زیادہ نظر آتے ہیں۔ ان چائے غاؤں میں رہنے والی ہوتا ہے۔ یہ لوگ رہیج پر غاص طور سے جزوی ملتے ہیں۔ ان  
چائے غاؤں میں رہنے والی ہوتی ہے۔ ہر قومی بیان است میں جن اقوایی بیان است  
لکھ جو سلطے پر جو مرد و شور کر رہتے ہیں۔ یہ بیکھر کی جگہ کی ولیں کوئی کرتے ہیں۔ جو حق ہوئی میکھلی کا رہا، وہ رہتے ہیں۔  
ایسا یہ صرف کی تھکت پر جھنجڑاتے ہیں۔ رہوت کے نت میں ذرا بیکھر کرتے ہیں۔ چوتا ہاؤں کو جو حالت ہے۔ پیک ساری کی  
کمزوری رہتے ہیں۔ بکھر کی صرف رہا بھاکتی ہے۔ سیاسی ہمید گیوں کو قابض فرقہ رہا نہ یہ نظر سے دیکھتے ہیں اور نہادت کی  
ثمرہاں پر پارے حصہ کا بھاکر تھے ہیں۔

”یہ لوگ پہنچے ہو گئے ہوں میں رہنے والی ہیں جس کے ایک ہی کمرہ میں خاندان کے کلی افراد رہاں ہوتی ہے۔ یہ  
چائے غاؤں میں اس وقت تک بیٹھتے ہیں جب تک گمراہ سنا نہ چھا جائے۔ سب لوگ سوند جا گئی تھیں یہی سے الیمان سے  
ہائی کر سکتی۔ خلوت سے پوری طرح لطفِ اندھا کو ہو سکتی اور ظلوت میں جیسے ہیں کہاں ان کے لیے ضروری ہے۔ یہ سی  
ہوک کے کامے ہوئے ہیں۔ ہر ایک پر گزرنے والی ہو جان گھر کو جوڑے فور سے ملتے ہیں۔ ہمروں کی پر اور وہی پر کھڑتے  
ہیں۔ لی ہب بہ پر اعتمت بیکھتے ہیں۔

”میں غاؤں میں بیضا ہوا کر رہتا ہوں اپنی پارسائی برقرار کئے والے یہاں مٹھیں کس طرح بھی کھیں مامل کرتے ہیں۔ وہ  
کے رہ رہتے ہیں اور ہر چھٹے جنگ بھی اپنی جاتے دیتے۔ اُنہیں اپنی خاندانی جاہت پر بڑا ہے۔ اپنی اپنا سلسلہ اس ان  
جاگیروں میں ملتے ہیں جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے راء میں ملکی ہوئے۔ چوری پھیپھی دی۔ اپنی بھتی جو ای اقصادی  
بدھالی کو یہ سات پاؤں میں مچھاتے ہیں۔ زندگی کوٹھی کر کے جھل کرتے ہیں۔ ان کے ران اکن نشست برخاست اسپ دلپ

## غم دل اگر نہ ہوتا

شام ہی سے جیسی ہواں میں چال رہی تھیں۔ آئان پر ہادیوں کے بگڑے مٹلا رہے تھے۔ ابھی رات زیادہ جیسی گز روی تھی۔ اپاں تک جیسا بارش شروع ہو گئی اور اس سلسلہ میں کوئی بوسال ان کو جاتی تھی جیسے ہوئے۔ اکا دکارہ گیوں کی طرف رندھیر بھی کھرا ریا ہوا ساپاں رہا تھا۔ سردی کی شدت سے اس کا سماں خدرا رہا۔ پاڑیں برداشتی چاری تھیں۔ بھرپری ہوئی طوفانی ہوا میں درختوں میں قلچ روی تھیں۔ لاکے تکلی کی تمام روشنیاں بیکھر گئیں۔ سکھانوں پر اندر جمیرے میں ہوا اُس کا شور را اُس طبلہ ہونے لگا۔ سول انہیں جانے والی میں کوئی نظر وہیں نہیں تھیں۔ اس کے پاروں طرف اندر جمیرے کا چال بیجا چال۔ پاڑیں جیسی ہوتی چاری تھی۔ سردی اُتی شدت اختیار کر سمجھتی تھی کہ اس کی کسی نہ کہیں شہر جانا چاہتا تھا۔

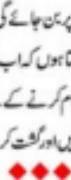
گزروں کی میں اولیٰ ہوئیں اُن میں کوئی بوسال پر رندھیر بھل کر قدم رکھا تو اُن کے بڑے تھارے۔ اپکے مذوق پر اندر جمیرے میں دودھ سے رہنی شدھائی ہوئی تھری۔ دوسری طرف مگر کیا سائنسی درختوں کے جنلا کے بیچے یہی کوئی تھی جس پر گزروں کی محکمت ہاری تھا۔ پاڑی اور کاچھانک بندگیں تھیں۔ دوچھانک سے گزروں کو احمد چاکا گیا۔ پاڑیں اور جیسی ہو گئی۔ دوبارہ اُن کے مولے قدروں سے پیچے کے لیے بے اُل صبر نہ لگا۔ اُن سے گزروں کو ایک کھوکھی تھی۔ گزروں کوئی نہ تھا اور جمیرے اُتی اور غاموشی تھی۔

برسائی کے پانچھ طبلے پر آمد تھا۔ دوسری جیسا نتھے کر کے برآمدے میں پیچی گیا۔ داکی ہاتھ کو ایک کھوکھی جس کے شیشوں پر یہیں بیکی روشنی بھللا رہی تھی۔ رندھیرے اندر جمیرے اور غاموشی سے گزروں کی طرف قدم بلڑھائے اور دوسرے کے سائنسی تھی کرکے گیا۔ اندر کر کے میں آہستہ آہستہ یا فتحی ہوتی تھی۔ اندر جمیری رات میں اس کی مدد میں کوئی مدد نہیں ہوئے اُبھری تھی۔ رندھیر کا نام باری میں بیکھر ہوا تھا اور سردی سے کچپا رہا تھا۔ برآمدے میں بگی دوبارش سے گھٹھلا تھا۔ جو اسکے بیچ میکھی کو سے ہو چکا رہا۔ اُبھری میں آئی تھی۔

رندھیر بے پیچا لاسے بیکھر کر ہادیوں سے کچپا رہا۔ اندریوں کو نہ مدد میں کھلتے۔ اُنکی کھوکھی کے شیشوں پر بھللا رہی۔ اسی اثناء میں باری سے بیکھر ہوا ایک کار رندھیر کے پر لارے اپنے کان پہنچانا ہوا گزرا۔ لے اور

آدمی۔ اُن کل سوت بہت مان کری تو پوری کی جاتی ہے۔“

بھرپری بھٹیں نہیں آتا کہ کیا کہوں۔ میں غاموشی بیٹھا جیسا تھا۔ کتاب کھاتا ہتا ہوں۔ بھرپری لکر کی پین جاتے ہیں۔“ دیکھنے اگر کوئی ہال اُٹھ کر آپ کا پکنچس جائے گا۔ بھرپری لکر کی پین جاتے ہیں۔“ دیکھنے اگر اس پکنچس بھرپری نہیں بیٹھا جاتے۔ میں سوچتا ہوں کہ اپا اسٹین جانا چاہیے۔ جاں سافر خانے میں چاہئے بگیل جائے گی۔ دیکھنے اُن میں بیٹھتے ہوں کی کسی تھیڑے پر رہا۔ آرام کرنے کے لیے جانیل جائے گی۔ میں اسٹین کی طرف جاں دیتا ہوں۔



رہی۔ باہر پھری ہوئی ہوا کیس قبیلی ری تھیں۔ بارش کے قدرے شیشوں پر گل گل بھار بھار ہے تھے۔ ردی چیرنے کوئے میں رکھا ہوا پورا کھانہ اور آٹا۔ آٹا کے ان کے اندر سفلتے ہوئے کوئوں کو کوچ لئے گئے۔ اکابر اول سے پنگاریاں اڑا کر کھر لئیں۔

ذرا دری بند مردی سے کپکا تاہاں اگر پھر کمرے کے اندر آ گیا۔ اس نے کوئی کوٹا علیپ کیا۔ کھانا کھا لیجئے۔ اب روشی نہ جانتے کہ آئے گی۔ رات زیادہ بہمنی۔

وہ آہستہ سے بولی۔ ”ئیں میں کچھ بھی نہیں کھائیں گی۔ تم مجھے صرف ایک کپ کافی چاہو اور دیکھو دو دسم کم ڈالاں۔“ اس کے ساتھی دیدی چیرنے بھی کہہ دیا۔ ”ایک کپ کافی اور یہ بیٹے آ۔۔۔ میں اس قدر ہمچیب گیا ہوں کہ اسے کوئی سوچیا تھا جائے۔“ کافی کے لیے اس طرف فرمائیں کرنے والے ردی چیرنے کو معافیاں آیا۔ کہ وہ بہت سے بھیقی برہت ہے۔ اپنے اکابر اول سے پنگاریاں پر اچھی بیجا کرتا چھے ہوئے فراہم کر رہی دیکا کہ اگر چہ تیزی ہے اور کوئی برہت ماننا ہے تو برہت کرے۔ اسے اپنے ہیاں دوبارہ تو آئیں۔ پھر بڑت کے لیے بھی بھی۔

گھر جنے اس کی طرف چڑھ رہی سے دیکھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ تھر جب دو دسم آیا تو اسے میں دو کپ موجود تھے۔ نہ بہن کرنے کی گرم خداشی کافی کی بھلی بھلی بھاپ سے بخوبی کیا۔ جبکہ ہر طرف کھر رہی۔ ردی چیرنے کے ساتھی کی ایک ایسا اور کرک کر گھوٹ بھر لے گا۔

اس نے کافی پینچھے کے بعد اور کوت کا رشد بدیا۔ خالی یا لالی ایک طرف کھوئی اور آٹا۔ آٹا کے ان سے سلکے ہوئے اکابرے پر کھا کر اکابرہ آہستہ کر رہے گا۔ کوئوں کے پیٹھے سے کمرے کی خاصیت ہم جھر کے لئے درہم، درہم، درہم، درہم، درہم، درہم، درہم، درہم آئیں۔ درہم کا تھام اپنے طرف کو مار دیا۔ اکابرہ اس کا احمد سایر لاریز پر جبرا ادا رہا۔ اکابر اول نماشی پینچھے رہے۔ ایک دوسرے سے بے خیا۔ باہر بتوں میں خیال سیجنیاں بھائیتی رہی۔ البتہ باریں رک گئی۔ کھرے ہوتے ہاں جیزی سے پہاڑ کر رہے ہیں۔

ردی چیرنے اپنا اور کوت کھایا۔ آگے جو ہمارا باہر جائے کے لیے درہاڑ کھولا۔ اس نے کوئی کی طرف پیغام کیے اور کھوٹے کیا۔ ”دو باہر چلا گیا۔“ اکابرہ آہستہ کر رہے گی۔

اس کے پیچے سے طرف کوہنی لئے کوئی تجوڑی۔ یا لوٹ کے قریب ناموش بھلی رہی اور جب ردی چیر کے قدموں کی آہستہ سنان برک پر دم چڑھی تو اس نے اٹھ کر داڑھ بند کر دیا۔ زمستانی ہوا میں اس کا جنم بردی سے تحریر نہ لکھتا۔ اس نے

کوت میں سنا سنا لیا اور اندر جیرے میں دیوار کے ساتھ کھڑا ہوا۔ ندی چیرنے ڈالا پر اسرا نظر اڑا۔ کوتا سے دیکھ کر بخدا اور زور دے دیے جو کہ بھنگی تھی۔ کوئی کہر کرے کا دروازہ مکھا۔ کسی کی دروازے کی آڑے ہملا کا دریا بخدا تھے جوے پر چھا۔ ”کون ہے؟“

ردی چیر کو چھنے والا۔ ”م۔“ تھر کھرا۔

اس نے خدا را پہنچی آہستے پر چھا گیا۔ ”یا اندر جیرے میں کون ہوا ہے۔ بولتے کیوں نہیں؟“ ردی چیر سے بھاگے کچھ کچھ کے اس کے پاس چلا گیا۔ یہ کچھ کا ملازم اتنا اور دوازے کی دیواری سکھ کر کیا تھا۔ اکابرہ کے میں (عذر) دشمنی، روشی، بھلی، بھلی، بھلی تھی۔ آٹا۔ آٹا میں اکابرہ کے دیواری دیکھے ہے تھے۔ ردی چیر اپنے طرف تھے جوں میں اس نے قدم بڑھاۓ اور کھرے میں چلا گیا۔ کھرے کی خفاہی اگرچی سکن تھی۔ اور بھر کی کچھ اونچا ہند کر دیا تھا۔ دندیل روشی میں اس کا چیڑہ باریوں کی طرح مکھل تھا۔ ندی چیرنے آٹا۔ آٹا کے برہ جا کر کوئی اپنا بھاٹا ہو گیا اور دو کوت ایک لسی کر کی تکہا کس کلینیاں سے بھی گیا۔ درہاڑے کے قریب کھرے ہے ملازم تھے اسے جیرے سے دیکھا ہو گیجے لیکے میں پوچھا۔

”آپ اندر کیوں آگئے؟“

ردی چیر نے دیکھ رکھ کر دیکھا۔ ”زرباہر اس میں کھرے ہو کر بخھو تو چھیں۔“ معلوم ہو جائے کا کہ میں یہاں کہاں آگئی۔“ وہ بے نیازی سے سکر گیا۔ یار تھی پیشان نہ ہو۔ میں پورا چلانیں ہوں۔ باڑا رکتے ہی چلا جاؤ گا۔ نئے رات ہر بھیں بھیں تھے۔“

اس دمہ بیانوں کے قریب بھلی ہوئی کوہنی لے آہستہ سے کہا۔ ”گر بھر داڑھ بند کر دو۔ بھر بھٹھی ہوا آرہی ہے۔“ گر بھر نے داڑھ بند کی اور بھلی کے اندر چلا گیا۔ ندی چیر آٹا۔ آٹا نے بھٹک کر آہستہ سے کہنے لگا۔ ”اکر ٹھی یا آکر ٹھی تو میں آن سر دی سے اکا کر رہے گی تھا۔“ کھا کر احمد را ہر طرف پچھا رہے۔ ”کمرے کی خاصیت میں اس کی تھر جرائی بھلی آڑا اس طرح احمد ریتی جی بھی کئی خواب کے عالم میں ڈال رہا۔“ اوس پیچرے والی کوہنی لے اکابرہ کے قریب اپنے طرف کا ناموش بھلی رہی۔ موم ہتھ کی زرد روشنی اس کے داہس پیچے پر لبرانی

پردوں کی طرح دالی ہوتی ہے۔ جہاں پر صورتِ غور تجسس چیزیں کہا جسیں کرتی ہیں اور انکے دروگ مریل بچوں کو خفیہ کا لیاں دیتی ہیں۔

کوئی بھی اپنی کوئی کے لام پر بھلی و ہوپ میں جسی ہوئی بیٹھی تھی۔ اسہر کوئے سے وہ پہار تھی۔ داکٹرنے اسے کمل آرام کرنے کی وجہ سے کی تھی۔ سامنے بڑک پر ایک ٹکھیں بھائی کا رستہ نالی گز روپی تھی۔ ایک گماں یا ہمارا ہم گیر اسے اتفاق کی طرح گھور رہا تھا۔

جب دن کے سامنے اٹھنے لگئے کوئوں اور سکھ بھائی۔ تجھی کی سامنے کاٹنی گھر رانے لگا۔ زندگی بھانے کے خیال سے وہ نہ مارکیٹ ٹھاپ کے لئے بھی کوئی جگہ بڑک کے بھر پر رہا۔ گیوں کا لام تھا۔ ان کے درمیان پھر جو ان اس کے بھرے تھے۔ پیچے دل پر رہا کہاں پھایا تھا۔ وہ فتحی کی وجہ سے بارہ رہا۔

”جسیں میں سرخ فوجوں کی تھیں جاتا کی تھے۔ ساری ریاست کش کی تھے۔“

”بھی کے پانچ ملوں میں بڑا تھا۔ سرپایداروں کی کشا کے لیے ملوں کے چاپک پر سلسلہ بھیں کاہرہ۔ جو داداں میں خدا کے دھن کے۔ مژدوں کی آواز کو شدید تھی اور اپنی سی فیض کاہرہ۔“

”پھر اس نہ رہا کہ دلکش امر کی کوئی پیچوں سے بھوٹان کے سودے کا جمادا تھا۔“

”کول است پارٹی کا انجماز اس رزو“ پڑھنے جو جتنا کا خبر ہے۔ جو آپ کا اخبار ہے۔ جو بھوٹان کے لذت کوں کا اخبار ہے۔ جو جم ای کی اخبار کے لذت کے لیے لاتا ہے۔ جو بڑک اور بخاری کے خلاف آواز اخبار ہے۔“

”کیونست پارٹی کا انجماز اس رزو“ پڑھنے۔

کوئی بھی تھے ان آوازوں کا اخبار و خوفت کر رہا تھا۔ کوئی تھے اسے بیکان لیا اور اس کے قریب ہا کر ایک اخبار، اسی طرح جس طرح ستمان دلکش کے لیے لکت فرم جاتا ہے۔ یا شاید وہ رنج کو تباہی چاہتی تھی کہ اس کا کام رہی؟! تم جو اس راست پر ہے کرے میں با ابانت دلکش ہو کر خانوں سے آتش ان کے سامنے چیختے کافی لی رہے تھے۔ تجہاری اخوات اسی تھیں کہ میں صرف چار آئے خوش کر کے تم پر احسان کر سکتی ہوں۔ اس لیے کہ گیس اخبار کے کوئی بھی بھائیں اس لیے کہ یا اخوات کوں کا ہے۔ اور میرے ذرا سے حکم کے لیے رہنے والوں ملزم مستحد رہتے ہیں۔ لیکن رنج ہر نے اخبار کے کہا بھگ کی کپٹ لٹ اور

کرے میں بھجا اے اینی قابیں دیکھا جس پر بھگ کے ہندا اسی پر ہے ائے تھے۔ اس نے ہے زاری سے مدد بیگاڑا اور آٹھ دان کے پاس کی طرح پرندے کی طرح تھیں جو کی اس کری پر داڑھنگی جس پر کچھ در پلے رنج جو خان تھا۔ وہ اپنی جو آٹھ اپنے بسیدہ اور کوت اور ایڈیٹیو اسالیہ اس میں کسی کھڑک اس کی ایکٹ مسلم ہوتا تھا۔ جس نے بھارت ساتھ پتہ اپنے جو دان کے پاس بیٹھا تھا اسے کافی بی رہا تھا اور آٹھ دان کے رکھے ہوئے اگاروں سے اپنے حکم کر کی پہنچا رہا تھا۔

کوئی سچنے تھی۔ اگر بارش سے بہگا ہوانہ ہتا تو وہ اسے کرے کے اخوات آئے دیتی۔ اس نے بیہاں آکر تو اونکا وہ وزرا کر دیا۔ اسکی طبقی رات میں جب بیگ باراں کی بہڑ بڑی ہوئی تھیں۔ جس طرح بے اولاد سے کافی باراں ہو رہی ہو۔ رہنپاں ایک دیکھ جا سکی اور آٹھ دان میں سرخ سرخ اکارے دیکھ رہے ہوں تو کرے کے گرم فھاشیں کو کرم مسرور میں پیاؤں عیناً تکرارہا ایک مسلم ہوتا ہے۔ اور جب طبیعت کی اس بیویاں دوڑتے ہوئے مسلم ہوں اور جنگ ہوئی ہوں اسیں اپنائے دوڑ سے کری ہوں تو پیاؤں کے سروں سے ابھرتے ہوئے الیٹ لئے تھے طرف خواہ کا جاں ہوئے تھا۔ ان غایبہ کا جاں سے باہر نکل کوئی دل نہیں چاہتا۔ لیکن جس طرح دیپ لے اپنی فرم کے چیزیں کی میں انورادھا سے اس لیے شادی کر لی کہ وہ بارش سے بہگ کر کیونچا ہاٹا تھا۔ لیکن اسی طرح اپنی جو اسے اس کے کوئی ہر بہر کر دیا۔ اس لیے کہ وہ بارش سے بہگ ہو تھے لیکن لوگ جو اپنی کام اس کے لیے کسی کے دکھدا کہا جائیں نہیں رکھتے۔

کوئی کری پر نہیں رہا زیادی ہوئی بھیجا تھا۔ اسی آٹھ دان میں کوئی نکتے نہیں رکھتے ہے اپنے بہڑ بڑی رہی۔ آٹھ دان میں کوئی نکتے نہیں رکھتے ہے اپنے بہڑ بڑی رہی۔ لیکن اسیں کوئی نہیں رکھتے ہے بڑک کر کیونچا۔ کرے میں اندر جا چکا گا۔ دیکھتے ہوئے اس کی بیٹھ اس کوئی کام دھنلا پڑھنا اور جا رکھنے آئے لگا۔ اس کا کی چاہا کس بارگی میں پیاؤں نہیں سے سرٹھ کر دے لے گے۔

رات آئتے ہے بڑک بھر گئی۔ باروں کا کام جس طرح جو اس کے سامنے یا قابی طرح کی اور سوت پر اور کریا۔ مصلح ہو گئی۔ باروں کی سچنی و ہوپ ہر طرف بھر گئی۔ خوشی راتیوں پر جس کے اڑاٹک رہوں میں ہر موضوع پر بائیں کرنے میں لفٹ آئے۔ جہاں سمنان راتوں میں آٹھ دان کے پاس بیٹھا تھا اس کا ایک مسلم ہوتا ہے۔ بھارتے کام قابوں پر جس کی تک باری پہنچاں ہواں اگتی ہیں۔ جہاں مشنوں کی گزگزت میں مژدوں کا شور گوناہ ہے۔ لیکن دیکھ کوچیں ہے جب ہوپ

میں آپ کو پیر خرس نہیں دکھائی دیتی۔ پیر خرس وہ بھی جانتے ہیں اور اگر کوئی جانتے تو جانے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔ کیونکہ سب میں سرمایہ داروں کے لئے انسان کا سوال ہے۔ اُنکی اخباروں کے ترقیات مالک بھی ہیں۔ ویسے بھی یہ اخباروں کے اٹھارواں ہی سے پہلے ہے۔

"ہاں پیریہ میں نے بھی خود کیا آپ کے خانہ میں کوئی اٹھا ہے؟"

رندھر نے بات کو حلول دینے کی کوشش نہیں کروں۔ کروں کو پیر خرس بھری ہوئی کتابوں کے ہارے میں جاتے رہا۔ کروٹی نے جنگلز روپ سے اپر کی کتابیں خریدیں۔ رندھر پیر کتابیں سیست کر جیلی میں بھر نے لگا۔ کروٹی نے کتابوں کی تجسس ادا کرتے ہوئے سکرا کردنے پر بھروسے پڑھتا۔

"آپ کو اس میں سے کچھں کتنا طے گا؟"

"کیوں؟" رندھر نے جوست سے آگئیں پھارا کر رہے تھے۔ "آپ نے ہمارے ہارے میں فلک انداز دیا گا۔ میں بلائیں با ایکٹن ہیں ہوں۔ تھک کوئی کیوں نہیں ہے۔ میں پارٹی کا ہوں گا، پھر ہم ہوں۔"

"اوہ! آئیں ایک دن یہی سواری۔" کروٹی نے خفیت ہو کر صفائی پیش کی۔ "دوسرا کچھے مجھے آپ کی پارٹی کے ہارے میں کچھا ہا پناہیں پر یہ ہوں گا۔ میں تمہرے آپ کا کیا مطلب ہے؟"

اور کام وہ دن انہیں کرتا۔

"کوئی تو کوئی کاری ہی بھی کرتے۔ ہم آپ کا کام کیسے چلاتے ہے؟"

"میں کیسے پارٹی دنیا ملتی ہے۔ وہی ہو جو ہم کو کوئی جاتی ہے۔" ۲۵ رندھر نے مسکرا کر جواب دیا۔

"کتنی پارٹی دنیا ملتی ہے؟" کروٹی نے کر کر پڑھتا۔

"تین روز پہلے۔"

"صرف تین روز پہلے کیوں؟" کروٹی نے جمان اور بیان اور کہا۔ "ہم اس میں کیا ہوں گا؟"

"اس میں سب ہی کچھہ ہوتا ہے۔" رندھر نے سکر کر تباہی۔ "گیارہ روز پہلے کیمان میں دے دھا ہوں۔ میں کیوں ہی میں رہتا ہوں۔ ہمیں سب سے پاہیں ایک کروئے جس میں ایک اور کھاکھا گیا رہتے ہیں۔ گیٹ شام کی چائے کے ملکہ ہوں گا کامہاں میں کیوں ہی سے ہتا ہے۔ پارٹی دنیا سے جلوہ دے ہاتی پیچے ہیں اس سے بیٹھ کر ہوں۔" ویسے گفتگو سے کمل کرا کر ہتا۔

پٹلٹ بھی اس کی طرف بڑھا رہے۔

"وہ پٹلٹ ہے ہی۔ اُنہیں بھی بھیت ہے۔"

کروٹی نے اُنہیں بھی تردید نہ کی۔ "آپ پارٹی کا اور پیر خرس بھائی تو میں کسی وقت وہ بھی در دے سکتا ہوں۔" اس نے سکر کر کروٹی کی جاہب دیکھا۔ "یہی آپ نے پچھلی پر چلنا پڑا تو دیکھا ہوا۔ وہ پارٹی کا سکر کی لڑگا ہتا ہے۔" دباؤکل کارہ بڑی اخداز میں ہاتھ کر دھا تھا۔ کروٹی نے دھچاٹا دھیس نے ابھی اسے بھیا ہیں۔ کہجے گی۔ "ہی ہاں میں آپ کا ملٹری پر چھانپا ہوں۔ اُسی دن کوٹھی پر آئیں۔ ہیری لوٹی تو شاید آپ نے دیکھی ہے۔"

رندھر پڑھنے لگا۔ "ہی ہاں اس روز رات کو میں پاٹی میں آپ کے بیجان جا چکا ہوں۔ میں آپ کی کوٹھی پر ضرور آؤں گا۔" پاٹی تھی ہو گئی۔ رندھر پر چاٹا چاٹا اپنے بھاڑک کر رہا۔

کروٹی کھڑے رہیں آگئی۔ سو درن اب غروب ہو چکا تھا۔ کروٹی نہ حمال اور دل اگر فتح ہو رہی تھی۔ وہ کھڑکی کی پوچھت کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی اور بیڑا دیکھتی ہے۔ اس اوس شام کو جو کبر کا ہوندا گا اگر بے خوبی ہو جائے۔ کھڑکا بارہ بھر کیں در سکیں کی طرح کوئی رہا تھا اور بڑو دیک کسی درخت پر پھٹ پھٹا ہوئی تھی۔ کروٹی کوئی رہی تھی۔ کروٹی کی خاموشی کوئی سوچ رہی تھی کہ اس کی زندگی کی توہن اس شام کی طرح جھیلی جی ہے۔ جس میں ہیر کے دبے دبے شوہری طرح جھیلی جی ہے۔ پھر اس جھیل کی طرح جیت گئیں۔ آڑوہاں اٹھے ہوئے جا ہوں سے کب رہائی پائے گی۔ کس طرح اس کے "جی چھا تو زندگی بہت بڑھو گئی ہے۔" اسی طرح کھوکھی کھوکھی پر کھوئی رہی۔ شام کے کھبرار ہوند کے اور جاری کے ہو گئے۔ سڑک پر رہ گیوں کے قدموں کی آہت کم ہو گئی تھی۔ سڑک چیلے گئے۔

بندھ بھر بھی نہ گرا تھا کہ ایک روز دن اٹھلے ان کی کوٹھی پر رندھر آگاہ۔ اس کے پیچے پر گر کا غبار چھا ہتا تھا۔ بال اٹھے تھے۔ ہاتھوں میں کہاں کا کھلیاد باتھاں میں کامیں بھر رہی تھیں۔ وہ بہت تکڑا ہوا انفلکٹ رہا تھا۔ گر کا سینے ہی تھیں کے اندر سے کامیں اکٹھائیں اور کوٹھی کے سامنے بیٹھی پر بچھا ٹھوڑا گردیں۔

کروٹی بولی۔ "میں نے آپ کا اخبار پڑھا تھا۔ پھر یہیں کی خرس پڑھ کر بہت اچھا ہوا۔ ہمارے بیجان کی اخباراتے ہیں۔ ان میں نیکی خرس نہیں ہو جاتی۔ آپ اپنے کوٹھری کی بھائی کا بھائی سے لاتے ہیں؟" "ہم خرس لاگیں گے کہاں سے۔ ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے۔" رندھر سکر کر جواب دیا۔ "واتا ہری بے کر پٹلٹ پر میں

ندھر سے لہاں کا تیار چلنا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔  
ندھر کے جانے کے بعد کوئی اس طرح نہ مال اور پہنچانے اپنے اڑی بھی رہی۔ دن اٹھ رہا تھا۔ سامنے طبلی ہو کر صلحتے چار ہے تھے۔ دوچھے سورج کی روشنی مطلب کے تاروں میں روپیائیں ہوتی باری تھی۔ کوئی نبہت ہدایاں تھی۔ سوچ رہی تھی کہ از فر کوئی اس سے بھروسی کیوں نہیں کرتا۔ ایک ماں تھی تو خود بیمار تھی۔ جب سے ان پر قلچ کر کے ہو، وقت خاصی پڑی رہتی تھی۔ وہ خواہ کی ۱۵ جنین اور ۲۰ انکر کرتا ہے۔ خوش ہو تو خوب قلچی کرتا۔ کاس یخچالی تھی تو کم تر فلائر سرویل ہاری ہو۔ بالکل اسارت نہیں رہیں اور یہ قلچت اپنے نالے کے تاروں اسی قدر سوچ کے تھے جن کوہ پہنچ کی میرا اتنا مطمئن ہوتی ہے۔ میں ان کی لائیں لگتی ہے۔ پکھا اور زادہ سوچت پکھا اور زادہ لوٹی۔ اور یہ کام رہی صرف اپنے لفڑی کی بات کرتا ہے۔ جھروں اور کسانوں کی بات کرتا ہے۔ گھر کارکن کا۔ اسے یہ بھی تھاں مطمئن کرو دیا کرے۔ کس ہاپ کی میانی ہے؟ اس ہاپ کی جس کے سرمنے پر صوبے کے اگرچہ گورنمنٹ پر سے کام بھجا تھا۔ انکوں اور سرکاری تاروں میں آدمیتے دن کی چھٹی بھگتی اور جنین ہیک سرگونوں کو دیا گیا تھا۔ اس کا بھائی گیرگن تھیں پڑھا ہے اور اخوسال سے المختار میں تھم ہے۔ اس کی لائی خوبصورت ہے کہ جب تھی تھی تو اس کی تصویر آنکھ کے مشہور سمجھنے "وَيَالَّهِ مَنْ شَاءَ هُوَ أَعْلَمُ" اس کے دارائیک درمیں شاہزادی تھی۔ اس کے چاروں سینیں چاروں تاروں سے پھٹکتی تھیں جو کہ ایسا لال قریبا ہے۔ وہ اسی طرح صوفے پر ٹھہر جمال پڑی رہی۔ اذکر کی انتہا تھات کے باوجود مسلسل سوچتی رہی۔

جب اندھر ہر ایک منٹ کا گودا ہوتا۔ کامیں ادا کرنا ہر منٹ میں کمی ادا کرنیں ساگوان کی تھی۔ اونکی خوبصورت الماري میں ترتیب سے لگا دیا۔ پکھا کپڑت اور پٹٹاٹ پڑھنے کے لیے بیز رکھ دیئے۔ جالا کپڑوں اسکی تو کام رہی تھی۔ گھر میں ساتھ اور ضرور ہوا کر ٹھیٹھے دلی لڑکوں میں چرچا ہوئے تھا کہ کسی کو کوئی تو کام رہی ہو گئی ہے۔ کوئی نہ سچا ہرل بر اونکی ہے۔ اس طرح خاصا رہب پڑ رہا ہے۔ وہ خود کو کامنڈ پڑھ کر نے لگی اور شاید اسی لیے اس نے ندھر سے غریبے اور لفڑی کو خواہیں نہ ہوتے کے باوجود کوئی کامیابی کر دیا۔

پکھا صبح ندھر بھراس کے بیان آیا۔ اس واحد دن اس کا اندر کے لیے چندہ لیتے آیا تھا۔ کوئی نہ اسے صرف پانچ دن پڑھنے دیتے۔ ان روزوں کو جب میں رکھتے ہوئے ندوچ لے سچا اگر اس لڑکی کو یہ ان کا چندہ دینے والوں کا نام اخبار میں پھیپھی کا تو باشہد دوسروں پہنچ دیتی۔ لیکن بھی کام ہے کس نے کھتم کر دیا۔ وہ سرے کوکوں کی طرح خواہ کو دو دن اگر نہیں

"مطلب یہ کہ کاریب اماں اپنے سکریٹ کا لرقا اسی سے چوراہا تھا۔"

کوئی مشترکہ رہ گئی۔ اس سے کچھ بھی نہ کہا گیا۔ ندھر سے لہاں اپنے حصے میں رکھیں اور چلنے کے لیے لہ کر کھوا گیا۔ کوئی نہ اسے نہ کہا۔ آپ بہت ٹھیٹھے ہو گئے ہیں۔ چانے پی نہ چکے۔ میں جو آپ سے ابھی اور بہت سی تھیں کرنا چاہتی تھی۔

ندھر چانے پیٹے کے لیے بھر گیا۔ وہ کام بھر چار سوکل پیوال ہال کر آیا تھا۔ حیلہ میں بھری کوئی لہاں کا دوزن بھی کم نہ تھا۔ دیسے اسے چانے کی طب بھی بسوں بھری تھی۔ کوئی نہ لازم کو بولا کر چانے لانے کے لیے کہا۔ پکھوں بھد چانے آگئی۔ چانے کے ساتھ کھانے پیٹے کا سامان بھی تھا۔ دھلوں چانے پیٹے میں کے کوئی نہ چانے کا گھوٹ بھر کر اپنی پیٹی کا اٹھا کر لے۔ اور ہر دن جانے کیا محسوس کر رہی ہوں۔ کچھ اچھا ہی نہیں لگتا۔ ذائقہ کا بیال ہے کہ میں چار ہوں۔ پر میں سوچتی ہوں ایسا نہیں ہے۔ لگتے اور ہاجان پڑھتے ہیں جسے بہت اچھی تھی ہوں۔ میں اپنے چانے میں کچھ بھر دیں چاہتی ہوں۔ تھی چانے کے کچھ بھر دیں۔

ندھر اس کا مطلب تعلقی بھکری کیا تھا۔ گھر و خانوں سے چانے پیتا اور جو چانہ پکھا کر کس کوئی تم کچھ نہیں بلکہ بہت کچھ کر سکتے ہو۔ اس طرح کوہ سماں میں پاہلے ہوئے کا اسے اسی تاریخی ایک عدالتگان ہے۔ وہ۔ اس طرح کوہ سماں کا لکھنی ہے کا موقع مل جائے گا۔ پھر جو طبوں کی صدارت کے لیے ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ایش کے لیے یہ ایش کا لکھنی ہے جائے اور ایک عالم ہے۔ میں ہو جاؤ۔ یا پھر عورتوں کی ایک ایسی ایمان ہو جاؤ۔ اس میں عورتوں کے حقوق پر زور دہار کر دیں گے۔ یا یہ قائم اعلیٰ نسل کے پانے شروع کر دیں۔ ان کو اس شوہنی کوہ سماں میں تھا۔ اس طرح کم از کم ۳۰ ان کفر" یا "اُس زندہ دیگی" اسی تھماری شانداری تصویر بھی چھپ جائے گی۔ یا ۱۸۱۱ء پڑھتے ہوئے اس کی نظر کہاں تھی جیسا کچھ بھکری ہے کہ اسی کھنڈتی آگی۔

"میں نے ساری ملٹیٹی تھم کر دیں۔ ہاتھ یہ ہے کہ میں بہت سوچ رہے تھیں کیا عالم ایسا جس پر کھانے پیٹے کا سامان تھم ہو چکا تھا۔ اسے پس سالانہ بھی آگی۔

ٹھیٹھیں چانے کا تو باشہد دوسروں پہنچ دیتی۔ لیکن بھی کام ہے کس نے کھتم کر دیا۔

کوئی نہ اسے جیسے سے اسے دیکھا۔ "تو پکھا دکھا لے گا۔"

ٹکپ اور یا گئے تو گیر۔ بال رہ جاؤ گلب۔ قلیر چشم ہو یا کوئٹ شپ۔ ایک سرے کے بعد دوسرا راست۔ جیون بس انہی راستوں میں لجو کرہے گیا ہے۔ اور آگر آپ کسی اپنے جیون میں کوئی بڑی ہدایتی چاہتی ہیں تو اسی کا سے لترت پہنچے۔ اور جب لترت اچھا کوئی چائے گی تو آپ کوئی لپچے گا کہ جتنا کوئا کیا ہے اور جو روپی کاغذی کا عیال تو چھل تو حکومت اسے اور کوئے چیز۔ ”

ہاتھا کاک ایک یہیں رہنے چاہی کہ کمودی جو اس پانڈو ہو گئی۔ وہ کوئی نہ کہہ سکی۔ غامبوں کی بھی روپی۔ رندھر جو لٹک رہا گیا۔ کمودی بھی جو بھی روپی کہ جس بات کو آسان کھو دیتی تھی آئی آسان نہیں ہے۔ آخر وہ لترت کا پہنچنے خود میں کس طرح پیدا کر سکتی ہے؟ اس میں اتنی بہت کس طرح جائے گی؟ پوچھے سوچتے وہ اپنے گئی۔

اس نے پارٹی لیز پر رکھ کر کمودی سے پہنچنا شروع کر دیا۔ لترت پاٹ اور تکریبی گھولوں میں جانے سے کھرانے گئی۔ اس پاٹ پاٹ نشانہ جاتی ہے۔ لگا۔ پارٹی کا غاف و مغولی سے غیر ملکی۔ اس پہنچیں اس کے سارے اس اور باکھر جاتے۔ پھر ایک روز اس ایسا ہوا کہ جب کوئی طلاق کے ساتھ کچھ جلوہ ایسی بھی اس کے دراٹک رہم میں بھی جسیں چارس پر اسی قسم سے ملیں جاتے۔ اس کے پیروں پر اس کے پیروں پر دھکائیں تھیں۔ لباس کی جلوہ اور فشن اور فشن۔ شام کا رانک رہنگ اور رنگ دو کے اس ماعول میں وہ باکل فیر پڑوری مطمئن ہو، پاٹا۔ کمودی نے اسے سب سے ملایا۔ پھر اس اور جو ہی بھی ہوئے گھٹن۔

ہمارا نے باتیں کرنے کرتے اپاٹ کہا۔ ”کمریہ رندھر ایک بات تھا ہے۔ کیونکہ پارٹی کی طرف سے آپ تو گون کو یہ ہادیتی جاتی ہے کہ بال سینے پر اسکے ہوئے ہوں۔ میونج جاہو اور پکڑے گئے ہوں۔ کیونکہ میں اپنے اس کا مردی کی طرح دیکھا ہے۔“

”یہ نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔“ رندھر بڑھنے لگا۔ ”میں مژدہ، اس اور جیون کے کرم چارخوں میں رہتا ہوئے۔ ان کے سارے چارخی کی تکوں پر کھڑک رہتا ہے جو اس طور پر صاف سحری بھیں ہوئی۔ دیگر کوئی کو ان کی طرف رکھا پڑتا ہے۔ درٹ آپنی میں بھائی چاہا اور اسکل ملک پیوشاں ہو۔ بھروسہ توں کی ایک بات یہ ہے کہ تم کو کامادت میں ہی اسکے پرے پہنچنے اور اپنے سیستم پر اسٹریک کر کر بکھ۔“

رندھر نے جزیہ دنباختت کی۔ ”اس موضوع پر زیادہ کہنا کیسی چاہتا تھا۔ درٹ وہ اسے تباہ کر لے اپنے کا مطلب

کمودی کو یا ہوئی۔ ”دیکھنے میں لے آپ کی کتابیں بڑی باقاعدگی سے پڑھنا شروع کر دیں۔ کچھ اور لٹک پر جو کچھ کی لیتھ آئی۔ ”رندھر سے وہ بھی کر لیا۔

ڈرادری رک رک بولی۔ ”ان کاہوں کے پڑھنے سے مجھ میں کچھ جملی تو ہو رہی ہے۔ لیکن میں اپنی زندگی میں بڑی جملی چاہتی ہوں۔ سوچتی ہوں کہ ہمارا اسٹل سٹ اپ کی نہ لعل ہے۔ اس بات کو بدل جاؤ چاہئے جس میں لوگ بھکالی سے ہو کے مرتے ہوں۔ مژدہ، اس کا کڑی ہفت کر کے بھی گزرا دیں ہوتا۔ جہاں مہدوں کے لائی میں میکس کوٹھار یا جائے۔ ”شاید یہ آخری بات کہنے کی کے لیے اسے اور بھی سب کو کہا جاؤ ہو۔ جہاں نے پھر کھلائے ہوئے آپ سے کہہ دی دیا۔

”درائل میں کیونکہ نہیں جانتا چاہتی ہوں۔ پارٹی میں کوکا کام کرنا چاہتی ہوں۔“

رندھر جکل کھلا کر بخیں دیا۔ ”میں کمودی کی پارٹی کوئی ایسا ہبھتال تو ہے تھا جہاں میں کے مریخوں کا علاج ہوتا ہو۔ وہ مژدہ، اور کساؤں کی بحث ہے۔ مژدہ، اس اور کساؤں کی۔“

”اگر میں کچھ کر کرنا چاہتی ہوں تو آپ مجھے اس طرح ملائی کوں کرنا چاہتے ہیں۔ میں مژدہ، اور کساؤں کی حدی کرنا چاہتی ہوں۔“

رندھر تجھے دیو گیا۔ ”ہمارے لیے آپ کی ہدایتی قیہ بہت ہے۔ آپ پارٹی نکل کے لیے کوئندہ کوہنی رہیں۔ یہ گی کم مدد ہو گئی۔ آپ اسے جو جملی مدد کیں کہتی ہیں؟“

کمودی نے دل بداشتہ کر کیا۔ ”یو ٹھیک ہے۔ پر میں اپنے جیون میں تہہ لی چاہتی ہوں۔ بہت بڑی تہہ لی۔ دیکھنے ہے میں کتنی دل اور جھیلی ہوئی رہتی ہوں۔“

رندھر اور سخنیدہ دیو گیا۔ ”آپ اس اس لیے ہیں کہ آپ کے سامنے کوئی نہیں۔ آپ حصی اس لیے ہیں کہ آپ کے جیون میں کوئی مدد نہیں۔ جب لرکت شدہ پہنچ پانی میں اپنے اپنے اپنے اپنے جاتا ہے۔ اور اپنے اپنے بوجڑیوں جاتا ہے آپ کی کاس کے اتھاروں اٹک اپنے قیمتیں قید ہیں جس میں ہزاروں سچے چائے ایک ہی سے کرے ہیں۔ جب بکھ ان میں دل بکھا رہے گی بہتر ہے۔ اور جہاں ان سے باہر لٹک کی کوشش کی تو ان بھاول بھیجن میں جیون بھر سمجھوڑا کچھ۔ راست نکلنے آئے گا۔“

مگر نہ جرئے الارکردیا۔ ”لکھن کے لیے میں آپ کو دعویٰ نہ دے سکوں گا۔ اس لیے کہ مجھے اور جو کام کرنا پڑتے ہیں وہ زیادہ ضروری ہے۔“

بلجن روز سے بیش روپے۔ کیا غلطی کرتے ہیں آپ؟ کوئی کوئی آپ نے کام ریڈ بنایا ہے۔ انہوں نے کہا خطاگی ہے۔ اس میں تو آپ کی پارٹی کا کام بھی ہے۔ کیا آپ اپنی طاقت بڑھانے کی کوشش شروع کی جائے تو انکا صدیوں تک نہ آئے گا۔ ”میں نے کسی کام ریڈ بنایا۔ ان کو آپ کو کہونے والے کی کوشش شروع کی جائے تو انکا صدیوں تک نہ آئے گا۔“

آپ نہ آپ کی کام کے لواج تو ہماری راہ میں رکاوٹ ہی دال سکتے ہیں۔ تو تم چیز پہنچا کر۔“

کوئی بہانہ اس کی بات پر بہ جانا کیا۔ آپ تو خوب واقعہ سوچی پر اپنی کامپنی کا تجارت کر رہے ہیں۔“

ردمجر لے چکے ہے میں کہا۔ ”میں کسی کامپنی کا اعتماد رکر رہا ہوں۔ اس لیے کہ جوئی کامپنی نہیں۔ پانی وہیں زیادہ گندہ ہو جاتا ہے جو اس سے لٹکتا رہتا ہے۔ بکھر جو اپنے ترہ ہوتی ہے۔ آپ تو میر اعلیٰ ہے لگا کہ میں پہنچے ہوں گے۔“

اس بات پر سب پہنچنے لگے۔ بلجن کھنکا ہو گیا۔ نہ جرئے سوچا کہنی بات اور زیادہ لگنے والوں کو جو جانے والے سے کمک جانا ہی تھا۔ سب کھما۔ اپنا خصیل اٹھا۔ اخراج ہا بہ جانا کیا۔

ردمجر ایک مدت تک کوئی کوئی پر جا چکا۔ اس لیے کہ اس کے کئے یہ سماجی گردناہ کو کوئی جان، اُنیں صدر ویالت بہت جزاگی حصیں۔ اُن کی کذبائی کرنے والیاں ملکی پر جنپا ہو چکا تو، کوئی کسے پاں عام طور پر کام ریڈ کو کیج دیتا۔ اُنیں ہوں گلکھن کسان و عورتوں کے ہلاں پر فرازگ کوئی اُنیں اور اس و فرگ کے خلاف کیونکہ پارلی کی خاصیت پارلی کی خاصیت۔ اس طرح اُنیں عارس کے درمیں ہم بھاگ جاتے کا خطرہ تھا۔ فساد ہو جاتے کا خطرہ اور بات فلکی تھی۔ اس لیے یہ ایک طور ہے اسی طرح جو اُنیں روز بھگت مدد کو پہنچا دی کی تھی۔ اس روز بھگت احتیاج ہوا تو اس اور جلوں کا لے گئے تھے۔ حلاکت یہ بڑا نوی رانی کی پاٹیں ہیں جس باڑکت مدد کو پہنچا دی کی تھی۔ اُنیں بھو جو خداور ترقی کر کے لکھنی چاکا تھا۔ لہذا دوڑھرے کا تکلیف اندراہ کا سکا تھا۔ اس نے تھی سے کام لیے کا حکم دیا۔ اس حکم پر مل داد کرنے کے لیے پانیوں سے جلوں پر اُنیٰ چارنگ کرایا گیا۔ یہ اُنیٰ چارچ ہس اوقت تک ہوا۔ اسرا جب تک جلوں مختروز ہو گیں۔ لکھن کی فرگ کے خلاف فرے کا لے گئے تھے۔ اسی حال میں اس سرکار پر دگر گئے ہیں کا گز شہزاد اُنیں روز خدا اور اب گاہنگی مارک ہو گیا تھا۔ ان زخمیوں میں نہ جمر

ہے۔ شادار بھائی کے مال کی پچھی دیکھی کا روز اس سال کا کٹ نسل پارٹیاں طرفت میں اور ایسے یہ طرح طرف کے درے پر گئے۔ اور ان سب کے لیے اسے اپنا اسی پر چھپا گئا۔ سچائی سے نہ مدد نہ ہوتا۔ ایسا اور ایسی کوئی بدبندی نہ ہوتا ہے۔ اس طرح بھی وہ پورے طور پر خود ملائی کر سکتا تھا۔ کیا جما ہے کہ کیا شادار دکان کے دیکھیں میں ذمی مال کے بھائے خود کھڑے ہو گئے۔ اُن کو اسی طرف کے ساتھ چھپی سوت پہنچ کر ہوں۔ میں جو کاریخانے ذمی ہوں کیا یہ خواصورت ہے؟ اسی پارے سے ہوں۔ جاؤ میں کتنا گز معلوم ہو رہا ہوں۔ کتنا اسارت تکرار ہاں۔ میری تحریک کر دے۔ مجھے ملزم کر دیکھ۔ کیونکہ میں یہاں اسی پارے کھڑا ہوں۔ اپنی لامبا لامبا چاہا ہوں۔

”ہو سکتا ہے آپ اپنی کمپنی سے طلب کر دے۔“ ”لبریٹ اس کی خواصورت میں تقریباً کہا ہے کہ اس ملے میں آپ بڑا ٹکٹکیں اپنے کھڑا ہے ہوں۔ کوئی اسی لامبا ہوں پر جو ارب پڑا ہے۔ بلکہ میں نے تو کہتی ہی اس اپنے کام ریڈ کو کیے ہیں جو خواصورت کرتے ہیں۔ میں خدا ہوں۔“

”ایسا ہاں اگلی ہیں۔ اور وہ بھی کیسے لکھا ہے؟“ نہ جرئے جوے الجہان سے کہا۔

مزدوروں اور محنت کشان کے ساتھ رہ کر قدرت کو اپنے کے بارے میں سوچنے کا وقت ہی کہا ہتا ہے۔ ”وہ بڑی تکلف سے اس کا ہمارا کردار ہے۔“ وہ بہت کوئی جرم نہیں۔ یہ ایک تھیجیں ایک اڑے پاری میں سے رہ جا کر رہی کرتی تھیں اور وہ ہم کی خدمتیں رینٹنے والے اج سے سلط ساد ہو جیں جس نے میساں لے رکھا ہو۔“

ردمجر کو جو اسی کی بات ہا کوارگر رہی تھی۔ وہ کسی بھکھا گیا تھا۔ اُنیٰ تی ملا کات نہ تو فیروزہ اس سے صاف ساف کہہ دیتا۔ کہ بہت کر لے کا حق صرف کوئی کہا ہے؟ گھے کہاں تھیں؟ میرے بیٹے نے ۲۰۱۸ء کو کیوں اُنیں؟ کیا میرے بیٹے میں ایک اہل کہ بہار سے بیٹے میں بہت سے؟ اس لیے کہ بہار پر بھومن میں سے کسی کی ۲۰۱۸ء کے غدر میں اگرچہ دن سے وفا داری کر کے جا گیر پاٹی اور جس کے تھیے میں تم شادار لگکیں غلط بات سے رہتے ہو۔ اپنی جا گیر میں نکتے والے سماں کی خست پر بھٹ کرتے ہو۔ تلت لامبا سے قدرت کرتے ہو۔

کوئی نے اس کی سمجھا۔ اس کا اندراہ کا لگا تھا۔ اس نے بات کا رشتہ لے کے لیے چیلے میں سے کاہیں ٹال کر دیکھنا شروع کر دی۔ کوئی کسے کے ساتھ اس کا اندراہ اور بھومن نے بھی کاٹا۔ میرے بیٹے ایک لامبا لامبا دیکھا کر کیا۔

”ہو سکتا ہے جو اسے بھاہ آئے۔ کوئا لسک کرنے کا ارادہ ہے۔“

پٹکن برقرار رکھنے کے لیے۔ ایک خاندان کی سرپرستی کے لیے۔ بھائی جواری ہار گیا۔ اور رندھر پر اپاک طرف طرح کی پڑھانے والوں نے پیغام اسے پڑھان اور دل کرنے دیکھ لگی۔ اس کے سامنے ڈال یا ڈال اس کی بھائی جواری کے لئے وہ کہا تھا۔ اس کی بھائی جواری نے کافی چھوڑ دیا تھا۔ اب وہ آنکھوں پر ایجیٹ اخنان دینے کا ارادہ رکھ لگی۔ ایک بخت وہ مانیے گھر پر ٹھنڈا بلکہ یہ دل کے تاثیتے ہے جوکہ نہیں۔

جب وہ گھر سے پہلے گاتھا غلامیتی سے اس کے پاس آئی۔ ابنا ہاتھ اس کے سامنے کر دیا جس میں سمات روپہ اور کھوجن کا گردی دیتی تھی۔ رندھر اسے دیکھ کر چک پڑا۔ گھر کا بولا۔

”ماں کیا کہے؟“

ڈالا۔ سکر کردا۔ ”جسیں فرش پر کے لئے ضرورت پڑے گی۔ اسے رکھو۔“

رندھر سوچنے لگا۔ ڈالنے سے یہ سمات روپہ نہیں دیتے ہیں۔ بہت نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کے من پر ٹھانچی مارا ہے۔ اپنے پاس کی رکاوٹ۔

ڈالا سے غلامیتی سے گھورتی رہی۔ ہماراں کی آنکھیں بھرا گئیں۔ آنسو کاپ ٹکپ کر رہا ہوں پہلاں لکھ لگے۔ رندھر اسے اس طرح دیتے ہوئے تکھ کاپ ڈالا کہی جو بھی دیتے گے۔ اس نے گھر اپنی آوازی پر چھا۔

”تمہارا کیوں مان گئیں؟ اس طرح مت رو۔ مجھے جو اکتوبر رہا ہے۔“

ڈالنے اس کی جو بھی مل پائے اسال دیئے اور آہنگ ہٹ کر پہنچ لگی۔ ”تمہاری اپنے پاس رہنے لگی۔ بھائی جواری اپنا ہے۔ اسے ان بھوڑاؤ کے ہوئے ہوئے جا کے کب آنے والے یہ مری تباہی بھان لو۔ میں تباہی بھان تو ہوں۔ کوئی غیر نہیں۔“

رندھر اپ اکتوبر کر سکا۔ ڈال کے سر پر شفقت سے تھوڑا کر کر دیا۔ ”لیکن یہ بات قسمی تباہی پڑے گی۔ بھائی کریمہ پر اپنے کس لیے اتنا کاکے ہے۔ جو کوئی تباہی بھان پڑے گا۔“

”تی ہوئی فرمے نے کے لیے۔ لیکن اسی تو یہ پیسے کی وجہ اس اور اس زمانی میں بالکل لیکھ ہیں۔ ان سے کام ہال کر کے۔“

رندھر زرد ہتھی پڑنے لگا۔ اچھا بھی ہم نے تمہارے روپے لے لیے ہے۔ یہ بھی مل دہا کہ قسمی تی ساری ٹکری۔ ”دلوں ہمکن بھائی پڑنے لگے۔“

لیکن گھر سے وہیں آنے کے بعد پرانی میں کام کرتے کر کے بھی بھی اسے یہ بھی گوسیں ہذا کر دلت کل ہوام کے دکھا دے کے

مگن تھا تھے پہ بھوٹ کی حالت میں اپنے تال پہنچا رہا تھا۔

بھوٹ کا اپنال میں رہنے کے بعد جب رندھر ہار لکھا اس کی ایک آنکھ پھوٹ ہیچکی تھی۔ اُنگی چارچن نے اس کے پیچے پر اپنی پا یا گارڈ چھوڑ دی تھی۔ جو یادگار کی ایجیٹ اوتی تھی اور اس ایجیٹ کے سامنے ایک اسٹان بھی دیکھتی ہے۔ جوں تو ہر ہزار شہری کی موت پر اس کی یادگار ہاتھ کی چاٹی ہے جوں اس کی گھوڑگاری اس پر چھوڑ دی جاتی ہے۔ بھرپور دھندا جاتا ہے۔ یادگاری ان تھریے میں تھہل ہو جاتی ہے جس کی کہہ گر اس پر چھوڑ دی جاتی ہے اس پر اکٹھا کر کے لے جاتی ہے۔ اسی طرف پا گنگہ بھنپک لے گئی۔ اپنی ایک شاشٹوٹ کی بے وقاری کی یادگار کے طور پر ایک اسٹان بھی جو ہزاروں کی لاکھوں موتوں کے کے وہے یہ دل سے قصیر ہوا تھا۔ اس لیے کہ اس کی دادا کے کی بہت غم بھوتتھ تھے۔ ہاٹک بھنپک رکی۔ اس کا ہاتھ ایسا ہوا رام مٹ کیا۔ لیکن صدیاں اگر نے پر بھی جان کی اڑان لایک شٹھناد کے علمی یادگار ہوں نہیں۔ وہ یادگار بڑی مقدس ہیں جو علمر کی دادا توں کو برابر در راتیں۔ اسکی یادگار کی بھی قریبی میں نہیں ہوتی۔

رندھر کو بھائی اٹک کے شاخ میں اونٹے کا اچانک تھا اور دادا پنچھے پر اپنے کے پڑھا ہوئے کا اخا تھا کہ تھا صدمہ میں یہ سن کر ہوا کر اس کے پا کا دیہات ہو گیا۔ وہ اپنال میں نہیں کیا تھا اس کی تکلیف سے ترپا، ہار، اور اسکر اس کی باپ موت کے اکھار میں کر دیں ہو۔

ای روز دوپہر کی بڑی ہیں سے دو گھنٹے کیا۔

رات ہو چکی تھی اور نگل کر کر دالے مکانی پر ہوا لک دیں اپنی چھانٹی ہوئی تھی۔ جس بھائیں کا باپ مراحتہ ہاں چانے ہلکا تھا۔ اس کے تاریخ بھی اس کی بھان نہیں پہنچتی تھی۔ اس کی بھائیں اور دلوں چھوٹے بھوٹلے بھوٹلے بھوٹلے بھوٹلے تھے۔ ان چھوٹے سالیوں کے درمیان رندھر بھی جھانک رہا تھا اور رہا تو اس کی سرف ایک پیٹی تھی کی موت نہیں ہے۔ یہ سرف ایک باپ تھی کی موت نہیں ہے بلکہ تریسیوں ہے پہنچنے پاٹے والے سول کوٹ کے ایک بھوٹ کی موت ہے جو ان دلوں سے بھگ لے گی۔ اور اس کے سامنے تریسیوں پر مارکی آمدی ہی چھوڑ گئی۔

وہ بندھ بھر کے گھر پر ہوا اس نے اپنے بھر میں اس نے دیکھا کہ اس کا باپ لگکے میں دھوواں اور اپاٹھوں کی بھائیوں کے ملاواہ کھا جائے گوں کوئی آمدی ہی چھوڑ گیا ہے۔ مٹھوں نے اس کے کھنکتی ہی بھوڑی کے سامنے اسٹان بھان سے اپنی قش اور اس کا بھی شروع کر دیا۔ اس قش اور اس سے سوال کوٹ کے چانڑا ہذا نے جو کھیا تھا۔ موت سے بیٹھے کے لئے تریسیوں پر مارک

بجات پا جانہ پا جاتا تھا۔ یہ باری اس کے لئے جگال تھی مصیبت تھی۔ اس طرح اس کی سرگرمیوں میں رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی۔  
دوسرا دفعہ پوری کی اہانت سے کوئی تی کی کوئی میں تھل کر گیا۔

کوئی تی کی اس خوبصورت کوئی کے اہانت کروں میں اس الف الیائی مہابت اؤں کی طرح سکارا خوبیوں کا ہلاکا پلاکا وحد کا چھپا  
رہتا۔ جہاں سرگرمیت پریل پر دوسرا سے ہوا کیں اگتا تھا ہمیں کریں۔ جہاں چھکتے ہوئے درج پیش پر دھوپ کی نہیری کریں  
کلکتی تھیں۔ اور جہاں ظاہریاں اور بے اشارہوں پر پڑتے ہیں۔ اس فناہی اس اساحول مژون یارہ میں جرم زمزہ پر ہے اس پا  
کر کہ کوئی دوں میں جس سوگ کا ذکر کہے وہ بھی کوئی ہے۔ اور یہ سوگ ایک لڑکی کے لیے سماں کی گئی ہے جو اس کی رہتی ہے  
اہاس رہتی ہے۔ اس لئے کس کے سامنے بخوبی اس دست پر بند کوئی ہے۔ جس کے سامنے بخوبی آرہا ہو رگوں ہے۔ ایک انسان  
صرف ایک انسان کے لیے اتنا ساز و سامان۔ ہماراں کے سامنے درد دوں کی بنتیں آ جاتیں۔

ٹک دار یک گیاراں کاٹی کاٹی دیج دوں والے چھوٹے چھوٹے مکان اور کوارٹر ایڈج بری کا بڑیا جن میں گندگی کے عادی  
دوں ہوتے ہیں۔ بد صورت مردمیتیں اپنی میں نہیں لیتے ہیں۔ یہ جو دوں کی بستیاں ہیں جو دوخت کے لیے زندہ ہوتے ہیں۔  
جس خوشی کے لیے ترستے ہیں وہ اپنی اور چاروں ہوا کے لیے ترستے ہیں۔ اتنا جو اترتی ہوئی تھیں پھر سماں قابل ثبوت کیں ہیں؟ یہ  
کام جنمیں قابل ثبوت کیں ہیں؟ اور یہ کیوں نہیں؟ ایک اہم دوست اپنے بھتی جاتی ہے۔ جو دوست کو تمدنیں پہنچتے ہیں اور خود میں  
ہی اندر ہے ہیں۔ رندھر کی ثبوت کا پوچھا احساس اور بھی شدید ہو گیا۔ ایک دوسرے کوئی کے لیے آئے ہوئے ایک مل پر اس کی اخلاق  
ذرا بیکھر کر کی اپنی اڑاکن کے لیے تھا۔ اس لئے کس کا فرنچیز مارکن ٹھیک ہا۔ کمرے کی تجھیں جو ہمیں میں کوئی نہ دوست نہیں  
رہتی تھی۔ اس لئے لڑکیوں نے اپنی پیٹے کے لئے رنگ دوڑنے کا ہمیشہ جزو اس پر پہنچا۔ دن بھر کی خدا تھا۔ رندھر کو کامل چاہا کر دیو  
مل پر اس کو اسکل اپنے۔ فرنچیز تو پھر ڈالے اور اس کو اگ کا کارکرہ بھاگے۔ دن پر اگل ہو جائے گا۔ دن اس جو جاتے گا۔  
ای وہت کوئی آئی۔ اس نے حکراتے ہوئے اپنے ہاتھ سے دا جاتی۔ تھرمانی سے پہنچ لیا۔ چاہت پر اسے درن کیا  
ہوا۔ اس کی قیمت ہوا کردا کم کو پورت تھا۔ اسی سچ جو راری اور کچھ بھاگ میں سرف ایور و درپیش کا ہدف کا کام تھا اور کچھ بھائیں  
ایک ایکی قیمت ہوا۔ ان دونوں کے بیرونی اعلیٰ طبقہ کی اکتوبر اس پر لیتے ہوئے اسے گھوسن ہوئی تھی۔ ایک ایسا فرنچیز میں پہنچنے  
خوش گوئے کے سارے خود کو کچھ بھائیت اسکے تھت گھوسن ہوا تھا۔ ایک ایکی جو کوئی تھرمانی پر کوئی اٹھی پر زندہ ہوتے گھوسن ہوئی  
تھی۔ اور رندھر جو یہ لوک سے اڑا کو دیکھتا تھا جو کوئے کے اڑے ہوئے اسالوں کے لیے غلام سدھا اور مکار رہتا۔

ساتھیوں تھے اس سے ایک ماں کی ماحتاگی وارد ہے۔ ایک بیکن کا پار بھی وارد ہے۔ ایک سب سارا خاندان کی پوری بھی وارد  
ہے۔ آئے خدا نے رات کے وقت ایک مہولی سے اپنے اس کام کرنا بھی شروع کر دیا جس سے پہاں دی پہاڑی پڑے گے۔  
لیکن اس شب بیماری سے اس کی تحریری گئے گی۔ وہ بیمار ہو گیا۔ اُنکی بیوی ایک روز اکثر کے مطب سے لوٹنے ہوئے راستے  
میں اس کی کوئی سے ملاقات ہو گئی۔ وہ اس کی بھجوئی ہوئی آنکھ کھینچتے ہی کیسے ہمگرا گئی۔

"ارے یا آپ کی آنکھ کیوں ہو گئی؟ کوئی مکشافت ہو گئی کیا؟"  
رندھر پہنچا۔ "میں جس۔ جو چھکلے میں اپنی چارن احوال اس میں یا آج چھاتی رہی۔"  
اس نے چاہا کہ بات کا رائٹ ہدل دے۔ "کہے ایکبار اپ کے پاس آگئی جاتا ہے اور جو اور جو اپنے آج یا ہے وہ بھی آپ نے  
وہ کھا۔"

گر کوئی کسی اور مہدوئی پر بات کرنا دھا تھی۔ "تی ہاں! کامریہ فربے گھے انبار پہنچا جاتے ہیں۔ اور لیچر بھی۔" اس  
نے اکثر ہر کر رندھر کی وجہ اپنی سے بڑھ دھنی ہوئی آنکھی جانپ رکھا۔ "مگر یہ آپ کے ساتھ ہبھٹ گھم ہوا۔ بہت رہا۔"  
رندھر جو ہے بیاضی سے کہا۔ "اُنکی بات ٹھیک ہے۔ یہ تو اپنی چارن کا ایک لٹانہ ہے۔ اور مجھے اسے اتنا ٹھیک ہے جتنا  
ماں کو ٹھیک ہا کر ازادا ہے ہذا ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ ٹھیک ہو گیا۔ جو دوں پہنچا کے جو چھوپانی کے  
ساتھ میں بھی جو ٹھیک ہو چکے ہوں۔ اس لئے کہ ٹھیک ہی وہت ہو جاتے ہیں جب جتنا کی ٹھیک ہات پر اسے دوڑھو سے ابھی  
ہے۔ اگر بھرپری آنکھ کی ایکیٹی نہ میں پہلی چھاتی تو تیچھے براہ ادار، تیچھے اپنی دوھنی۔ کوئی تیاں میں بھرپری ہوں اس کی دھنی  
ہوئی آنکھ کھینچتی ہیں۔ اس لئے اس کے پیچے کو تھا سامنہ نہ ماریا تھا۔ رندھر جو ہی سے زد ایسا کوئی دھنی رہی کہ جو ٹھیک ہوں  
کے دکھدے کے لیے اس قدر ٹھیک ہے کہ اس کو کوئی سے کامنے کا تو کوئی سے کامنے کا وہی کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے گھر کر کرہا۔  
لیکن جب رندھر زور دے کامنے کا تو کوئی سے کامنے کا تو کوئی سے کامنے کا وہی کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے گھر کر کرہا۔

"آپ کی طہیت ہی تو وابطہ ٹھیم ہوئی ہے۔"  
"ہاں اپ تھے۔ میں ابھی ڈاکٹری کے پاس سے آ رہا ہوں۔"  
کمبوں نے اس کارکیا کو کہ کہون ان اس کی کوئی آپری ایک روم کے۔ وہاں پا قاعدہ ملاجی ہو گئے گا اور کہہ بھال ہی ہو گئی۔  
رندھر نے سچا کہ جلدی سست اپ بھاگنے کے لیے کوئی تیکانی کوئی ہو گی۔ ملک طبع جو جاتے گا۔ بیماری سے وہ جلد سے جلد

کر دے۔ پانے سے لے چھوٹے رہے تھے۔ کرے کی خداں موکتی میں عز و حری ہوتی گی۔ ان انہوں میں رندھر کو کوئی کوئی  
مقدس دعویٰ مسلم ہونے تھی۔ سکاراخواہوں سے حاکما کرواجھتا کا کوئی قار مسلم ہونے تھا۔ اچاکب یقناً عز و حری خوب  
ورہم برہم ہو گے۔ کرے میں کمپنی ٹائم حسپ ممول بے لفڑی سے قوتی کا احوال ہوا۔ کوئی اس کے حقیقی ہوئی گی۔  
مالاکر ندھر چاٹا تھا کہ وہ نہ جائے۔ وہ اسی طرح یا تو فتوں کے چادہ چکالی رہے۔ اس کا چور مقدمہ بیرونیں کی طرح جھکتا  
رہے۔ لیکن وہ کمپنی ٹائم کے ساتھ بیلی گئی۔ اس لیے کہ وہ کمپنی ٹائم تباہ اور ندھر صرف ندھر تھا۔ اس کے شاہوں پر بھی  
سینہری اشارہ جھکتے ہوئے اور کوئی اس طرح اس کے پاس سے اکابر پیلی دھائی۔ اسی وقت جب وہ اس کی مددوت کے لیے آتھ  
کریں آئیں۔ مریل جو گیلانیں میں جزو دھارا اور جنم کیا جو ایجاد کر رکھا۔ وہ اس کی مددوت کے لیے آتھ۔  
مریل نے زور دیکھ کرے کو اقصیں کی طرح گھربی ہوئی ٹھروں سے دکھا۔ پھر سوپر آتھ پاٹی مارکیٹ میان سے  
لیکر گیا اور ندھر سے کچھ کا۔ کمر و تبدیلے خات کا ہے۔ اس تو سالے اپنے میڈیک اور ٹکرے کے پاس بھی نہیں۔

گردنہ جھرنے اس کی بات پر تو پسندی۔ پاچھلے کا۔ کبھی جنم کا کیا ہمال چال ہے؟  
مریل گردن ہا کریں۔ اسے سب ٹکرے ہا۔ اتنا تو چاٹا ہے۔ اس آن کل وہ سالا ٹھیر بہت خارکا ہے۔ اسے ہے۔ جس آن گھنیجی کرے  
دیکھتے ہے یعنی میں نے اس کی جرودہ بھاکی ہے۔ اتنا تو چاٹا ہے کہ ایک دن سالے کے ساتھ میان ماروں۔ ”اوہ مریل بھوڑتی  
آواز سے گانے لگا۔

”میں مارگی رے۔ جی ہو بیا گی جو یار گئی رے۔“

ندھر جرے اسے سب تماش کر دیا۔ اسے میں کرہ کرے کے اندر آگی۔ شاید سورن کر آیا تھا۔ اس نے چھٹے نامہ میں  
رہنے کے بعد ریافت کیا۔

”چاٹے لے آؤ؟“

موری

”بول

الملا۔“ جب تک لے آؤ۔ خوب اٹھا گئے اور جنی گی زر ایگی طرح زانٹا۔

اس نے اگر ہر سے بالکل اسی طرح کا خامس طرح۔ وہ ندھر کے ساتھ کارخانے کے ساتھ والے اسی امثال میں پھیل کر آر رہا۔

ندھر نہ زرم اور شلاف اسز پر لیٹھا رہتا۔ بیٹھی پر داؤں میں ہواں کیکنی رہتی۔ وہ پ سے سینہری کریں بھالا تی رہتی۔ اور  
دریچوں پر بھالی جویں پھیلی کی شامیں بھتی رہتی۔ کرے میں اف بیانی ٹھیٹا نوں کی طرح سکاراخواہوں کا وحدہ لکھا جایا رہتا۔  
وہ یہ سب کوہنہ کرتا رہتا۔ کوہنی کوہنی رہتا۔ جو خوب سوت کی قوش پاٹی اور جویں دا جویں اس کی دکھی بھال میں سرگری کے ساتھ  
ساتھ سوت کا بھی ٹھاڑہ کرتی تھی۔

اس سہاٹی شام کو جب باہر نہ تھا میں ہواں سرراقی ہوئی ہلک رہی تھی۔ ریخچ پر آہستہ آہستہ ملک نے رہا تھا۔ کوئی کسی  
لڑکہ میں جانے کے لیے چارہ بوری تھی۔ بہتر سے بیس کا اٹاب کر رہی تھی۔ بگریں کی پہنچ کر اڑائیں تھیں۔ بکی ایک سالاں  
انہیں بکی جو سری۔ آس نے بھتی خوشی رکھی اور جویں دکھی سوتی ساز ہیں اس کے ساتھ اکڑا جائیں۔ مسکر کر بولی۔

”بکی تو کھٹھٹیں جائیں اور بہا۔ آن آپ ہی سیکٹ کر دیجئے۔“

ندھر کوں کے لیے بیس کا اٹاب کرنا ہے۔ کوہنی بیس تھیں کر کے اس کے ساتھ آئی۔ وہ اس پاس میں دکھی اور  
دل آن افرا رہی تھی۔ ندھر جرے اسے دیکھا تو دیکھتی رہ گئی۔ زبان سے کچھ کہہ سکا۔ خامش لیٹا رہا۔ وہ سکری ایونی باہر ہلی  
گئی۔

ندھر کو لیٹے لیئے ہیاں آگا کر کوئی اپنے بیس کا اٹاب نہیں کر سکتی۔ اس لیے کہ اس کے پاس الٹ درجے کی درجنہ اس  
ساز ہیں اسی اور طاکی سب دھوچیاں بھتی ہیں۔ وہ ساز میں سات روپے چھوٹے سچھوٹے کرنے کے بعد بھتی جویں نہ لاریہ  
کی اور پہنچاں بھک جن کے ہوئے روپے یعنی جویں جویں کی خواہیں اس نے بھتی کی تکلیف کے لیے سب کوچھ دار کر دیا۔ اس کا  
بھائی اس کے لیے تھی جویں جویں سکا۔ اس کے جویں کا گھبر اڑیش خواہوں کی نہ رہو گی۔ اس ذاتی ازیت سے وہ کاپ اخدا۔ کا  
اس کی بکی اسی طرح تھی۔ وہی کے لیے تھی کہیں بھی رہے گی! ایسا کی ماں کا چور اسی طرح مر جایا رہے گا۔ اس کے ہذلوں بھائی اسی  
طرح پکتے رہیں گے! ان اچاکب سا اولن سے وہ گھر آگیا۔ پڑھاں ہو گیا۔

کلکھر پتھر کی بھتی جو اس کے دل میں رہے اور ندھر نہ زرم اور شلاف اسز پر بیٹھا رہا۔ اس کی سوت اب  
بھر جویں جاری تھی۔ وہ اس خوب سوت کاٹی میں انسوں ہو چاہا تھا۔ گھنی جھنگوں میں لئے والے اس دنے کی طرح جو آئی  
کھروں میں رہنے کا عادی جویں کھا جاتا ہے۔ کوہنی اس کی دکھی بھال میں سوتھ موتھ رہی۔

ایک سہی کو جب وہنہ حال اور اسرد ایٹھا اور تھا کوئی اس کے پاس آئی۔ اس نے ندھر کو اس دکھی کریا تو نہ ہنا شروع

سے بھی بھاراں کا فی حراثتی بھی ہو جاتا تھا۔ اگر گردھاری بھٹا اس حاکر و کر قاس قدر خس کیوں بھی تھا۔ رندھر نے خدی سے کام لایا۔ مگر وہاں سے وہ اپنے آئے کے بعد اس کی بھٹا ہبٹ اور بڑھتی تھی۔ اس کی پہنچ پر دو عزت سو فٹ بھٹ میں پہنچتی تھی۔ ۱۹۴۷ء کے رواج تھا کہ ان ہردوں کے لیے اس بھٹا کی دھوپ میں اس جھلسادیتے وائی گرم گرم اومیں وہ کمی میں پہنچتا ہے۔ مگر کے خدوں کی کالیاں و مچکیاں مٹا ہے اور ایک بینک میں نکل پڑتے ہوئے اس طرح جانکی نارے ہے تھے جیسے وہ اس کا کلام ہے۔ وہ اپنی ٹکوہ سے ہر سینے صرف آٹھ آٹھ آئے تھے جیسے اور وہ بھی جنم کے للا کے لیے۔ استہ کوچک ہے۔ یہ اس کے ساتھ سر اسرار ہاتھی ہے۔ وہ اس اور دھاری تھے۔

اب رندھر اکل پارٹی کے کاموں سے کرانے کا حق غیر مددواری اور لا بالی پانی کا حق رکھ کر تھا۔ اس کے بعد میں جو جیوانی دیکھ رہی تھیں میں پڑتی ہاری تھی۔ اسی درود ان سہاران پر جا کر جلدے کے ہردوں میں کام کرنے کے لیے پہنچی ہاں پر سے ہدایت تھی۔ وہ دو اور کامروں کے ساتھ سہار پور جا گیا۔ یہاں اسے ایک گردھر کے ساتھ رہنا پڑا۔ اس لیے کہ یہاں باقاعدہ آٹھ آٹھ نہ تھا۔

وہ ایک آر گانجیز رکی جھیٹت سے وہاں گیا تھا۔ لیکن تھوڑے ہی دلوں بعد ہر دوں کام ریڈیں کو وہ اپنی بالیا گیا۔ وہ تھارہ گیا۔ ان ہر ٹک ہار کیک پھری میں پڑا۔ اس اور دوسری دوست کام روڈوں میں جا کر پارٹی کا کام کرتا۔ رحلے سے وہ کرنسے کے تھاں کے شروع کر دیا تھا۔ ایک چھوٹی سی یونین چمک ہو چکی تھی۔ لیکن وہ خود اسی ایسا اور پسند اور پسند اس سے اس سے تھا۔ ان رات تاریک کو فھری میں پڑے پڑے اس کا جام گراہا۔ پارٹی کا جام گراہا۔ پارٹی میں بھرپور تھی۔ وہ سماں تھا جس کی تحریک اور سیاست کی اولاد اس کی۔ ان ہاتھوں کے ساتھ ساتھ بھی کھارا فیول اگی ہو جاتی۔ زور دار تھیں لگتے۔ لیکن رندھر کو جو راغب کی مدد و مشی میں پیٹھے ہوئے تو اگر پر چھائیوں کے چال کی طرح ہندنے لگتا تھا۔ کھری اسے ٹھنڈا ہوتی۔

کھری ایک روز ایسا کہ وہ اس کو فھری سے اس بھٹا نانے سے چپ چاپ گل کردا۔ اس غیر مدد اور دھرے پر پارٹی بینک نے اس پر فٹ اخراجات کے لیے دارٹک دار کی فھری میں رہنا پسیں چاہتا تھا۔ اس کا دل گھر رہتا تھا۔ داشت ہوتی تھی۔ یہ پارٹی کے تھاں ہوں کی کلی طلاق ورزی تھی۔ لہذا پارٹی رکیت سے ملیم کر دیا گیا۔

دیا کرتا تھا۔

رندھر نے پہنچ اوری سے کہا۔ "ہاں چائے لے آؤ۔"

گردھر چاہا کیا۔ رندھر کو اس قدر لذت گھوسنے کو تک دیکھا کیا۔ لیکن مری نے اسے بھٹا ہبٹ پر فوری کیا۔ جوست ایک سے جیلانی کا بیتلنی کا ایک جیلانی کا بیتلنی کا طرف بڑھا۔

"اک اسراری اصلی لالہ ہاگا ہے۔ ایک اٹھ لکھا بیویت مسٹ ہو جائے گی۔"

گردھر نے الارکر بڑا۔ حالانکہ وہ اکثر مری سے جیلانی مانگ کر پتھر رہتا تھا۔

مری دی تھک رندھر کے پاس بیٹھا رہا۔ اس کا دل بھلانے کے لیے قش بھس کے باقی کردا جا چہب دھچا کیا تو رندھر نے خور کی کمری جس صوف پر بیٹھا تھا اس پر مری کے تھل کے تھلوں سے بھرے گئے ہاں سے بھرے بھرے داغ دھمہ پڑ گئے تھے۔ صوف بیٹھا فریڈا کیا تھا۔ رندھر نے سوچا۔ یہ تو بہت بڑا ہے۔ وہ دو تھک بہل لانا ہوا مری پر جھلکا تھا۔

ٹھیک ہاں بعد جب کھوٹی کی کوئی سے باہر یا تو اسے خود اپنے جو دل بھلیاں گھوسنے کو سکی۔ وہ اپنی ہردوں کی بستیوں میں جاتا۔ کارخانوں کے پہاڑوں پر ہردوں کی میٹھیکی کرتا۔ مگر کھوٹی کی چالاکی و مچک میں اپنا چیزوں اور جھلک ہوا مسلمان ہوتا۔ لوگوں میں اس کا جنم پہنچتا گا۔ انی ہوں گیر سے اس کا ایک لہست آگیا۔ وہ راٹھک کے ٹھیک میں مازم تھا۔

اس نے پیٹک مارکیت کرنے والوں سے رشتہ لے کر جھوٹی کمائی کی تھی۔ وہ رندھر کو ایک شاندار لکھنوران میں لے لیا ہے۔ جس کی قضا غلطی اور فرحت پاکی تھی۔ رندھر اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ کہ کہتا ہے کہ راٹھک کا تاریخاں رہتا ہے۔

رندھر شام کھکھ لکھنوران میں بیٹھا رہا۔ پھر کہ راٹھک نے اسی کی گیت پر ہوئے والی بینک نہجا کے۔ اس اپر والی پر دھرے روزو ہردوں میں کیا تو یعنی کے درکارے اسکے لئے کیا۔

"کامری اٹک سارے ہردوں تھیا۔ لکھنورے تھے۔"

"تھی بے دناء سے کئے ہی ہردوں ناٹھ ہو گے۔"

"بینک نہ جانے سے ہر چال کی بات ہر رہا۔"

رندھر جب چاپ ان کی باتیں سارے لکھنورے کی طرف لے چکے ہیں کہا۔ "نہ ہے کہ اس کا مریض رندھر تو ہوئی ذمیں پیٹھے میں کر رہے ہے۔ کارخانے کے گیٹ پر ہونے والی بینک میں بھاڑو کیے ہے۔ تو رندھر جھلکا گی۔ حالانکہ گردھاری

ندھر سوچتے لگا۔ پیری نہیں مراہے۔ بادن روپے باہوار پانے والا ایک سرپست مراہے۔ ایک تیسرا روپے پیش پانے والے دنڑا جو احمد کی طرح۔ اس کھنڈ میں صد سے میں ندھر کو اپنا فتحی نظر آیا۔ اپنے گروہ والوں کا بھی فتح نظر آیا۔

درسرے دروٹھی کی تمام ملوں میں ہزار ہو گئی۔

مرلی کی ارجی و حمہ دعام سے الحفی اگی۔ اس کی الٹ پارٹی کے سرٹ چھڑتے سے لپٹ ہوئی تھی۔ ارجی کا جلوں بڑکوں پر گز رہا تھا۔ ندھر مرتے والے ساتھی کا آخوندی دیدار کرنے کے لپٹ پاٹھ پکڑا جاؤں کو دیکھتا رہا جس کے ساتھ ساحنے پر یہیں کی اڑا جاؤں گیں جا رہی تھیں۔ مزدور لفک ٹھاف فرٹے رہا ہے تھے۔

”پہنچ کا علم ہبھولوت“ بھروسوت۔“

”کامریہ مرلی کا خون اسپ کا خون۔“

”انکاب زندہ بادا انکاب زندہ بادا“

”کامریہ مرلی امرزو۔“

مرلی کی تھی امر ہو گیا تھا۔ اس کی ارجی توپ کے ہاتے پر یہیں ”انکاب زندہ بادا“ کے نعروں کی گھن گرن کے ساتھ ہماری تھی۔ اس کی ارجی کے ساتھ فوجی دستے ٹھنڈے بارچ کر رہے تھے۔ صرف مزدور تھے۔ جو انکابی جن کی بیٹتے ہے تھے۔ جن کے

نعروں سے ہریک روپی تھی۔ یہیں والوں کے چیزوں پر جاؤں ایسا ارجی تھی۔ وہ غوف زدہ اور ہے اپنے نظر آ رہے تھے۔

ندھر سوچتے لگا۔ کیسا جلوں پر کہلم دعام سنتے والوں کی چھاتیاں اُبی ہوئی تھیں اور گرم کرنے والوں کے جلوں پر بدوڑی طاری ہے۔ شاید نہ کہہ رک گئی تو۔ آج پھر کئی تھی مرلی کو یہیں کے سامنے آجڑیں گے ایک خاندان یعنی کئی ہی خاندان بردار ہو جائیں گے۔ لیکن اس علم کو کچھ کے لیے انکاب اٹے کے لیے ایک یہیں کئی تھیں جو اس خاندان تباہ ہو جائے۔ وہ

ہمتوں دھنی جو کروڑوں خاندانوں کی بھری کے لیے اس علم کو کچھ کے لیے ہو جانکا ایک یہیں کئی خوشیں اُنکی جانیاں

مقدوس ہیں۔ قل پر سکن ہیں۔ کامریہ مرلی تم کوئی نہیں مر سکتے۔ تم بیوی زندہ رہو گے۔ تم امرزو۔

ندھر کلرا اس سوچتارہاں نعروں کی گوئی میں اس کا جنم شدت بذات سے کچکا تارہاں جلوں آہن آہن گزگز رہا۔ اس کی گردان پھٹ گئی۔ جلوں سے اس انکابی کا روان سے چھٹ چکا تھا۔ ایک پھٹا جاؤں اساتھی۔ وہ کھلا کر سوچتے لگا۔

ایسا کیوں جاؤں؟ جاؤں سے سیدھا کوئی کی کوئی پر نہیں۔

ندھر نے شیر میں ایک کرائے پر لے لیا اور اس میں بیٹھا جاؤس چاکر جا کر اس کے ساتھ کچھ دسرا سر اعلیٰ ہوا۔ اس نے پارٹی کے لیے اسیں کھاتی تھیں۔ وہ کھائے تھے۔ اپنے پیچے کو بدلانا یا تھا۔ جس پارٹی کے لیے اس نے یہ سب کچکا تھا وہ اس سا مددی سرپری کا بھی یہیں نہ کر سکی۔ اس کو کھاتا ہی تھا نہ دے سکی۔ یہ اسکا جسی از بڑی تھے جو تھے۔ پارٹی کو کسی دن اپنی اس قلچل کا ضرور احسان ہو گا۔ اس نے کس کے لیے جو نین کا کام ایک طور سے جیسی بیل کیکا۔ مزدور پارٹی کی نہیں اس کی بات مانتے تھے۔ اس کی بڑت کرتے تھے۔

ندھر ہارے ہوئے جوئے کی طرح سرگردان گھوڑا ہوا رہا۔ پھر کرے میں پڑا اس سچاڑا۔ اس نے بھرا اپنی کری کر تی تھی اور کسی بھر جا رہا تھا کہ اپنے دیں اور صبا اپنی اسکل کے چہروں کی سفارش حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اسکی تھی اور اس کا قلچل ری پکارا ہو گی بہت اچھا رہا تھا۔ لبڑا اپنے دروڑن میٹھل کے لیے بہت پر ایسا تھا۔

ندھر میں اور بھی تبدیلیاں پیدا ہو گیں۔ اب وہ سال سترالیاں پہنچتا تھا۔ باں قاعدے سے تھے ہو گتے۔ جس پھوٹی ہوئی آنکو کو پہنچ کے علمی یا دوکانوں اور کوئی نہیں ایسا ہے کہ بھتی تھا۔ اس کو کھاتا ہے کہ گرے رنگ کا چشتکا نہ ہے تھا۔ اس کے وجہ میں پہنچا جاوے اس طبقے کا ہوا جو ان جس نے جھکتی رکنی کے بھی سہائے خواب دیکھے تھے اپنی لفڑی تک رسنے رہا۔

انجی دلوں کا داکر ہے۔ ندھر نے سنا کہ یہیں کلے بڑا تھا جو درودوں پر پہنچ نے اسی حادثہ کا نزدگ کی ہے۔ کچھ ہی مزدور کیاں گے ہے تھے اور مرلی اور جیس اور توڑ پکا تھا۔ مرلی جیس نے اسکے لئے اسکے لئے خدا کی بار کیانی تھی مرلی جیکی پار کا راتنے سے لالے جالے کے باوجود اپنے تقدم سے پہنچنے کیا تھا۔ آئے مرلی پہنچ کی فائزگ کا لشائیں کیا تھا۔ سرپیکاروں کی خانیت کا کوارن گیا تھا۔

تمہاراں اس پر افسوگی طاری رہی۔ آغ رجب کی طبل دل کفر ارتا یا تو شام کو مزدور دلوں کی بھتی میں کیا۔ مرلی کے سکر پر سنا چاہا تھا۔ بھی ہوئی کاہی کھجوت کے لیے کچھ تھی جو مزدور تھی۔ مرلی کی اسی اپنیاں سے نہیں مل تھی۔ اس کی بھتی ہے ہیں بھتی تھی۔ بڑا ہاپ سر جملکے ہیجا تھا۔ تمن چھوٹے ہو گئے پئی چھر سے ایک ایک کامن سکتے ہے تھے۔ جو اس کی بھتی تھی میں ہر طرف سے اسرا ہے تھے۔ ان اسرا تھے جو سے اسیاں میں ایک بھائی سہارا اخاماں ان اظفر آ رہا تھا۔ مرلی کی جان نوٹ گئی۔ ایک بھائی اسی تھی جو صومعہ پیشوں کے ساتھ ایک بڑے ہاپ کا بھی سہارا ہمچڑ گیا۔

## تیرا آدمی

دہون اڑک پر جوئی سے گزرا ہے تھے۔  
پتھر پر رہا۔ شرقی کی سوت ملڑتے ہی ایک نئیب میں ہلی گئی۔ ٹھیک ہوئے نہوں کے درمیان وہ کسی رٹی پر بے کی  
مانند ہائی ہولی حملہ ہوتی تھی۔ رات اب گئری ہو چکی تھی۔ آغاز سارا کسی یہ مریضی ہوتی ہوئی ہلکی ہلکی تھی۔ دہون  
ڑک کھوکھراتے ہوئے ڈھلان پر ڈھلتے رہے۔ ان کا بے تکمیر پھر لیٹھا نہوں میں ہوڑک رہا تھا۔ گاہہ اندھیرے میں کسی  
تھے اور اُنیٰ اواز سے کارا۔  
” ہے اکون جا رہا ہے؟ ہوڑک اُلو۔“

رات کے سنتے میں آیا اڑک اسرازِ حملہ ہوئی۔ لیکن اڑک کے اندر پہنچے ہوئے لوگوں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ وہ بالکل  
غمازیں رہی۔ دہون اڑک اُلو۔ اُنھی نہوں کی کریاتی پرستی تیری تاری سے ڈھلتے رہے۔  
” ہوڑک اُلو اکون کو۔“

اس اندر آوازِ دور سے اچھی۔ ساتھ ہی موڑ سائکل اسٹارٹ ہوئے کی گھوڑا گھاٹت بھی ستالی دی۔ موڑ سائکل کی جیزہ رشی  
وہ پہنچا نہوں کے پھٹکے صoun پر رک رک کر ہانے لگی۔ گھوڑا ہک جسکے پھرے کا لام رقا۔ نہوں کی  
ریتا رہ جیسہ ہو گئی۔ ہوڑک بالکل وہ ان تھی اور دہون پر اس رجہ دربہت ہوشیار اپنے ہے تھے۔

موڑ سائکل کی روشنی نہوں سے قریب تر ہوئی جا ری تھی۔ قریب اور قریب۔ ان کا شور اڑکوں کے بہت تو دیکھ سائی  
دے رہا تھا۔ لیکن اڑک کی ریتا زیادہ نہیں ہوئی تھی۔ ڈھلان پر ان کے پہنچا جانے کا اندر یقین تھا۔ فراسخ رہوں کے چہوں پر  
خوف کے سامنے پھٹکتے ہا رہے تھے۔ گھر لئی آجھوں (۱) کیاں جاتے جو اپنے خاص طبقی سے بیضا کر سکتے کہ اُنھاں کا اندھا رہا۔  
کے برادر اگلی سیٹ پر جیتا تھا اور مسلسل سرچ رہا تھا کہ کپا کپا کرنا چاہیے؟ وقت کم تھا۔ خود رہ سرحددار رہا تھا۔ کیا کے اپنے پیغمبیر  
نہوں کی کریاتی میں کوئی کوئی اُنہاں میں کوئی۔ کوئی اڑک کے پھٹکے ہوں کے پاس سے سنتالی ہوئی گزرنی۔

کوئی اس وقت اپنے غصہ سوت ادا لگ کر رہا تھا۔ اس کے سامنے اخبار ڈالا تھا۔ رندھر کو پر بیان دیکھ کر گواہی۔

” بہت دلوں بعد آپ آئے۔ اب طوفت کیسی ہے؟“

رندھر نے کچھ بیکاری دیکھا۔ صرف لگنگی باندھے سے دیکھتا رہا۔

اں دفعہ کوئی سکاری۔ ” چپ کیس ہیں؟“ پاہوں کو سوچ کر بولی۔ ” کل کی فازگی میں یہ مدد مر گیا۔ بہت براہو۔“

رندھر ایک ہمچون کچھ پڑا۔ ” کوئی براہوں اور مراہیں نہ ہے۔ ایسے اُن کی مریاں کرتے ہیں۔ ہیں مر گا ہوں۔“

میں نے کوئی کی تھی۔ میں اپنے سامنے سے پھر گیا ہوں۔ پچھلے کیس ہوا؟“ اس کا پہنچ جیزہ ہو گیا۔ ” اس لئے کسی نے تم  
سے افراد کا چاہی۔ تم سے تھما رے ماحول سے تھما رے ماحول سے اکھیں افراد نہ کر سکا۔ میں اپنے مقصد سے بہت گا۔“

لیکا یک دعا اور دعای نہوں کی طرح کوئی کے دہون پاہوں کا ہڈکار نہ رہ سے گھوٹائے گا۔ اسے داشت اُنکے دہون سے  
گھوٹنے کا۔

کوئی پڑھاں تو کر سکتی۔ ” پھر ڈھنگے چھوڑو۔ جس تو میں قلی کر سب کا اٹھا کر بولوں گی۔“

رندھر اسی طرح داشت ہاں۔ نہوں سے اسے گھوڑا رہا۔ ” ضرور جیخ اتنا جیخ کر ساری دنیا بھاں اٹھی ہو جائے۔ ہوڑک  
وکھیں کیں تکانیں دل ہوں۔ کتاب فتنہ ہوں۔ جیخ اپنے دل کا ٹھنڈے ہوئے پاپ کی مزال ہائے۔“

اس کی آواز کمرے کے اندر گوہنی رہی اور سرپی کی اچھی کا ہلوں گز جاتا ہو جس کے ساتھ مدد رہے تھے۔ اختابی نہ رہے تھے۔ یہ  
شوزی آواز کی شہزادی اس پر کوئی رہیں گر جائیں۔



بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ سے مکمل بارہ ماقومت ہوئی ہے۔ پچھلے پہنچ تو نہ ران فیل کر رہی ہے۔ مگر اُن کو کہ کیجئے۔ فرمائیے اور کیا سماں کی کیا ہے۔"

"اس سر ہماری کا بہت بہت کھلری۔" اپنکی رنایت رکھائی سے بولا۔ "آپ اتنی ہماری اُن کو کچھ کہ کر کان کو اپنے پاس لے رکھیں۔" دلچسپی کی وجہ سے کوئی نہ ملی ہو گی۔ دلوں اور حیرے میں گھم گھم کرے تھے۔ پہنچ جانکی پھر ہوئی ہمارات کے نالے میں تھیں رہی۔ قریب تک ہوئے تو اُن کے اندر گروگوشیں کی دلی دلی ادازی خاموشی میں بھیستاری تھیں۔

کیا اس نامہ وہ اپنے نظر میں خلا کیں۔ غور سے اپنکو دیکھا۔ اور پھر گردن جملکا کو سوچنے لگا کہ آسائی سے مانے والی آسائی کی کیسے۔ اسکی کچھ اور دلخواہ ٹکڑے کیں۔ اس نے جب سے کچھ اور دلخواہ ٹکڑے کیں۔ زم لیکھ میں بولا۔

"اپنکا خراج اُری جب تک اس طبق میں تھیں۔ رہبے ہماری کھان کی طرف سے اسی حساب سے ان کا بھان پابندی سے بھینٹا رہا۔" دلچسپی سے سکرانے لگا۔ "لیکن آپ کوں جالے پالے میں جیسا آکر پہنچان اونچا چاہا۔ اب آپ کی پریختی اور تکفیل کا بھی پکھنہ پکھنہ خیال رکھنا چاہی پڑے گا۔ مجھے یہ دوسرے پے اور اس۔ دیکھنے اپ کچھ اور دلخواہ کیجئے گا۔" اس نے پھلا ساقی پر کھایا۔ "اپنا پیداوار اور جو اُری کے اخراج کو کہ کیجئے۔ خدا تو آپ سے خوف ملعم ہو رہا ہے۔"

گمراہ کھلتے اسے جرم بے کاف نہ کھلتے پہنچنے کا موقع تھا۔ اس کے پریست پر جمالی ہوئی شکست کرنے ہوئی۔ بڑی سے بولا۔ "ویکھنے آپ نیچے ملا کیکنی کوٹھل نہ کریں۔" اس کا بھر جو ہو گی۔ "میں دلوں اُن کو تھانے لے جائے گا۔ اس نا۔ آپ خود تو اہمیت خراب کر دے ہیں۔ اور خود بھی پریشان اخبار ہے۔" اس نے ریح اور ہوا ستر میں رکھ لی۔ سردی سے صفرت ہوئے تھیں اُن کا میں میں گزار کر لئے کی کوکش کی۔ مولانا نائل کا چیل سنبھالا اور اُنکے مارکھانہ کرنے لگا۔

ویکھی سکراہت نے دم تو دیا۔ اسے اپنے خطر سے کمی کی شدت کا احساس ہو چکا تھا۔ وہ جاننا کہ اُن کی صورت میں تھاتے تھیں جا سکتے۔ کھان کا بھی ختم تھا۔ اسی ہدایت تھی کہ کھان کی سماں کا درشت پر مطلق درفت آئے۔ اس اہم اسکاری کے سطھ میں کھنکنے سے اسے سورہ پے ماند تھا۔ مگر اُن کی شدت کا احساس اُن کے علاوہ بھیکنے اور کیکنی طرف سے اپنے خود پر چھوڑ دے پے خصوصی الاؤس بھی میا تھا۔ رہائش کے لئے تو سورہ پاٹھا تھا اور اس کے علاوہ بھیکنے اور سرگزی سے انجام دے، ہادا۔

کھنکنی اس کا کمزوری اور سر خیالی کو سرا احتی تھی۔ قدر کی تھی۔ کھنکنی اسے کمکنی تھی۔ گمراہ کے سامنے سا تھا اسے اپنی سرگزیوں کے لئے کھنکنی کے ہڈے میں مدد ہواں کے دو دو جواب دیں۔ اسی ہڈے پر اس تھا اور اس کی بھی ایسے بے احباب اور بے شکنے میں مدد ہواں سے سماں

ایک بار پھر کسی نے اوپنی آواز میں ڈپٹ کر لکھا رہا۔ "لُکُون کو روک لو۔ جسیں تو ہماروں کو برست کروں گا۔"

اس دلچسپ کے سامنے ہماری پاٹھ ملک پر ہماروں کے رگڑے کی جیچنگیں اسکریں۔ دلوں اسکے خبر گئے اُن کے اخراج سے صرف دلچسپی اُن کے پہنچنے آتی۔ ہماری خوبیہ سے سر ہماری احتی اُنکی گلی ری تھی۔ سرہنگ اپ بڑھ گئی تھی اور جسم میں چھپتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ دلچسپ اپنے بڑھنے کے لئے کام کوں بکھر کر ہے۔ کام کوں بکھر کر ہے۔ کام کوں بکھر کر ہے۔ آگے بڑھا دھمکیں کر کھڑا کر ہے۔ ساریں اسکیں کے ترتب پھیل کر کیے گئے۔ اس سے ملکی ہوئی سکریت سمجھا گواہ کر ہے۔ بچگی۔ جوت سے سامنے چھپے گئے ہیں یوچھا۔

"اس طرح اُری کو نے کام مطلب؟ کیا چاہی ہے جن آپ؟" مولانا نائل پر یقظا ہوا۔ ہماری بصر کم تھیں والا اپنکی سماں کی سمجھا ہاتھ اور خٹکے سے درجہ اٹھا جاوے۔ بے یاری سے بولا۔ "میں اپنی کرپشن کا اپنکی ہوں اور دلوں اُن کی کھانی ہاتھا جاؤں۔" اس کی آواز میں سرہنگ سے ملکی سکپاہت تھی۔

ویکھنے خور سے اپنکی چاہ اپ کھا۔ دندنی روشنی میں اس کا پیغمبر ہذا کرست معلوم ہو رہا تھا۔ ریح اور اسکی تھیں اگلیوں میں پاٹھا۔ کیا ہے تھنے ملکی ہی اظر میں اس اداہ کا لیا کیا۔ ہماری بصر کم تھیں والا اپنکی سمجھا گواہ کر کے پہنچا ہوا تھا۔ اس سے اپنکے اخراج کرنے کی کوئی کھنکنی نہ تھی۔ وہ جوت سے سامنے چھپتے کام کا داری طرح دھنعت دہ کرنے کا ہے۔ جوت اپنے چھپتے کام کا داری جوت کے گواہ۔ اپنے آپ میں" وہ جوت سے سامنے چھپا جاؤں کر لے گا۔" اگر آپ اپنی پر بھیتے ہیں تو مرض کو گواہ۔ اپنے آپ میں آلوں سے ہر بے ہوئے پر سلسلے ہیں۔ جوت میں اسکریت آکر اسے آفس کی رسہ کی گئی پیش کر لے گا۔ یہ مصلح چھپی کے کھنکنے کے پر ادا کیا ہے اور جو کہا مصلحت ہے تو آپ جانتے ہیں گے۔ "اس کا پیغمبر ہذا کرست میں پھر ہو گی۔" سیکھت اور سارے اسے جانے کا کوئی پہلا انتقال تھے تھا۔ سے سلسلہ مل بھت سے مل۔ ہماری ہے۔ اسکریت اسکریت سے مل۔ ہماری ہے۔" اسکریت ہدا کر کر ہے۔" تی پہنچنے تو کھنکنے نے بھی بھی ہے اور اسی کا سارا غلط کام کے لیے کی مکھنیوں سے اس ملک پر سردی میں پھین کر رہا ہے۔"

"یوچھا خدا کو ادا آپ نے اپنے سرہنگ۔" ویکھنے سکر کر لے گا۔ بارہ بھرے اپنی کام مطاہرہ کیا۔ "میں نے آن دو جگہ آپ کو فون کیا۔ اگر خوف میں جانے اور باٹ چھپتے ہو جاتی تو آپ کو اس طرح پر بھائیں اس لفڑا پڑتی۔ گھنگی سردی میں اسکریت آپ نے اسے لے گا۔" اسے لے گا۔ ساقی پر کھنکنے کی وجہ سے اسے کام کا داری طرف سے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے کام لانے پڑے۔ اس نے کرنی اپنکی چاہ اپ کے سامنے سا تھا اور اسے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے کام لانے پڑے۔ اس نے کام کی کھنکنی کے سامنے سا تھا اور اسے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے کام لانے پڑے۔

وہ اپنے امتحان میں خاموش رکھا تھا۔ اس کی تھی بھروسی آنکھوں پر بھی ہوئی تھی۔

پڑھتا تھا کہ وہ انہیں جتنا ہوا جاتا۔ عام طور پر ایسے سوالات غافلیتیں دین کے سلطنت میں اٹھائے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے سے زیادہ دوڑکوں کے لیے رشتہ نہیں دے سکتا۔ وہ میں میں ہے بہرہ آف ڈائرکٹری کی آنکھ میں اگر کوئی اسکے لئے پہنچے تو کوئی اور امر حتمی اسے اپنی تکوئی ادا کرنا پڑے۔

لیکن وہ انکوں کو تھاں لے جانے پر خلا جاتا تھا۔ وہ اپنے لیے بڑا ہاںک مرطہ تھا۔ اس کی ان فکر کے ساتھ دوسرے سے صاف اندازہ ہوتا تھا کہ وہ قابو میں نہیں آئے گا۔ وہ انکوں کو تھاں لے جانے پر خلا جاتا تھا۔ وہ اپنے لیے بڑا ہاںک مرطہ تھا۔ اس کی ان فکر کے ساتھ دوسرے سے صاف اندازہ ہوتا تھا کہ وہ قابو میں نہیں آئے گا۔ وہ انکوں کو تھاں لے جانے پر آباد بھی ہو جاتا تھا جیسا کہ وہ قابو میں نہیں آئے گا۔

کریکٹری کی تھی پہنچ اسکی تکمیل صرف روپیہ کاری تھی۔ وہ کرپات کی قیمت ہونگی ملک نہ ہوئی تھی۔ فی الحال اس کے ہاتھوں میں کسکی جائے؟ اولیٰ حلیں پیدا کی جاوی تھیں۔ آیا لوہوں میں سہر کر قرب بخاری میں ڈھونڈنے کے آزمیوں کو فروخت کر دیئے جاتے۔ سہر کیلئے سڑھے شرانک کے مطابق ان کو مندرجہ میں پہنچانا۔ کہنی کے بعد اس کے ہاتھوں میں ڈھونڈنے کے تخت قبول کی تھی۔ یہ ضمودہ اپنی ہاتھی اپنی کارکارا اور سماں کے لیے چار کیا تھا اور سماں کا ایک ٹکڑا ہائی سے اسے بہرہ آف ڈائرکٹر سے حملوںگی کیا تھا۔

ضمودہ پر تھا کہ لوہوں کے ساتھ سراہوں اور سیست کی بڑی بیکاری کی چائیں اور ہیکل مارکیٹ میں ان کی عجیبیت ہوتی ہوئی تھی۔ اس کی دوسری تھی کہ درجی جگہ قائم ہوئے وہ سال بھی نہ گزرے تھے۔ جگہ کی بولنا کہ تھا کاروں کے باعث ایسا ہے ضرورت کی بوجھت پیدا ہوئی تھی ہونور برقرار تھی۔ ان ایجادہ میں ہندوستانی ٹھیکھیں۔ نیز تحریات کے لیے ان کی اس قدر شدید مانگ تھی کہ ضرورت مدد ہیکل مارکیٹ میں منڈانے گئے دام ادا کرتے تھے۔ ہر گلگیری کی تھی کے لیے کہنی کوئی بھی بھت کے ملاوے سراہا دکار ہوئی تھی۔ ان کے لیے بھوت پرماد جانی کرتی تھی۔ ہاتھوں کو کھلڑ کر کی تھی۔ وہ اپنے ڈائرکٹر آف ڈائرکٹری کی تھی کہ اس میں ضرورت سے کہیں زیادہ ڈاما کھانے کے نام الات کرایا تھا۔ یہ ماضی سراہوں اور انہیں جاری رکھوں میں اسکل ہو کر ہیکل مارکیٹ میں بھی جاتا۔

اس نے جاگا کر دہار میں پولس کے ملاوے کی دروس سے سرکاری ٹھیکنگی کے ساتھ سراہا دکار ہوئی تھے۔

سرکاری ٹھیکنگی اور دہاری ہوئی تھی۔

وہ اپنے امتحان کے نتیجے میں خاموش رکھا تھا۔ اس کے لیے مدت دو مہینے تھے۔ چنانچہ وہ اپنے سے زیادہ وقت نہ صرف ہوتا چاہیے۔ اور وہ اگر جو صرف الجامی پر نظر رکھتے ہیں کسی کی سیستھنی کیلئے۔

امکھنترے اسے ٹھاٹھی دی کر دیکھا۔ ”آپ کھرے سوچ کر اب ہیں؟“ جانتے ہوئے لڑکوں کو جاشارت کرایے۔

وہ اپنے کھو دیکھا۔ ”خامشی سے مرا اکابر پہنچ میں سے چھٹا ہواں لڑکے پاں پہنچا جاؤ گے کھو اتے۔ اس نے پہنچ دیا۔“

تلک کھلے ہے جبکہ کہا جو اور دسان سے پہنچا۔ ”کیا ٹھے ہوا صاحب؟“

”نہیں آجاؤ۔“

تلک کھلوا کے لکل کر رہا آگئا۔ اس کا جسم بیباہ تھا اور پانچھی مشبوط۔ رات کے اندر جیرے میں اس کا آجاؤ جسم سائے کی مانند ہتلہ اپنے رہا تھا۔

وہ کھوٹیں کھوٹیں کھوئا۔ ”وہ اپنے اسے خاطب کیا۔“ یہ سال امکھنترے پر بھتھی رکھنے لگیں دیتا۔ کہتا ہے لڑکوں کو تھانے لے جائے گا۔ قم پر گھنی جاتے ہو کر لڑکی صورت تھا۔ اس کی ٹھانے میں بھگوں کی کرپا سے کام لیکھ دی گئی۔

”سرکار کام کریں۔“ تلک کھنچتے ہوئے کھنچتا کر رہا۔ ”آپ کی اکابر اور اپنے تلک کو سہری نظر میں دیکھا اور پہاڑیک دیکھا کر گوئی کی۔“ نیز صرف اس کی پہنچ چاہیے۔ زیادہ سمجھتے میں پڑتے کی ضرورت نہیں۔ ”وہ آپ کے بڑا معاشر ہڑتے ہوئے ہداشت دی۔“ میں جا کر اسے ہاتھ میں لگا کھاتا ہوں۔ جو لڑکوں کے بھیجے ہے سکھ کر کھلکھل جائے۔ کھجور کے ۲۴۔

وہ اپنے اپنے امتحان کے نتیجے میں خاموش رکھا تھا اسے محتب سے لکل کر سامنے آیا۔ امکھنترے اسے اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا تو محبت سے دی ریافت کیا۔ ”آپ نے لڑکوں کو جاشارت کیں کہا۔“ اس کا بھر جھٹکا ہو گیا۔ ”بادج دی جوڑی ہے۔ آپ نے تو اپنی چاہئے کیوں؟“

وہ اپنے امکھنترے کے دیکھ کر سمجھی گی سے کہا۔ ”آپ کہنی خلاصی ہیں گے یا اپنے میں کلی کریکارہ والی کریں گے؟“

”بیجا خلاصی لیجئے تو اپنا ہر کوئی ضرورت نہیں۔“ امکھنترے اس ضرورت سے بزی سے کہا۔ ”یہ میں آپ کی سرفی۔“

”امکھنترے صاحب امرشی ہماری کہاں؟“ امرشی تو آپ کی ہے۔ ”وہ اپنے ایک بارہ کا دہاری ہیئتراہلا۔“ ”ہم لے تو اپنی

ٹکان پاکل ہیک بیٹا۔ سلاں کھنکاک سے اچھر کے سر پر گی۔ اس کے حد سے کراہ کے ساتھی ہوئی ہائے کی آوازیں۔ وہ اگلے اور مول سائیکل سے لڑک کر پیچے گر جا۔ اس کی اگلوں میں داہوار اور اگلیں کاپ کھاتا۔ وہ بچہ کر پیچہ اور جگنا اور بیلوں کی ماساں پھال دی۔ اس نے تھے سے اچھری کر پیچہ کر رہی اور بڑی نے لگا۔ ”حستِ جیونی کی سلاں کی طرح بنا دیت تھا۔“ وہ اور بیٹل کاٹ سے گاہب ہوا۔ ”مہارا ج اداں دوسارے کو اور بڑک کے کارے۔“ اس نے سکریٹ ٹھال کر سکائی اور بہائش کا کرو جاؤ۔“ ہاں یہ کچھ کہا۔ دم کر تو اس آیا۔ دھنڈا جادو بات گھو جائے گی۔“

”ہمچوں سرخِ دنکن پا۔“ نئی کھوئے یہاں ہجھا چکو اٹھیاں دا یا۔ ”پھتا کرنے کی کوئی بات نہیں۔“

وہ بچہ خاموش رہا اور اٹھیاں سے سکریٹ کے شکر کا رہا۔

نئی کھوئے جنک کر بے سد پڑے ہوئے اچھر کو دیکھا۔ اس کے بیلوں پاڑ دکھے اور گھینٹا ہوا درجک لے گیا۔ اچھر کا غاک اور خون میں اختر ہوا جو فڑا دا معلوم ہو رہا تھا۔ اس کی ساس رک کر پہل رہی تھی۔ وہ جنک ہوئے بھر پلے بیلوں کے دامن میں اٹل کی طرح بے چان پڑا تھا۔ آغاز سماں کی پھری ہوئی ہوا چنانوں کے درمیان سکیاں بھرتی ہوئی گزر رہی تھی۔

ہاگہ کی لپٹے کے پچھے گہڑوں نے شہر پاٹا شروع کر دیا۔

وہ بچہ نے نظریں افکار کر بے سد پڑے ہوئے اچھر کو دیکھا۔ مل اور بیکوں کی جانب بڑھنے لگا۔ نئی کھوئے اس کے ساتھ ساتھ مل رہا تھا۔ دہلوں لگکن کے تیر پہنچے اور احمد دا مل ہو گئے۔ ان کے سوار ہوتے ہی اسک اثاثت اکٹے۔ اچھوں کی گلزاری اس سماں راست میں اگھری۔ دہلوں اسک اگے چڑھتے اور اچھر کی مول سائیکل روکنے تھے جس کی طرح سوچ دیا گئی تھی۔

امروز رہ جانے کے بجائے اب وہ خوبی بیلوں کی جانب ہڑ رہے تھے۔ لگ بیک تر مول کا پچھا کھانے کے بعد وہ بڑی پورا ہے پر کھنکی کے جہاں اپنے کے سکھے پر اوج اس تھا۔

بیڑ کھاٹ ..... ۱۵ میل  
کچنواں کاں ..... ۱۸ میل  
قیام ہاڑا ..... ۸۳ میل  
احمید ..... ۱۵۲ میل

طرف سے کوئی سراخ اندر کی تکڑا پکی نہ رہی تھی نہیں ہوتی۔“  
”دیکھنے ان پاکر ہاتھ سے کوئی تجھیں نہیں لٹکا گا۔“ اچھر نے ہے رفتی سے کہا۔ ”آپ کو جو کچھ کہنا ہے تھا میں ہاں کر اٹھیاں سے کہہ دیں۔“

”بہت بڑا۔ آپ کا گھر آسکھس پر۔“ وہ بچہ اپاکت سانیدھ ہو گیا۔ اس کا بچہ بھی مل جھا بہر گیا۔ ”لکھن اکھیں آپ کو خود رہتا دننا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ہیئت کا سرپیکار سڑپا کو ناماہل کر کے ہیں اور جو اسے اسکل بھی کر سکتے ہیں وہ اپنے چاہو کے طریقے گی جانتے ہی ہوں گے۔ چار پوری کرنے جانا ہے تو اسرا لٹکے کا راست پہلے دکھ لتا ہے۔“

وہ بچہ بھی کہ رہا تھا۔ وہ جس کوئے پر اچھل کر دیا۔ اس کی بھنی کے دوڑا میکر صوہاپی اسکل کے بھر تھے۔ ان میں سے ایک ایسا ملے تو دز ماں کا دیا بھی تھا۔ لپا سرکاری آنکھوں میں کھل کا اڑا درج سوچ ہیں تھے ایک اسکل اس کا چاندیا تھا۔ اس سرکل میں ایک بار جا بندھ جائے تو لکھی خواہ کر قدم پیچتی ہے۔

اچھر اس اس اپنے زم میں تھا۔ وہ بچہ با تھی اسے سخت ہاگوار ملوم ہوئی۔ اس نے بھنکا کر کہا۔ ”لکھن ہے آپ کی کھد رہے ہوں۔ ابھی تو آپ ہیرے ساتھ تھے مجھیں اور رات خوالات میں گزاریں۔“ چار دیکھیں گے آپ اپنے ہپا کا کون سا طرف رہتا تھا۔

وہ بچہ بھر گیا۔ اس نے چیرے پر ہاتھ بھی کر ایسا لٹکے سے جواب دی۔ ”اچھر صاحب! اجھے کیا اس نامہ پر کہتے ہیں۔“ آپ کے پیسے اٹھنی کر پائیں کہ اچھوں سے اکٹھ ساچھے چکا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی مل کیا ہو تو اس طرح موچھا دیپی کر کے آپ کو بات کرنے کی براتنے ہتھی۔ ”وہ اچھری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھوٹنے لگا۔

”لیا مطلب؟“ اچھر کے چیرے پر اور زیادہ دشمنت پھجا گئی۔ اس نے تیرا اونٹروں سے وہ بچہ کو دیکھا۔ ”آپ چاہتے کا لیں؟“

گمراں کا چھری اور بک پہنچنی تھا کہ میں اس اساتھ کا لکھنہ میں کلکھنہ اندھرے میں سے گلا اور چھا اسے کی طرح جھاک سے اچھر کی پشت پر پلتی گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں دلی ہوئی لوہے کی وزنی سلاں اخالی اور گھما کر اچھر کے سر پر دے رہی۔

کی بڑی ارباب تھی۔ رُک نوکر ہونا کلاد لٹھنگ کی تکیت ہے اور اس میں آلوں سے بھرے ہوئے ہوئے ملے ہے۔ اسی طرح سمجھ چکے تھے میں جو ڈینے وہ پہنچتے رہتے دے کر وہ اپنے دوسروں سے رُک کا بھی چالان کروادیا۔ ہمیں سمجھنے والے تھے میں جو ڈینے کا۔

”پہنے اس بیجے شب کو رُک نمبر ۳۲۲۸، رُکلیں روپیں قدر خیز رُکاری سے گزر رہا تھا کہ کسی مادھی کے رہنا ہے کا جلت خلود تھا۔ کاشکل ہر ہام تکلے اسے کو کر تھیات کی تھیں کہ دریافت ہوا کہ راجح نہ رُک کے پاس ذرا بیجے افسوس میں موجود نہ تھا۔“

دھونوں رُک ایک بار پھر رُکلیں روپیے خیز رُکاری سے دوڑنے لگے اور جو کاوب کے بعد کی میں بیرون گھاٹ لگ کے۔ دھونوں رُک اسی کھوئے ہے۔ رات بھر کے چاگے ہے تو راجح روپیں کو اپ آ کر تے کی خروخت تھی۔ لیکن کیا اس جو چوچھے سے پہلے یہ بھارت اُخیر گگ در کس بندھ کی لی چڑی اسخوی ایکر میں پیدا کر لیتھری کی چاپ روشن ہوئی۔ وہ تمام راستے کاری پھکلی سیٹ پر لیتا ہوا اپنی جان سے ہوا رہا۔ وہ پہلی ابھی طرح پہنچنے لگی نہ پانی تھی کہ رُکاری کے چاپ کے اندر دھنل ہو گئی۔

کیاں جانے کہ وہ اپنے نکھل میں جا کر فراخیں کیا۔ مہول کے مطابق ہٹا کیا۔ اپنے دھنل میں پہنچا اور دھرے کے کاموں میں صرف ہو گیا۔ رات کے مادھی کی اہمیت فیائل آتے والے اس فارٹھٹ سے زیادہ دریائی جس میں ریلے کی ایک بیکن چیڑی کے امامتے میں ایک رالی سے کگی تھی اور ہوئی سے اتر کر روت پہنچتی تھی۔ ریلے کے دکام نے اس مادھی کی کامی کی تھی۔ حاملہ اب عدالت کے روپ میں پہنچتا تھا۔ صاف کارہ ایجمن سے نئے کے لیے کھل کے ہوتی شیوری بندھ پر شادا ڈینے کی کیتھ وہ بڑی تھے۔

پہنچنے تھیات کرنی تھی۔ طرح طرح کی چوپ کیا کہ اپنے کیتھیں ہوتی تھیں۔ ایغی کیاں کا بھاری بھر کم جسم والا غذی ایکھڑا پھٹال میں پڑا اور اس بھارا اور گھٹے ہوئے بدن کا کاکا کوکھا نئی کٹھنے ہو گئے۔ اگلاس چڑھا کر خالوں سے گالیاں کیا۔ اپنے کوارٹر میں باخیر یہ ایسیں لیت کر رات کے بھک اور پی آواز سے آیا گا۔

”تمہاری بات اگر شہانی ہے تو؟“  
”مگر تو نو صاحب تھے کہ پہنچنے لگا۔“

قریب ہی نہ سڑک آ کرے آفس ٹھاں جس کی لمبی پانچھارات کے لیے سماں کے بیچوں دھنل ایسپ دشمن تھا۔ ہر دھنر جس سڑک پر ہے آئے آہستہ کماں رہا تھا۔ کچھی دی پہلے اسی پر دھنل کوں پر لدے ہے اسے سماں کی کچھی ایسی کی تھی۔ وہ رُک سے اڑا کر رُکاری کو اپنی جانب توجہ کیا۔ پونا نکلروں سے چوکیار کوہ کا جوکل پیڈھ دھارے پیک لاتے پہنچ رہا تھا۔

”آپ بہت جعلی وہیں آگئے۔“ خود نے جوست زدہ کو کرچا۔  
وہ اپنے اس کی اپنے اظر انداز کرتے ہوئے دریافت کیا۔ ”میں اپرے خیال میں آپ کے جھنمیں ہام تو دھن نہیں آئے۔“ پھر رُک کا اکھار کے لیے اس نے جب سے تھیں درپے اپنے اڈے اور فری طرف ہڑا کر رہا۔ ”لیکے اگر کوئی پوچھ گوئے کرنے آئے تو کہدیت ہے کہ دھنل رُک ساز میں ہو گیا کہ تھیں آئے تھے۔ کوئی گے؟ آپ؟“

خود رے رہ پے لے کر اپنی گردان ہو لے ہوا تھا۔ ”میں کہدیں گا۔“ اس نے قدرے تو قرف کرنے کے بعد پوچھا۔ ”غمہ راست کی کوئی بات نہیں؟“ اس کے لیے میں توشیں آئے تھیں۔  
”جب تک ہم موجود ہیں اس وقت تک بھلا آپ پر کوئی آئی آئیں ہی۔“ اپنے سینے پر ہاتھ مارا اور اس کا امداد میں قبضہ کر رہا۔ ”آپ بالکل مطلقاً رہیں۔“

”سو ہے۔“ خود سمجھنے اور کہنے لگا۔ ”پر بات اسی ہے سرکار اپ زمانہ بڑا اُخراں لگ گیا ہے۔“ رات را اسی بات میں سرے ہاں کی کمال اکالت ہے۔“

پہنچنے کے بڑے سے بڑے ہر رُک پر ہوتے لگ۔ سانس تھیریں بڑے بڑے تھیں جو دھنل کے اصرار پر گھٹکا رُک کے اصرار پر گھٹکا رہا۔ دھنل آگے چڑھتے لگا۔ سانس تھیریں بڑے بڑے تھیں جو دھنل کے اصرار پر گھٹکا رُک کے اصرار پر گھٹکا رہا۔ اس سنت جانے کی بھانے رُکلیں روپیے دھنل کے سامنے جا کر رک گئے۔ اپنے بھری میں وقت کھسا۔ اسی وجہ رہا۔

دھنل رُک پر ہوتے رہے۔ دھنچتے سے پہلے یہ دھنل گزج پہنچ اسٹھن کے سامنے جا کر رک گئے۔ اپنے باہر لگا اور آپ حصہ پر پہنچتا ہوا تھا۔ کے احمد چلا گیا۔ اس نے ایغی کیتھ کو ایک دھنل پہنچ دی۔ ایک رُک کا چالان کروادیا۔ رہندا ہے میں درج کر دیا گیا۔  
”رُک نمبر ۳۲۲۶، نو بیجے رات کو رُکلیں روپیے گزرتے ہوئے بھیر بھائی افسوس کے پناہیں۔“ تھیش کرنے پر مطمہ ہوا اس

بھری ہی جو میں رہتے ہیں۔ ”  
 ”عیوب ہے کہ سارے جستجوی تھوڑی تھوڑی میں رہتے ہیں۔ میکاف ڈائریکٹر برادر فوجہ کو رہا۔ ”گمراہ بات کو جانتے سے تمہارا طلب؟“  
 ”کتوڑ صاحب اوری سانپ اور چوت کھایا ہوا انسان خلڑ کہ رہتا ہے۔“ دیپ چھٹا ناک بڑھا۔ اس نے اس دھرتب پ کا ٹیکا پہنچا۔ دیکھنے آپ بھری طبلی لٹگی تر کریں، ورنہ میں سارے جستجو، آف ڈائریکٹر کی میکاف میں پیش کر سکتا ہوں۔ یہ میکاف کل منیت ہو رہی ہے۔ ”اس نے دلوں بات کی۔“ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو میرے بارے میں جو پیلہ کرتا ہے وہ ابھی اور جانا چاہے۔“

یہ گھنی من کر میکاف ڈائریکٹر کی سائنس ماہر ہو گئی۔ دو ڈبلے ٹینڈے دیپ پھر سکید کو وہ قلبی انکروں سے گھوڑے کا لگان دیہ پ چھڑاں کے غیرہ افسوس سے نیاز موصوف پر بیٹھا رہے اب تک آہستہ ہتھ کھڑا رہا۔ اس نے کہ وہ ابھی طرح جانا تھا کہ میکاف ڈائریکٹر کا بھائیں پہاڑ لے۔ وہی بھری طرح اس کے چہرے میں تھا۔

وہ میکاف ڈائریکٹر پتوں اس کا تجھے بڑے بڑے زبانے پر ادا کر رہا تھا اور اس کا جانقناہی کر جس وقت میں اپنے ساتھ انسان پہنچا کر تھا۔ بات کی دلائل بھی کہ سوچتے ہو اس کا جانقناہی کیست پر براہ ارضی وہ کتاب جانان تھا۔ میکاف کے ساتھ اس سے بہت کم کر کے دین کیا جاتا۔ اس طرح جیونی کی قیمت میں استھان اونتے والے اساز سامان کی الیکٹریکی میں بھی بیرونی کی جاتی تھی۔ ان ہاتھوں سے سماں ڈائریکٹر کے کوئی دو لاکھ روپے نہیں تھا، اس کی وجہ سے اس کو اعتماد میں نکل کے لیے اس نے اس کا شکریہ کیا۔ اس بیانات میں اس کے سچے کہیں پڑا، اس پر کی ادائیگی کرتے وقت اس کی بیت پہل گئی۔ دیپ چھ

لیکن آج رات دیپ پھر سکید نے غمان لایا تھا کہ جب بکھر کر کئی طلبی قیمتیں ہو جائے گا، میں کاٹن۔ دیپ پھر ایسا کرنے پر بھر تھا۔ اس کی بڑی بیٹی کریمہ تھی کے بیوی اسکی باہمی ایک گزار اڑائیں لکلڑ کے بیٹے تھے پاہنچی تھی۔ لاکھ کل تھا اور اس کی دکانت بھی بیٹلی تھی۔ رشتہ اسماں اچھا تھا کہ دیپ چھڑاں میں پاہنچنے کر کر اس کی شہری ڈیکھ کر جلد سے جلد لگن ہو جائے۔ گمراہ کے لیے کامیون کے امدادی کام از کس کو اس پر کی جعلی حکم میں دیا گئی اور نہ کوئی نہیں توکل کیا۔

”لیکن دیپ پھر تم کو معلوم ہونا پاہے کہ میں کمی کا ہاتھ ڈائز کر رہا ہوں۔“

کمرے کے اندھرے چھپے میں لکھنواری تھی۔ آئیں داں میں کوئے چکر ہے تھے۔ دیکھ کر ہوئے انکروں کی روشنی میں کیا اس ناچوڑا چھپ کا بھگا سرچک رہا تھا۔ وہ خاموش بیٹھا اپنا بھدا پاپ انکروں میں دیکھے آہستہ آہستہ گلہ بھاری تھا۔ کلہ بھولی کھڑکی سے ہمارے سرچک کے اندھرے آرے ہے تھے۔ میکاف کی کوئی کتاب میں جو عکس ہوئی اور بھی لوہے کی جھکڑاں میں تھیں اسے دیکھ دیتے تھے۔ اور دھند میں پیچی ہوئی میکاف ڈائریکٹر کی مالیاتیں کوئی اونٹی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ کوئی کے جزوں، آدمی میں نہیں کلہ بھولی کوئی دوسرے بھاگے چھپ چاپ بھیتا تھا۔ برآمدے میں اندھیرا تھا اور اس گیری تاریکی میں نہیں کھل کر کاہی بھوٹی جسم آسیب زدہ مسامی کی مانند رہا اونٹکھا تھا۔

تل کھٹو اندھرے میں خاموش ہیتھا رہا۔ اور جب دیپ پھر سکید چھپے ہوئے میں ہلاکت چک کر کرے کے دراہنے کی جاپ اس طرح کسی ہوئی انکروں سے دیکھا چیز اب کچھ نہیں تھی اور اسے کرے کا ایک دروازہ برآمدے میں کھلنا تھا۔ مگر دروازہ بند تھا۔

کمرے میں ایک دیپ پھر ایک سوتے پر بیٹھا تھا۔ بات کرنے کرنے کی بھی وہ گرم ہوا تاکہ نرم۔ نکلی بیکے شیخ کے صفت میں وہ اس طرح سکرا جاؤ بیٹھا تھا کہ اس کا کوئی جسم ہاٹک کے سوتے کی طرح جنم معلوم ہو رہا تھا۔ وہ بھنگ کا چیز اکاونکھ تھا۔ اس چیز سے سکھنے کے تھا اس کا کارڈ برد پر میں اس کا کارڈ بہت اہم تھا۔ بات نئی آنکھوں والا وہ بھنگی جانان تھا اور میکاف ڈائریکٹر کی اسی کیست سے کلپی گاہ کا تھا۔ سب توں ایک کوئی صاحب کیتے تھے۔ اس کی وجہ سے یہ تھا کہ وہ اسراز کے علاقوں کا بہت جا گیا رہتا۔ اس کی زینتداری جزا اس انکھوں کی خصوصیات اور جو موڑوں کی انکھیں قسوں کے بارے میں واقعیت رکھتا تھا۔

اسے صفت اور کست سے بھی بھنگی نہیں رہی۔ لیکن جب سے جا گی رہا اور زینتداری کے قاتے کی اونٹیں سرکاری طلفوں میں لکھت کرنے کی تھیں اس نے بھنگی دھن دھن دھن ستر صرف مخواہ کرنے پکالاں میں اضافہ کرنے کی بڑی میں کی اڈا بڑی میں دھنل ہو جانا ہی بھر جکھا۔ اس اونٹھتے تھے تو شیخراج گلکے ساتھ ساتھ اسے یہاں کیا کھلائی اس طرف ہلکہ کھلکھل کر میکاف ڈائریکٹر ہی بنا رہا تھا۔ مگر کوئی کاچھ بھی اس اونٹھتے کی تھی۔ میکاف دیپ پھر سکید اس اونٹھتے کی تھی۔ میکاف کی کمی کی تھی۔ اس لے گردن اخراج کرنیا تھا اسراز سے خبر رکھا۔ اگر آپ میکاف ڈائریکٹر تو میں بھنگی کا ہاتھ اکاونکھ ہوں۔ سارے جس

"میں لے آتی پہلی بندوں سے کریما تھا۔ اس وقت اسے بیان بایا تھی اس لیے تھا۔" واجرے اسے تھا۔ "جی مسلم خاک کو،  
اُنکی بی اعلیٰ کرے گا۔ بدھتی یہ بھی کہا تھا کہ اسے آپ بیان لے گئے اور خدا تو اس سے الجھ گئے؟"  
"تم نے اس پارے میں کیا سچا تھا؟" کورٹیوریان سنگرے درافت کیا۔ اس کے لئے تو ٹوپیں آفراہی۔  
آپ اب کوئی کے اندر نکلیں لے جائیں۔" واجرے اسے ایمان داد دی۔" فکر کرنی۔ سب کوئی نیک ہو جائے گا۔  
بھرپر ہوتے ہوئے اس پر پڑا جائیں۔"

کورٹیوریان سنگرے اس کی چاہیے کہ رہا ہے۔ ٹھیک ہے میں اپنے ہے۔ وہ خاموشی سے انکر کر  
کر کر ایک آہ رہ آہ بنت چلتا ہوا اس دروازے پر پہنچا جو کوئی کے اندر رکھتا تھا۔ اس نے جو ہزار کوڑا اور کمرے  
سے چاہا گا۔ اس کے جانب کے بعد واپس ٹیش کھون کرے میں ہاں پیدا۔ اس سے کہا۔ "تلکو ٹھیک ہے اور کھدیب چند اگی  
زیادہ درست گی اور کام قورا جاؤ اور اس سے اپنے ساتھ ہو اس لے آ۔ کہا تکریزی صاحب نے بایا ہے۔"

تلکو ٹھیک خاموشی سے مارا کرے سے باہر چلا گیا۔ جب وہ لہذا تو دیپ چند کیہاں اس کے ہمراہ تھا۔ تلکو ٹھیک کرے میں  
زیادہ نہ طلب رہا۔ واجرے اشارہ کیا اور آہ کرے سے لکل کر ہاہر آہ میں ہا کر چھپا گا۔  
واجرے دیپ چند کو کھانا و زم لے گیا۔ "دیپ چند تھی آپ کرے کیوں میں ہاں؟" واجرے چھپا۔ "آپ چند خاموشی سے  
اس کے درود ہو چکا گیا۔

"اکاڑوں کو ساحب آپ بھی خوب آتی ہیں۔" واجرے سکرا کر دیپ چند سے کہا۔ "اتی گریگی مگر جو ان بیانات بھی ہیں  
تھے اس طرح بھی کوئی بات نہ ہوتی ہے۔"

دیپ چند کیہاں کم ساخت تھا۔ وہ پہلی بھاگ کی تھا اپ کی تھا کس کا تھی خلیق تانے پر تھا۔ اسے تالیبی اندازہ تھا کہ یہ کل  
ڈاڑھکنار اس کے قبے میں اکنہ جا سکتا تھا اس نے اکساری سے کام لیا۔ گورے کے انداز میں ہا۔" سکریٹری ساحب اور  
یہ تو سچے کہ کورٹ ساحب برائگا کاٹے تھے تے کوئے تھیں۔ آپ ہی تباہی میں کرنا گئی کہا۔"

"بھی کمال کر دیا آپ نے۔" واجرے بے کلکی سے بٹنے لگا۔ "اتا تو آپ بھی جانتے ہیں کہ ندی میں ہکل بال کورٹ ساحب  
کا درباری بھکریوں میں چڑے ہیں۔ انہوں نے تمہیں ٹھیک ہی چاہا ہے۔ اپنی زندگی میں کم مل کرتے رہے ہیں۔" نہ تو  
ٹھنے کے وہ عادی نہیں ہیں۔ دیکھنے ان بیسوں سے تو بات کرنے کا درباری گرہا ہے۔ ان کے سامنے توہر بات پر اس ہاں

نیک ڈاڑھکنار پاہتا تھا کہ تین ہزار روپے دینے کی بھائے بڑا آپ ڈاڑھکنار سے خارش کر کے دیپ چند کیہی کی جگہ  
ڈھانی سے جو حاکم تھیں وہ پہنچا کر دی جائے۔ اس نے چھوڑ دیپ چند کے سامنے ٹھیک کی۔ مگر وہ رضا مند تھا۔ اسے  
لندن میں ڈاڑھکنار کی شروعت تھی۔ وہ اپنی بیٹی کا بیوی کرنے کے لیے بے جگ تھا۔ اسے جب اپنی بیٹی پر ہری اوقیانی افریت آئی تو وہ  
گی اپنی بات خدا پر ڈالا۔

نیک ڈاڑھکنار میں جیسا تھا دیپ کا ہوتا چاہا تھا۔ اس کا چیڑھنپ ہاک ہوتا چاہا تھا۔ کار باری صلطنت انھی کی پر  
جا گیرا۔ وہ ملٹری بریوریا میں ڈاڑھکنار کے لیے آپ کو کمی کے نیک ڈاڑھکنار سے صرف رانی ڈاڑھکنار گیرا۔  
کورٹیوریان سنگرے کیہے کہ دیپ چند سے پھٹ پڑا۔ میری ڈاڑھکنار سے گھومناواری تھی کہ دیپ چند کو ڈکھا۔  
"کرے سے باہر گل جاؤ۔ لا جو جو کام کے کیا جائے کرلو۔"

خنی خمنہ اتنا تک کا ڈر کر دیپ چند کیہیں مکھیں تی ڈال بنا کے ہوئے خاموشی سے انہوں ڈاڑھکنار بارہ چل گا۔  
کرے میں گیری خاموشی چھائی تھی۔ باہر ان میں دیپ چند کے قدموں کی آہت آہت آہت ٹھانی دی ری تھی۔ واجرے  
لے اپنا پاپ میز پر رکھ دیا۔ اخواہ آٹھ دن کے خود یک بھتی گیا۔ اس نے پوک اخواہ اور آٹھ دن میں سکھنے ہوئے کھوں کو  
کریہ نہ کر کے لئے بار بار ڈکھا۔ اور ان میں سے پنچار یاں رک رک کر ہر سی۔ واجرے مزہ کیک ڈاڑھکنار چاہب دیکھا۔  
زم لپھ میں ٹھوکا۔

"کورٹ ساحب آپ نے کیا کر دیا؟"

"پوکیں سب کیہیں ہو جائے گا۔" نیک ڈاڑھکنار بے غذی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی۔ "تکلیفے ہی اؤں  
دے کر اس نکل جائیں کوئی سے ملکہ کر دی۔ تھا راتی کھا تھا ہے اور ہمی کو اکھیں دکھاتا ہے۔ تم نے عنہیں بھی دیکھ دیکھی  
سے بات کر رہا تھا۔"

وہ پنچار کریلا۔ "لیکن اس طرح تو کام نہیں ہے کیا کہاب تو اور بھی اسی سے بیکیں کر سکتا ہے۔ آپ یہ تو جانتے ہی  
ہیں کہ پاہ کے پاس ہارے ہارے خلاف ہے جسے اکھڑی ٹھوک دیج دیں۔" کورٹیوریان سنگرے کیہیں کھوکھو کر دیج دیں۔  
کورٹیوریان سنگرے کھری خاموشی میں کھوکھو کر دیج دیں۔ بے سنسوں کرنے لگا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے  
کی قدہ بے چارگی سے کہا۔ "اپنے اوپ تھی کہ کرو۔" اس نے گیری سائنس سمجھی۔ "بھی اپنی توھن کام نہیں کر رہی۔"

دیپ چند نے کئی سے ہالہ کھلا اور روازے کو باہر کھلایا۔ جو جوی کا اندر وہی صاحب غاری کا اندر پہنچا رہے ہوئے تھا اُر رہا تھا۔ دیپ پرہا موت نہ تھا۔ دیپ جو کمپ پارسیک ڈائیکٹری اُپری مورچوں کی موجودگی میں جو جوی کے اندر رہے کیش کے علاوہ جوچ کپ یا کوئی ایسی اہم توجہ کا لال کرچوں کر کیا تھا نہیں تھا۔ دیپ چند نے بیسے جوکر جو جوی کے پلچڑیتے کا دانپور کرنے والے بگر کھو لئے کیوں کوشش کی تھی اُت واب پر تھے تھوڑا حمایا اور پشت کی دیوار میں لگے ہوئے سوچ کو بادا یا۔ پوچل میڈیا سے بگار کھو لئے کیوں کوشش کی تھی اُت واب پر تھے تھوڑا حمایا اور پشت کی دیوار میں لگے ہوئے سوچ کو بادا یا۔ بزرگ باب بگو گیا۔ اس کے بعد سر اپنے باب و دش اُپر کیا۔ دیپ چند لٹھاتا ہوا اُس کو بھی اُنک آزادی میں چھپا۔ بھروس کے کراچی کی دلیلی آپ اُس کی جو جوی عالمی میں اپنے لئے۔

واب پر دوسرا سوچ دا چکر فوراً اسی اپنے لئے جمادا یا۔ آٹل دان میں دیکھتے ہوئے اُنہوں کی جو جوی سرخ روشنی میں سامنے رج اپر دیپ چند کا بے اول اس سوچ دا چکر اپنے لئے جو جوی تھا۔ اس کے مطہر کے اندر سے رک رک کر جان کے فرانے کی آزادیں گلی روچیں۔ بھروپل اس کے پاسے چھوٹ کیا۔ دیکھ طرف اُر حکم گیا۔ باہر جو جوی کے درکشاپ میں اُبھے کے چھوٹے پیچے کی جوکار اپنے لئے جو جوی تھی۔ جو طرف کہا کہا چھوٹا چھوٹا تھا۔

کر کے کی آسید بیس دا چکر کی سیں اُنچا جوکر ویر اسرا نظر اُر رہا تھا۔ اس کی جو جوی لیٹی آنکھوں میں دھشت جھک رہی تھی۔ سبھے پیچے کی تھی۔ دیکھ کر جو کھا ہو گیا اور خواب میں لکھنے والے سائے کی مانع اسی آسند قوم اُنھیاں اُنھیاں گے جو جوی۔ جو جوی کے قریب پہنچا۔ اس نے دیپ چند کی جاہب دیکھا۔ دوسرے پہنچے بے ذمکن پن سے فرش پر پڑا تھا۔ دھندی روشنی میں اس کی پہنچ پہنچ کیں۔ کھیس اُنھیں اپنے لئے جو جوی تھیں۔

واب پرے گھر اک جو جوی لی۔ یونھاں کھنڈ وہی دیوبند کیمپ۔ اس نے ملکہ کردا روازے کی سمت دیکھا۔ نئی کھنڈ کو آزاد دی۔ اس کی آزاد کا انکار اسی کر رہا تھا۔ فوراً روازے کوکول کر اندر آگیا۔ واب پری جاہب دیکھتے ہوئے اس نے نہایت مستحدی سے درافت کیا۔

”ایا ٹھرم ہے سکری میں صاحب؟“

”وں انہی میں گئے ہیں میں ۲۰۰۰ کوآف کردا۔۔۔ بالکل اسی طرح مجھے تم کو کھما چکا ہوں۔۔۔ واب پرے نئی کھنڈ کو جو جویت کی۔۔۔ چھاؤ اور سوچا اُنک آف کر کے بڑا اہل آ جاؤ۔“

کرتے جائیے۔۔۔ بگارنا ہو کام میں چاہیے ان سے کرائیجے۔“  
دیپ نے چند مسلسل اندھی سے کام لیا۔ فرمادی مغلی تھیں کری۔ پیچی اُت کا انکار کرتے ہوئے ہوں۔ ”اب آپ سے کیا موڑ کروں ایکری صاحب ایجنسی میں واقع نامسلم کیا ہو گیا تھا کہ کوئی صاحب کے سامنے رہا جیسی سے بات کرنے لگا۔“ اس نے گھری ساری بھری۔ ”بابت یہ ہے کہ میں اپنی میانگی کی سماں کے سطح میں اپنے بڑا پریاں رہتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں میں ہمارے کا پانہ امر بیش ہوں۔ محنت رہنے والے گزیر تھا رہا تھا۔ پاہتا ہوں اپنی زندگی اسی میں اس کے ہاتھ پہنچ کر رہوں۔ اس اپت تو اپنی سکھتے ہے۔“ اس کے پیچے میں رفت تھی۔

”یہ پاں آپ بالکل ایک کہہ رہے ہیں۔۔۔ میں کا بہبہ ہوا اسی میں اسی میں اسی میں اسی میں صحت ہے۔“ واب پرے انہار نہ رہو دی کرتے ہوئے کہا۔ ”میں بات کے ساری پہلو پر اگر آپ نے زور دیا ہو تو جو کوئی صاحب اکار کر سکتے ہے۔ انہوں نے لاکھوں روپیہ لیں میں ادا دیا۔۔۔ کیا اس کیا دیا دیا کے لیے وہ کچھ کر تے ہے؟ وہ زبان کے قدر کڑا دے میں اندر سے اسے ہی زرم گھی جی۔ آپ نے اپنی بھائیاں اُنھیں۔“

”اپنا آپ آپ ہی تباہی میں کیا کروں۔“ دیپ چند نے ماجھی سے کہا۔

”کر کیا ہے۔۔۔ کوئی صاحب نے جب آپ سے وہ کہا ہے میں کہا پہنچا رہے تھا۔“

دیپ چند کے سر جماعتے ہوئے پرے پریمگی کی تراہ اسی اور ہو گئی۔ سکرا کریوا۔ ”تو اس کام کو اپ کر دیا دیجئے۔“ وہ گزرا گئا۔ ”سکری میں اسی میں کام کا ہے۔۔۔ اس اسی میں کام کا ہے۔۔۔“

واب پرے زر اپ سکرتے ہوئے کہا۔ ”آپ خود کو اونچے پیشہ مدد کر رہے ہیں۔“ اس نے جو جوی اور دیپ چند کے سامنے ادا دی۔ ”لیکن سیف کے اندر سے چوک کیا تھا ہے۔۔۔ میں آپ کی جو کچیک ان کے پرے اسکا اؤنٹ سے اسی وقت تار کے دیجا ہوں۔۔۔ ابھی تو کوئی صاحب کا مودا مگر اہم ہے۔۔۔ ہرے اُنک اچھتی ہی ان سے دھنکا کردا کچیک آپ کو دے دوں گا۔ آپ بالکل بھیان کریں۔“

دیپ چند سکریت اور اپنی مٹھنی میں ہو گیا۔ اس نے کچھ کہا۔ غوثی سے اس پر دافٹکی طاری ہو گئی۔ اس نے گھرائے ہوئے انہمازیں کیی اپنی انکاری کھنڈ اور اس کے پاس کیئی جو جوی کے پاس لگائی۔ جو جوی کے اپنے لگائے ہوئے ہے جو جوی کو جو جوی کو کیجا ہو۔۔۔ اپنی ایک نگہ سے اس کی جانب اس طرح گھر رہا تھا جسے کہہ،۔۔۔ اس اعلیٰ سے کوئی بھائیں۔

آہستے کھلا رہا۔ وہ بچہ جو کس کے قریب تھا گلے گیا۔  
دھونوں گبری و دھندیں آہستہ آہستہ گئے گئے۔ وہ چلنری کے پار ہاؤس کے متعلقی دروازے کی سمت چاہ رہے تھے۔ سروی  
اپ بڑھ گئی تھی۔ وہ بچہ کامے کیل رہا تھا۔ اس کا بدن سروی سے ہوئے ہوئے کپارہا تھا۔ تل کھلوں کے پتھر تھے۔ وہ بیٹہ  
چند کی لاش اپنی پیٹ پر اداے بھیجا گھکا گھکا گھکا رہا تھا۔ ان کے قدموں کی آہستہ سخان راستے پر رُک کر اکابر گبری تھی۔ نیکوں  
و دھندیں سایوں کی طرح معلم ہو رہے تھے۔ وہ بچہ گردن گھما ہوا کہ دھر جو کہ نظریوں سے دھمک رہا تھا۔ گریل کھلوکی کا ہائی  
وہ بچہ پر جی تھی۔ وہ سچل سچل تقدم اپنی تاتا ہاؤس کے عصب میں گلے گا۔

رات کے جب شان کھنڈ وہیں ہوا تو اپنے کوڑ کے نو دیک پہنچا تو روشنی میں اس نے دی کیاہ سال کی ہر مرکے ایک دلٹے  
پہنچے پہنچو کھلا جو اس کے کار رہے کہہ کھا سطے پر سروی سے ٹکرا رہا کھرا رہا۔ اس نے مکملی نظری میں اسے پہنچا گیا۔ وہ بیٹہ  
چند کی سینہ کا ہائی امنا تھا۔ وہ سروی سے کپھاپاں ہوئیں اور میں بڑھے پہنچا کر کوڑا رہا کھرا رہا تھا۔

"پر بھوکا دادا اپنے پر بھوکا دادا"

پر بھوکا دادی کو ٹھلنری کا دروازہ گھول کر کھانتا ہوا لکھا اور اسے دیکھتے ہی جیسے زدہ ہو کر بیٹا۔ اس اپنے منے اتم اس سے کہاں گل  
پڑے۔ ہائی رام! کھنا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا اپنے رہا۔

"بایو ہتی ابھی تک گھر بھیں لوٹے۔" مٹانے تھر راتے ہوئے تھا۔ ہائی گھر بھیں ہیں۔ انہوں نے بایو ہتی کے بارے میں  
پوچھنے کے لئے تمہارے پاس بکھا رہے۔ کہ کھانہ تو کھاتے کوئی نہیں۔ اب دہڑی تو گئی ہیں۔"

پر بھوکے گردن الما کو سچنے ہوئے تھیں آرائی کی۔ "اکا ٹکٹک ساصبی اسی ٹھیڈی صاحب کی اوپری پر گئے ہوں گے۔ میں ابھی  
جا کر ان کو بتا دیں گا۔ پھر پہلے چشم کو کھر پتا دیوں۔ جاڑا ابھی کرا کے ادا کروں گی۔ اس کے لئے اس کو بھی بہت ہے۔"

وہ جن کا پہنچنے سواراء کے رکھا کیا۔ تل کھلوٹ اور جیرے میں گھرا دھونوں کو جاتے ہوئے دیکھا رہا۔ مٹانے ملٹے ملٹے کیوں اسے  
کہا۔ "پر بھوکا دادا تم جا کر بایو ہتی کو لے آؤ۔ میں ایکا ہتی ہلا جاؤں گا۔ وہ بھی ہو ہے ہائی ہتی کے بنا اسے نینڈوں آئی۔ خوب زور  
زور سے دہڑی ہے۔"

تل کل کھلوٹ کو ہائی سوسیا جاویجی کوئی ہار کی میں قریب ہی کھوا سرگھٹی کر رہا ہو۔ "تل کھلوٹ جمادیں اس سے کہہ دھاڑا جمادیں  
تمہارے بایو ہتی کی بھی نہیں آئیں گے۔ نئی ہلڑتے رہتے ان کے بنا ہی سوچا گی۔ وہ چلنری کے پار ہاؤس میں چپ چاپ

تل کھلوٹ ہدایت لٹھنے لی چلا گیا۔ باہر، آمدے میں اس کی چاپ ہائی ہی۔ آہن گبری کے اوپر جھاتا ہوا سریٹ لب ارادی  
بعد بھوکی کیا۔ اب خفرے کی کوئی بات نہیں تھی۔ لب کے پیچے ہی کمرے میں ہر طرف گبر اندھر اکھل کیا۔ اس اندر جیرے میں  
وہ بچہ توکوڑا کھا تھا۔ اُتل، ان میں دیکھتے ہوئے الہاروں کی بھی بھلی سریٹ روشنی میں اس کی آنکھیں چک رہی تھیں۔

تل کھلوٹ دروازہ بھول کر اسرا گیا۔

"اسے اٹھا کر باہر اُلان میں لے جاؤ۔" اس کی آزمیں بھلی تھر را ہٹا۔

تل کھلوٹ نے اندر کی اک کیاں ہاتھ وہ بچہ کو اس طرح دیکھا ہے چو پھر ہا ہو۔ کیا یہ مرگیا؟ وہ دھندی روشنی میں  
غاموٹی سے آگے بڑھا۔ دیپ چد کے نو دیک پہنچا۔ اس کی اٹھا کر پڑے کی طرح اپنی چڑی پہلی پہلی پر اور کسی  
کلہڑ کی طرح کر کر جلا ہے ہوئے سچل سچل تقدم رکھتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

وہ بچہ نے بڑی دروازے ہارق ٹال کر رہیں کی اور اسے دبائے ہوئے گبری کے پاس پہنچا۔ پشت پر گلے گاہے سے سوچنے کو رہ پر  
ناریق سے ہائی ڈاپ۔ بڑا ڈاپ حکما کھا رہا تھا۔ اس نے ان جاگے اور اس کو ٹھیک کر کر درست کیا جن کے ذریعے میز کے  
چیزوں کی اک اک اسونگ ڈالنے سے سب میں مکلی سریکت رکھا تھی۔ جسے اپنے بھک جا ہاتھ اور اٹھا کرے سے سوچنے کے لئے دارا ہے  
روشن ہو جاتا تھا۔ وہ بچہ نے سوچنے کو رکری کا اٹھا کا احتیاط سے دکھا۔ جب سے چھک کھلا اور تمام سکریوں میں ہر سر کی  
سوچنے پر گھر کا ٹھکانہ ہوا اور نہ ہو گی گبر جبری کا اندر ہوئی۔ ساہیں تکمیل کر کر ہر کے لیے لازم رہا۔ اس نے وظل پر ہاتھ  
رک کر پنچا غاذ بند کیا تو اسے دیپ چد کی بھلی بھلی خونکا اس کی آنکھیں یاد آگئیں۔ وہ بچہ تھم کو ہر کے لیے لازم رہا۔ اس نے  
بھپا کے گبری کا ہمیں بھلی بھلی چھپا ہوئے اٹھا کے کی ہٹی ہٹی چاکی طرح لیکا یک زور سے  
ٹھکانہ اور پنچا یاں اور کھنڈاں بھکر گئیں۔

وہ بچہ کی ساس تھری سے چلے گی۔ وہ بچہ نے اُلگا بھر جاتا ہوا کمرے سے باہر چلا کیا۔ کوئی ابھی بھر جائیکے میں اونپی اونپی۔  
وہ بچہ نے آمدے میں بھلی کر کیل کا میں سوچکا آن کر دیا۔ درچھاں میں فوارہ ہوئی جملہ لانے تھی۔ اسی وقت کوئی کے اونپی میں  
کوئی شیخراج تھکی کے آہستہ آہست کھانے کی آواز ہبھری۔ سکر کیاں ہاتھ اور جاگے اور جھکی تو چند تھی۔ آگے جو ہادر جیزی سے  
بیڑا جیا۔ نے کر کے یہاں میں بھلی کیا۔ تل کھلوٹ ایک دیکھتے کے یہاں اندر جیرے میں گھرا اس کا اٹھا کر رہا تھا۔ وہ بچہ دیکھ کر

کے  
کے

چیزی کی تحریر اپنے سمت پر آئی تھی۔

چاکن کی سمجھی ہوئی ہوا اسی پڑھ لیتی تھیں۔ ان کے سر براتے ہوئے چیز بھوکوں سے سرسوں کے گرےے روزہ روزہ پھولوں کی دلیاں جھوستے گئی تھیں۔ سختی میں بیٹھنے آئیں اپنے سر براتے تھے۔ رات گئے تک احتجک کی تحریر اور مجھے کی جھکار کے ساتھ ہوئی کے راء اگ اور پیسوں میں الپے جاتے۔ گاؤں اور بستیوں کے چوراہوں پر جگد جگد الاڈ دیکھے۔ اب ہوئی کے روزہ روزہ طرف رنگ کی پیلا ریاں جھلکیں گی۔ اچھے اور کالا اڑا جاتے گا۔ اور اس کے بعد گاؤں اور جو کی صلی کی کائنات شروع ہو جائے گی۔ شہروں میں جنت حرمودی کرنے والے بھائی ہوئی کا اڈ پھٹپتی اپنی بستیوں میں وہ آٹھ روخ ہو گے تھے۔ ہر سال ایسا ہی اہم تحریک ای فصل کی بھائی کے بعد وہ قریب ہو جاوے کے سڑھوں میں پھٹپتا تھا۔ جنت حرمودی کرتے اور فصل کی کائنات پر بولتے ہیں۔

چیزی میں حرمودوں کا ہزارہ زور دینے گھنٹہ چار ہاتھ۔ ان میں بڑی تعداد میں حرمودوں کی تھیں جو دیوبات کے بینے والے تھے۔ وہ حیرے سے چوراہوں پر ہو رات گھنٹھاہت پھٹپتا رہتی۔ وہ نام کہہ کے ہٹر کی ای کھوکی کے سامنے اکھاہتے جہاں بر جان پھٹھا تھا۔ وہ زور سے چاٹتے۔

”یہ حرمودی کیون نہیں تھا۔ اس کیوں اور ہا ہے؟“

”یہ کس کیا ہے؟ ہوئی کا تھا اسے ہے۔ ہم کو فہرے چاہتے۔“

”ہاں تی ایک ایسا حرمودی چاہتے۔“

”اُن یا ایکھاٹنیں مانگتے جنت کی پاس کی حرمودی مانگتے ہیں۔“

لیکن حرمودی ایکی نہیں تھی۔ کہنی کو اپنی چیزی کی جلد سے جلد تحریر کے لیے حرمودوں کی شدید ضرورت ہے۔ اگر تحریر کی تحریک کو زور سرتھاں ہوگا۔ گھنٹھاہت کو کہنی کے لئے تھاں سے غرض نہیں۔ وہ اب جو نہیں شہر کتے۔ اُنہیں اس میں سماں کی تحریکی سے دیا جائے۔ وہ گھنٹھاہت کر دیجئے۔ چھنٹھاہت کا ایسا دیتے۔ ہٹر کی روزہ روزوں کی چھمازوں میں سماں کی تحریکی سے دیا جائے۔ وہ اپنے سارے جان کی تحریکی کی جانب جاتے۔

”چیزی سر بر کا اپنی تحریکی جاہب رہات جاتے۔“

”رمودوں کی تحریک ہرگز تھے اُن کے ساتھ کم ہوتی جا رہی تھی۔“

پڑے ہیں۔ بدبو لئے ہیں نہ کسی کی ان سکتے ہیں۔ جیسا کہ آوازاب ان کے کاونسیکس ہلکی سکتی۔

تلکھنڈ کا ہے۔ اس کے پاروں طرف اپنی دلی سکیاں سر براری ہیں۔ ۱۹۴۷ء پر بیان کو کسے کھوئے کی کوشش کی۔ گمراہ سن کر فرا رانچھا کا۔ اسے یاد آ کی کہ روزہ روزہ تو احمد سے بند ہے۔

وہ روزہ روزہ کے پھٹھاڑے بند ہے۔ پھٹکا نظریوں سے اہر اہر دیکھا۔ اچھل کر ریگن کی دلار پر بند کا اور آہستے سے پھٹکا کیا۔ پھٹک ای طرح ہے۔ وہ سڑک بیتل کی پھرداں سے تھی ہوئی اپنی دلی پر چاند کر دات کی عانے میں فرار ہوا تھا۔ اس کے سب سے اگھت کرنے والے پیراہنہ اور اس کی بیٹیاں زور سے فرقی تھیں اور خلرے کے سازاں بیتل کی چار دفعہ دری میں دری کھک گئے تھے۔

تلکھنڈ نے آگنی مور کیا۔ اپنے کمرے میں کیا اور اس پر لیک سکا۔ اگر مارے نہ ہتھ آئی۔ وہ بہت دین بھک جا کر رہا۔ پھٹکنے کے کرٹھن پہلے اور ہاتھ جانے کیا کیا اوت پانگ باعث سچا رہا۔

وہ روزہ روزی چکری میں کوئی کام نہ ہوا۔ چھپ اکاٹھک دیپ چند کھیتی کی تاکہ بیٹی موت کے سارے اس میں چیزیں بند ہیں۔ اس کی ااش پا پورہ باؤس میں اسناہا مر رہم سے کچھ قاطلے پر پائی گئی تھی۔ وہ کسی سڑی سے ملے جاں گیا تھا اور قلطی سے اس کا جسم کسی ہائی ٹینی تار سے مس ہو گیا۔

گر شد رات ہر چیلٹیوں کی مرمت ہو رہی تھی اور دیونے سے کلکی اسٹھک بھی کی جا رہی تھی۔ کہنی کی جاہب سے پہلے کے تھوڑتی فری کے دو بھرمن نے بیکی بیان دی۔ پھر ساری بھر دت سے بھگی فریمن کے بیان کی تصدیق ہو گئی تھی۔ لبنا پہلے دیپ چند کی موت کو اتفاقی حادثہ قرار دے کر اپنی چیلٹی قم کر دی اور کس دلیل پر ہٹر کر دی۔ وہ سری طرف چیلٹی میں یہ افواہ بھی اگھت کر رہی تھی کہ دیپ چھٹے ہزاروں روپے کا تھا اور اس سطھ میں اس سے یہ چھپ کو کی جا رہی تھی جس سے پر بیان بیکاری سے خوٹکی کر لی۔ یہ خواہ کیا تھا جو دیگر کے اشارے پر بھیجا گئی۔

ای روزہ سر پیوں کو رہی آٹاف اس ایکھر کی ہلکتی کی وجہ سے جو کسی دلیل پر چند کھیتی کی لمبا کھٹک سوت پر ایکھار تھوڑت کیا گی اور ملک ای ریکھر کی سفارش پر دیپ چند کے سارے کو گوار تھامان سے ایکھار بند ہی کرتے ہوئے پانچ ہزار روپے گزارے کے لیے مکھ

سے اگلی کی شروعت پر ہی آئیں ہوں گی۔ جب تی آس پاس کے زمینداروں سے باقاعدہ معاہدہ ہو چکا ہے۔ ان کو اپنے اُس بھی دیا جائے گا۔ اس دعویٰ کی اصل پروپریتی کی باری کا رقبہ جو حادث کے فعل کیتھی یا کتنا پہنچا شروع ہو جائے گا۔ معاہدے کی رو سے کافی استغیری نے پر یورپی ہے اور نہ جہا اور اکٹھے گا۔

”اس کے معاہدوں بخوبی سے جو قرض لے گیا ہے اس کا پوچھنی بھی برقرار رکھ دے۔“ میٹک اور کلکٹر نے خلائقی سماں بھر کر کہا۔ ایک پر بیانیہ ہوتا ہے۔ قلدری نے مقرہ وفات پر کامن کیا تو تمہارا ہو گیں گے۔ اور اپنا حال یہ ہے کہ کنسٹیٹیشن کا کام خیز ہونے کے نتیجے ٹھپ اکٹھا ہے۔

و اپنے بھر کئے چند گھنے ہماری سے سچا ہے۔ بھروسے نظریں اخراجیں اور کلکٹر کی جانب دیکھائے ہوئے ہیں۔ ”میں کی روزتے ایک ایک پر بھر کر رہا ہوں۔ لیکن اس میں خطر بھی ہے اور دو چھوٹی اچھائیاں اسی طبق ہو گیں۔“

”زراباحد پڑاں عپا کے کام کرنا۔ روپے کی لفڑ کرنا۔ میں اور کلکٹر میں نہیں لوں گا۔“ کوئی شیخوران تکلیف آئے ہو گی۔ ”یوں بھی کوئی کوئی حق ہو رہا ہے؟“ اگلی کلدری اس سال اسٹارٹ نہ ہوئی تو کہنے والے ہو جائے گی۔ ”اس کے لیے ہے اسے اس جملکے۔“ اس چاہی سے پہنچ کے لیے اور طریقوں لیا جا سکتا ہے۔ مطلب یہ کلدری کے کنسٹیٹیشن کا کام کی طرح بھی رکنا نہیں چاہے۔ ”انہی نے اس کی ہاتھوں کو فراغداز کرنے ہوئے دریافت کیا۔“ آپ کے خیال میں کلدری کا یہ کمالی کہت پارٹیں کار سایال کیا آؤ گی۔ اس پر اقتدار کیا جا سکتا ہے؟“

”آؤ۔ تو وہ کام اپنہاں میں ہے۔“ میٹک اور کلکٹر گردان پلا کر دیا۔ ”اناکست پارٹی میں کی سال تک دو چکا ہے۔ بھارت کے الام میں پالیس میں ایک ہار اسے گرفتاری کر لیا تھا۔ برقی طرح تاریچ کیا گیا۔“ رنگی روانی پر ایسا ہے۔ ”میرا خیال ہے تم اس پر اقتدار کر سکتے ہو۔“

”انہی نے پھر اسی کو مطلب کیا اور اسے ہدایت کی کہ سایال کو ہلا کے۔

چند دن بعد پارٹیں کار سایال اپنی کیا۔ وہ اسی عکرا کا ہی تھا۔ اس کے باولوں میں سیدی بھٹکی تھی۔ چیرا بھٹک اور سہاتھ تھا۔ آگلوں پر موٹے موٹے شیشیں کا پشت تھا۔ انہی نے کلری اکٹھوں سے اس کا جائزہ لیا۔ بھرپور یافت کیا۔ ”پارٹیں ہائی پولٹی نو میں آپ کوئی کام سے بھی گئے تھے۔ جس بھک گئے یا پر چلتا ہے، آپ نے گورنمنٹ لہاری سے بھی کوئی مشکوڑ کیا تھا۔“ اس آپ کا کوئی جان پکان کا ہے؟“

روز بروز گھنی ہوئی اس صورت حال پر غور کرنے کے لیے بڑا آپ اور کلکٹر کی اکٹھی ہی تھک ہاتھی گی۔ اور یہ ملے کا کارکرہ کی اگرچہ بڑے حادث ہا ہے۔ قلدری کی قسم میں کسی حسکی تاخیر نہیں ہونا چاہیے۔ اس پیٹھے کے بعد جزوی میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔

ایک دو چھوٹے چھاؤنے یا سے  
ایک دو چھوٹے آئے یا سے  
پہنچے ۱۹۸۷ء پر یا سے

مگر جزوی بڑے حادثے کا گھر بھی کارگریاں نہ ہواں بلکہ جزویوں نے اور بھی جزوی سے بھاگنا شروع کر دیا۔ ہر روز ہائی کم کیہ رجسٹرے اور کلکٹر کے خرچ میں ہاتھا اور کسی ہوئی آواز میں روپرست نہ ہے۔ میٹک اور کلکٹر بھٹکا کر جزویوں کے ساتھ ہائی کم کیہ پر بھر رہتا۔

ایک سچ شریودی ہائی کم کیہ رکے عالم میں میٹک اور کلکٹر کے کیا تھے جو بھی کاپنے دفتر میں بیان اور اس سے اپنی پر بیانی کا اکھار کیا۔ ”مسٹر ایچ ای سب کیا ہو رہا ہے؟“ جزوی بڑا رجسٹر اس طرح اسکے سچھا بھٹکے کیا جائیں۔ اس کے پھرے پر صلح بھٹکے کھل گئی۔ ”جزوی بڑے حادثے سے بھی تو ہو جائے اور اسے کھلے کر کھانے کا۔“ ہر روز اس کی تھوڑی بھر کی جاری ہے۔

و اپنے بھی بھاگنا اکٹھا اور رہا۔ اس نے دی زبان سے اپنی بھروسی بیان کی۔ ”کچھ کھٹیں جیسیں آرہا ہے کا کا جائے۔“ بات یہ ہے کہ صاحب یہ تاریخی کا ملکا ہے۔ بھیاں کی زمینی بڑی نرخی ہے اور اس سال تو چھوٹی مصروفت سے کہ ایک کی اصل بہت اسی جاری ہوئی ہے۔ اپنی کارکردگی ہے۔ کس ایون کے تھفاٹ ہو گے۔ اب اسی قلدری کی جزوی بھروسی کیا گی لیکن۔ ”اس نے لہر رک کر دی بیان سے کیا۔“ اور یہ زمینداری ای ایشان کی بھروسی نے تو ان کا اور بھی دماغِ طراب کر دیا ہے۔

میٹک اور کلکٹر بھٹکے بڑا زمیندار بھی تھا۔ اس کر اور بھی زیادہ بیان ہو رکی۔ مٹھب ہاں ہو کر ہوا۔ ”تم نے چیری کھا دئے شروع کر دی ہے۔ اس طرح کیسے کام پہنچا؟“ یہ بتاؤ کر لے کر دھن دھن دھن کیے کیا جائے۔ کمکتی کی قسم کی تھمت پر بھٹک رکنا چاہیے۔ ایسا لگتا ہے کہم کو کہا نہ اسیں۔ قلدری میں کرٹھی شروع نہ ہوئی اور سیزن تھالی ہو گیا تو کمکتی اور کلکٹر بھٹکے نہیں۔ ”انکی بات نہیں ہے۔ کوئی صاحب ایگھے اس کا پا ادا نہ از ہے۔“ انہی نے قارموں کی پیچے اور

وائپرے پر چھالا ہوا پریشانی کا غبار پڑ گیا۔ اس نے سکا کرچا پھر۔ "کھرم اتنے گھر ائے ہوئے کیون نظر آ رہے ہے؟"

"مچے ایک ٹھیک ٹھیک ہے کہ وہ بھتی سے بیرا بچا کر رہا ہے۔" سایال نے ملکر دروازے کی جانب دیکھا تھا وہ بھتی جا ب تھج بول۔ اس نے سرگزشتی کی۔ "میں اپ کی بادیت کے مطابق ہوائی جہاز کے عجائب زرین قی سے یا ہوں۔" اس کے پھرے سے تھوٹیں آ کھڑا تھی۔ "وہاں ایشیان پبلک رات کو خاموشی سے اتر کیا تھیں مجھ پہنچا تو وہ بھر نظر آ رہا۔"

وائپرے سرکے لئے خاموشی میں وہ کیا کہ اس نے اتنا کا تھا کہ اس کا۔ "پہنچا ہے اسرا خالی ہے کو خالد ہوا ہے۔" "ٹھاپا ایسا ہی ہو۔" سایال نے آہستہ سے کہا۔ "میں تو ایسا پریشان ہو گیا کہ پر سامان رکھا اور سیدھا آپ کے پاس چلا آیا۔"

"اچھا آپ گھر جائیں۔ نبہا ہو کر رام کریں۔" وائپرے ایمان دیا۔ "گھرنے کی کوئی بات نہیں۔ سب کو ٹھیک فکر ہی ہو گا۔"

سایال خاموشی سے باہر چلا گیا۔

وائپرے ایسا اہر آہر استھان چھالا ہوا بھر کی کوئی کھدا ہو گیا۔ اس نے پرہoda را سارکا یا اوس کی اونٹ سے باہر رکھا۔ پاریش کار سایال چیڑی سے ٹکل کر اپنے گھر کی سوت چارہ بھا تھا۔ جب میڈی پر وہ نکلوں سے اچکل ہو گیا تو وائپرے ملکر دروازے اپنی کھر کیا۔ اس نے سیدورا کریمیاں اور بکر کو فون کیا۔ وہ اپنی لوگی پر موجود تھا۔ وائپرے سایال کی وائیسی کی اطاعت دی اور خوبی کی طرف سے ٹکل کر سیکھ (اڑی بکر کی لوگی کی طرف) رہا تو وہ اگر۔

وہ سیکھ ڈاکٹر کے پاس پہنچا اور دیکھ اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ جب کا اسیمیر یک

کھیرات گز بھی تھی۔ انہیں اب بیخ گیا تھا۔ اور افرانے بھر تی ہوئی ہلکی ری تھی۔ کیا اس ہاتھوں اپنے جب کا اسیمیر یک دلکش سنبھال اور کھلپڑ دیا گا۔ جب اس نارت ہوئی اور آہستہ آہستہ گئے جسی تھا۔ اس کی کھلی سوت پہنچ دیتھا تھا۔ جب دو ٹھنڈے کی طرف ملکر گئی۔ جو میں تھک ہاتھ ملکر گئی۔ اس کی کھلی سوت پہنچ دیتھا تھا۔ جب دو ٹھنڈے کی طرف ملکر گئی۔ جب دو ٹھنڈے کی طرف ملکر گئی۔ اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔

چھارے ہو گئے تھے کارہ بارہ بھر کوڑا تھا۔ وائپرے جھوکوں سے بے یا ز ایمان سے بیٹھا جب چلا تھا۔ اس کے پھرے سے پھر نظر آ رہا۔

"تی پاں ایمری وائک کے ایک رشد اور یہاں تھی میں کام کرتے ہیں۔" سایال نے بتایا۔ "میں وہ روزگار اپنی کے قیمت میں نظر آ رہا۔"

وائپرے کام جہاں ہوا پر اور اس کے لئے۔ وہ بھتی جا ب رہا۔ "جب تو کام میں جائے گا۔ دیکھنا آن رات کی گاڑی سے آپ دل پہلے جا ب کیں اور وہاں سے ہوائی جہاز کے اسے بھتی جائے گا۔ آپ کو رہنگت یہاں تھی ملکر کام کرتا ہے۔ کام کی نویت اور اس کی تھیا تھی میں آپ کو دھیں پوری طرح سمجھا دوں گا۔ آپ سترے کے لئے چارہ ہو گیں۔"

"جیسا آپ کا حکم" سایال چارہ ہو گیا۔ اس کے دل میں سے مطمئن ہوتے کہ وہ بھتی جا ب کا پہلی سے خواہ شد تھا۔ وائپرے اپنے ایمان۔ سیٹ کے رنج روشنگ کے لیے ایشیان ماڑے سے لٹکنگی اور اسی وقت اس پر اکائیک رفاقت پاریش نکار سایال کے نام تھا کہ اس کی بہایت بھی جاری کر دی۔

سیئر کو وائپرے کے ساتھ بند کر کے میں سایال دی جسکا راز داڑھنگ کر رہا۔ پر وہاں کام کے مطابق رات کی لڑن سے دو دل کے لیے دو دن ہو گیں۔

وائپرے جس بھتی سے سایال کا لٹکنگ ام آیا۔ کھانا تھا۔ ہارہ دیڑکا ہزار بہت غراب ہے۔ کریٹ سلٹر ابھی تھک نہیں ہا۔" وائپرے کار کو کی پار پڑھا۔ اور اپنے دفتر میں خاصی بیٹھا اس کی خانی مہارت کے ہارے میں خور کر رہا۔ اس کے پھرے سے پریشانی چھا بی جی۔

دورہ اور گزر گئے بھتی سے کوئی اخراج نہ آئی۔ وائپرے بے گھنی بڑھنے لگی۔ وہ اس پر یہاں نظر آ رہا تھا۔ اس پر بیٹھنی میں اس کے شاروں کی ایسری ہوئی بھتی یاں اور بے ہال مطمئن ہوئی تھیں۔

کیا اس تھوڑا جھکی پر بھتی میں برابر اضافہ ہوتا گیا۔ اپنی ہدوں ایک روز بھر کی ڈھنگی اطاعت کی چیڑی کا کست پاریش کمار سایال گھر ایسا ہوا جو کے دفتر میں داخل ہوا۔ اس کے پھرے کے بعد نتوں ہندے ہندے نظر آ رہے تھے۔ وہ بہت غصہ ہو رہا تھا جس حال مطمئن ہوا تھا۔

وائپرے سے دیکھ کر چلتا۔ کری پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب وہ دیکھ گیا تو وائپرے نے ہڑکتے ہوئے دل سے بچا۔ "پاریش بارہ کیا خبر ہے؟" اس کے ساتھ میں تذہب میں اس تھا۔

"کام تو ہن گیا۔" سایال نے آہستہ سے کہا۔

بیجا ذہتی تھی تھا۔ دلوں طرف اونچی اونچی پیاراں تھیں۔ عدی ایک موڑ سے لگل کر جیزی سے بکھتی تھی۔ بیساں سے ایک گندہ ذہنی پائیں ہے جو میری تھی۔

وہ گندہ ذہنی ہے پڑھ لے گے۔ گندہ ذہنی تک تھی اور اونچی اونچی پیاراں کے درمیان سے مل کھاتی ہوئی گزروتی تھی۔ راستہ نامور تھا اور انہوں نے جو میرے تھے۔ جو طرف کو کاملاً طاری تھا۔ وہچھے نے جب سے چھوٹی اونچی کالی اور اسے دش کر لیا۔ اس کی اونچی پیاری دشی میں دلوں کا طھان پر آگے بڑھتے گے۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد کیا انہی ایک بارہ سامنے آگئی۔ پیاس بھی عدی کے دلوں پر یا باڑی سلسلہ درجک پہنچا تھا۔ وہچھے نارق کر جبکہ جب میں کھکھی۔ اس مقام پر عدی کا بہاؤ است پڑ گیا تھا۔ وہچھے بھری۔ اس نے ملک کو خود کی بیانات دی۔

انہوں نے کھلی مورکی۔ سامنے پانی کی کملتی تھی جو وحدتی وحدتی روشنی میں بھلداری تھی۔ کمل کے ہوئی رنگ پر کوکھا اذالم تھا۔ میرض سادھ تھا جو پن کلی پیارے کرنے کے لیے قیصر کیا تھا۔ بدھ کے پیشے کے ایک طرف ہائیروڈ اکٹھر پاہر ہاؤس کی باندھ مارت تھی جس کی روشنیاں دوسرے ملٹھاتی ہوئی انھری تھیں۔ اس مقام پر پانی بھدری سے شور گاہ اونچیبیت میں گرتا تھا اور بہت جیزی سے بہتا تھا۔ اس جیزی پر اسے گمراہانہ بڑھانے کی وجہ میں اونچی تھی۔

کمل کے اونچے بڑھنے کے کچھ زاد بڑھنے کی وجہ میں اونچی تھی۔ دلوں میں جن کرنے کے کارے اونچی میں پہنچ رہے اور پیشے سے کچھ فاصلے پڑ کے۔ پہنچ کر جت اور بھروسے اونچی کیا تھا۔ پاہر ہاؤس کی ٹوارت بھروس کی میں ہوئی تھی۔ اور صاف انھری تھی۔ اس کے پیچے کے سامنے ٹکنیشن سنجھے ہوئے وہی دوپرے دار مددگار سے کھلے ہے۔

کیاش ہاتھوں اپنے آہستے میں کٹھو کو ایک بارہ بھراہت کی۔ ایام آگے پلے جاؤ اور انکاماتھ کیلی جگہ کر دو جہاں میں نہ تھا تھا۔ پہنچ اور دلوں پر بارہ انکار کرنا۔ دکھو بہت ہو ٹھیاری سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ میں بیساں کھڑا ہوا تھیاری اونچی کا انکھ کرنا ہوا کا۔

میں کل غلام اونچی سے آگے بڑھ گیا۔ انکاماتھ اس کی پاھوس میں پاچھا اور دو سنبھل سنبھل کر جل، را تھا۔ وہچھے اکاماتھ کے چار سنبھلے ہوئے ایک چانک کی اوہت میں دیک گیا۔ اس کی اٹاہیں اور میں کٹھو کا تھا قب کرتی رہیں۔ میں کٹھو اونچی سے جو میرے میں جو کھجھکا آگے بڑھتا تھا۔ پیشے کو دیک کیتھی کر کہ گیری تھا کی جس کی میں اونکل ہو گیا۔ کوئی اونچی رہنے اس کی جانب اونچی ہوئی تھیں۔ اس کی سامس کی رتار جیزی اونچی تھی۔ وحدتی وحدتی روشنی میں پشتہ در سے انکھ رہتا۔ پیشے کے

میں کٹھو اونچی سے جو میسا پڑھا جا رہا کہ جنکوں سے اس کا سر پھول آتا جا رہا ہے۔ باہر پیاس کی ہوا ہائل رہی ہے جو جوہل کا سدیدہ اتنی ہے جو اپنے قم تھم جوہل ہے۔ اپنے گیہوں کی اضطراب کی کمالی شروع ہو گی ہے۔ بیسا کی جزو دھار سے بہانی ہوئی گیہوں کی بیساں کھجھوں سے جو چند جگہ اونچیوں میں اکٹھا ہوتی ہماری ہوں گی۔ جانے اٹھی گزروتی خوبصورتی تھی میں ایک بیک میں کٹھو میں کھدا رین کی بھر جانی کا پچھا بال پر جو اجھے چار بتا تھا۔ کیا یک میں کی لے پر بھستے والے اگ کی باندھ وہ خود فرمائی کے مامن میں بڑھاتے گا۔

"میں کسان ہوں ہاں میں کسان ہوں۔"  
پھر ایسا گھوس ہوا چھپے کوئی اس کا گھوڑو بیک سر گھوٹی کر رہا ہے۔ "میں تو جنم ہے ہاں وہ ایک گرلاری کے لیے اونچی تھا خلاش کر رہی ہے۔"

میں کٹھو نے چوپک کر دیکھا۔ سامنے اونچی ہمیان سے اسٹریگ سنجھے ہوئے جھٹا تھا۔ جب پھر لیہڑا پر پچھوئے کیا رہی تھی۔ جاروں کی مدد و مددی میں کوہناتی چانگیں سایں کی جوڑ وہ سکھ بھلی اونچی تھی۔ وہچھے نے اپاک جیپ کو ہوا رہا۔ اسے قدر گیری ڈھان تھی کہ جیپ نہماں دوچی اونچی گھس ہوئی۔ میں کٹھو گھر اکامیتی جیٹ سے چھپ گیا۔ جیپ کی رتار اپس سے پہنچی تھی۔ وہ اونچے سے میڑ کر لڑاکے لیٹھی میں اتر دیا۔ اس نے بریک لگائے۔ جیپ اونچرے میں ٹھرگی۔

دلوں جیپ سے لال کر جا رہا گے۔ اونچے نہ چکلی سیت اخیلی اور میں کٹھو کی مد سے اکاماتھ کی ہیٹھی جیپ سے کھلی۔ اس کاماتھ کی ہیٹھی کیست پاہر میں کر سایاں ہیٹھی سے لالی تھا۔ اسے سرکاری بیوہ اڑاری سے اسکل کیا کیا تھا۔ اس نیکی کا درہ اپنے کچھل کا نوہار سے ڈاہد پری لڑکی ہوا تھا۔ وہچھے نے اٹھا رکا اور میں کٹھو نے اسے اپنے ملبوط ہاتھوں میں ٹھیک کیا۔

اونچے آگے بڑھا۔ میں کٹھو سب میوال اس کے پیچے پیچھے چلا۔ دلوں سنبھل سنبھل کر پہنچ رہے۔ ان کے قدموں کے پیچے خوک پتہ دلی اپنے آہستہ پیاوہ کر رہے تھے۔ درختوں کی شاخوں سے اونچی جیزی جوہا بھی اونچی مطمئن ہو رہی تھی۔ انہیں اہمیت گیر اتھا در چانکوں کے درمیان سے گرتے والی کوئی انہی کا شور صاف نہیں دے رہا تھا۔

دلوں اونچرے میں احتیاط سے قدم لاتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ جب دیک ٹھکے ہوئے نیلے کوئی دکڑ کے شیپر میں اترے تو بھروس کے گراہا ہونی کا شور رات کے نائلے میں پیٹھ ہاک مطمئن ہوا تھا۔ اس اونچی میں کوئی انہی کا

گل کر سائنس آگئی۔ وہ بیکارہو آہتا ہے تاہم رہا تھا۔ جب وہ زدیک آگی تو وہ اپنے صرف اس قدر رہ یافت کیا۔

”سے پہلی خاک ہے؟“

تلکٹھو نے گروہ بنا کر ساتھیان دیا۔

وہ اپنے بڑا تاثر اکام شروع کر دی۔ آن کی آن میں ادا کیا اسکے خونکار حاکر سے پہنچا۔ اس کی گھنگر جن سے چنانیں روز کرہے گئیں۔ پہنچ گزرا ہست کے ساتھ ٹوٹ پھوٹ کیا۔ گھنل کا پانی شور کرتا ہوا اس قدر جیزی سے پھی گرنے لگا کہ رہ بست سطاب آگئا۔ اس سطاب میں پاہو، ہاؤس کی عمارت بھی ذوب گئی۔ کوچا اندھی جس کا بہاؤ سے پہنچا اسکا شیب میں جیزی سے پہنچ گئی تھی۔

وہ اپنے کو کیا تھا مجھ کی چاہی کو نظر انداز کیا اور تلکٹھو کے ہمراہ رہا میں ہوا۔ وہ جلد سے جلد چپ کے پاس بکھی چاہا ہتا تھا۔ گھنل کھنپ پار ہالکھلا کر کر جاتا۔ پہنچ اس کی ایک گولی نے اس کا کندھا اڑی کر دیا تھا اور اس رام سے سطل گون ہبہ رہا تھا۔ وہ اگر کہا جاؤ گی کہ طور چب کے زور یک پہنچ اس کے ہاتھ پر جاتا تھا۔

وہ اپنے چب اسٹارٹ کی اور جیزی سے دہلاتے تھا۔ وہ ایک سرخانی کے بیرونی طور پر اس طلاق سے دراگل چاہا ہتا تھا۔ تلکٹھو پہنچی بیٹ پر سے سدھ پڑا تھا۔ وہ استہ بھر ٹکپ کے کھانا رہا۔ اس کے زام سے گون رہا اس پر پہنچی کی کیلیت طاری تھی۔ وہ اپنے اس کی حالت اس قدر تمیز بھکھی تو سیدھا عاشر پہنچا۔ اپنے احمد کے دل کے ڈال سے اس کی مریم بیٹی ارائی اور چیزی کی چاہ رہا تھا وہ گئی۔

رات کے بچھتے ہو چکے ہی گھنل کی صد و میں دلیل ہوتی۔ تلکٹھو نہ مال اور اٹھنکر آ رہا تھا۔ وہ اپنی دلت ہاتھ ڈاڑھکر سے لے۔ اسے اپنے کارگزاری سے مطلع کرایا۔ وہ بھی بیٹھا اسی سلطنت میں باقی کر رہا۔ تلکٹھو کو عارضی طور پر کوارڈی ہبھائے ہو چکے ڈاڑھکر کی کھلی کھلی کے ایک حصے میں اٹھ رہا ہے۔

کوکیا اندھی کی ہوا لکھتی ہے تاہم کے علاج میں سنبھل گئی۔ سرکاری مطقوں میں تھلکی گئی۔ فوری تھیجت کا حجم جاری کیا گیا۔ تھیجتیں اسروں نے بھاگ دوڑ شروع کر دی۔ اتفاق سے اُس نکلکی مرست اور ہتھی۔ لہذا تھیجت کرنے والے اسروں نے چیزی کے گھبٹ ہاؤس کو استھانا کرنا چاہا۔ مٹکٹھ ڈاڑھکر نے ٹالا چاہا۔ گھر کشتر کے زور دینے پر بادل افواست انجام دے دیا۔

دوسری طرف شیب میں ہندی سے گرتے ہوئے پانی کا شور ابھر رہا تھا۔ اس شور میں پھری ہوئی ہوا کی سربراہت بھی دب کر معدوم ہو گئی تھی۔ وہ اپنی ہندی میں پھنک کر انظر وہ سے پھنک کر کھنکا رہا۔ کیکہ ہندی روشنی میں پھنکے پہا ایک انسانی سایہ بردا۔ ”ہات!“

”بے اکون ہے پھنکے پہا ؟“

اں جیسی کے ساتھی را تلک سے گولی پڑلی جیز آواز گئی۔ وہ جسم رہ گیا۔

گھنل کھنپ پھنکے سے چنانہ ادا کیا اسکے خونکار لگانے کی کوشش میں صرف رہا۔ گولی اس کی کھنچ کے قریب سے منٹل ہوئی زدن سے گزگن۔ اس کے ساتھ جیزی کی ہاتھ کام کر رہے تھے۔ وہ ملکر کپڑے اور اس کی جانب بھی دیکھ رہا۔ پھر سے داہمی تک پا در ہاؤس کے ساتھ کھو رہے تھے اور گردیں اٹھانے پھنکے کیست دکھرے ہے۔

وہ اپنی اندھیرے میں رکا رکا پھنکے کیست گھر لی ہوئی انظر وہ دیکھ رہا تھا۔ ایک بار گولی پڑلی جیز آواز ابھری اور اس کی صدائے بازگشت چنانوں میں گوچی رہی۔ وہ اپنی سائیں جیزی سے پلٹے پلٹے معاڑک گئی۔ وہ بھکی ہائی انکوس سے پھنکے دیکھ رہا تھا۔ پھنکے گئی تار کی چھانی تھی۔ سنکوئی سایپریاں آہتا ہبھری۔ اس خوف ہر اس کے عالم میں کھو دلت گزگری۔

لکا یک داکماٹ کا ٹھاڑہ سے پیٹے لگا۔ پھنل کھنکی چاہ بس سکھ چاکس نے پیٹا کام ہم پر را کر لایا۔ لیکن وہ دو نظر ندا یا۔ وہ اپنی کھنکیں پھاڑ پھاڑ کر نکل کوہے تاری سے ٹالی کر نے لگا۔ ایک دن گزگری۔

وہ اس وقت گزگری۔

وہ اپنی دلت بھی چکنکا رہا تھا کے ہامیں گزگری۔ وہ اپنے اپنے پلٹے پلٹے ہوئے پھنکے کیتے ہے۔ وہ اپنے چھلکا رہا تھا کہ سارے رہ جاؤ گی۔ وہ جو دل کو پھنکے تھے اُس کی دلت بھی دوڑتے ہوئے پھنکے کیتے ہے۔

لکھنوار کو سچا کسٹار کے رہ جاؤ گی۔ وہ جو دل کو پھنکے تھے اسے تلکٹھو کی پرداز تھی۔ سکر فرش تھی کہا کر رہا کر رہا۔ وہ رنگ پختہ تھا۔ لیکن شدید ضرر کے ساتھ ہو گئی پھنکل کر سکا۔ اسے تلکٹھو کی پرداز تھی۔ سکر فرش تھی کہا کر رہا۔ کھنکھنکی کی ہندی کے ساتھ میں سنبھل کر سکا۔ اسی لاش ہا دلت کری گئی تو پہنچ کی آسانی سے سراغ مل جائے گا۔ لیکن سوچ کر دہلت از دلت اسکے گھبٹ سے گزگری کے گھبٹ ہاؤس کو استھانا کرنا چاہا۔

وہ اپنی اس ذاتی اذیت میں زیادہ دی جتنا تھا۔ کچھ فاسطے پر ایک کلہ اسیکل کیٹھری یا اور کیٹھنی دی پھنکے تلکٹھو اندھیرے سے

میکف ڈائریکٹرنے زرائی والوں سے انٹھنی کو شکل دی۔ لیکن خود وہ بیچے میں گیا۔ "جسکے کام جرچی کی حاملہ اسی عین ہو جائے گا۔" اس نے ساری زندگی کی ایساں ہاتھ وہ بیچے پر ڈال دی۔ "واپس جو سے میکی کہا رہا کہ خفرے کی کوئی بات نہیں۔ سب فیکٹ ٹکر رہے گا۔"

واپس جو دروازہ اسی طبقہ کو کس قدر مٹھنے لگی ہو گیا۔ اس صفات کا زرائی والوں پر بھی خاطر خواہ اڑا ہوا۔ دیے گئی کھنڈ کا کھنڈ ڈائریکٹرنے کے لادا و لادا، اپنے اپنا بیٹا جا گیرا وہ بیچے تھا۔ اس حقیقت سے زرائی والوں بھی خلیٰ واقع تھا۔ اس نے میکف ڈائریکٹرنی کا نیک کرتے ہوئے واپسی کو مدد اور ہبہ لیا۔ آپ نے بالکل ٹھیک کیا۔ میکف تو پہلے کی امداد و تعاون کی ایساں ہاتھ وہ بیچے اٹھا کر آؤ۔ آپ اس کی بھروسہ اپنی بھتی بھتی کیا۔ اس نے میکف کے طبقہ پر بے کیا تھا۔ اس نے میکف کے سامنے ملکہ کو کہا پہنچا جاؤ گا۔ وہ جب تک بیان موجود ہے وہ وقت خطرہ ملدا تھا۔ اس کا بھروسہ پر گیا۔ "کور صاحب آپ بالکل پہنچا کریں۔ میں سب کوچھ سنبھالوں گا۔" گرے اور گرے اور گرے اور گرے اور گرے اور گرے اور گرے۔

میکف ڈائریکٹرنی سوچ میں گمراہ کیا۔ وہ یعنی پہنچتا تھا کہ اپنے سے کسی طرح کا بکاڑا پیوں آ جاؤ گے۔ وہ اس کے پرہنڈ اور پر پرہنڈ سے پوری طرح آ جاؤ گا۔ اس طرح اپنا تھک اور بدنام بھی کر سکتا تھا۔ میکف ڈائریکٹرنے واپسی کے معاشرے کا اس پہلو سے دیکھا تھا پہنچان ہو گیا۔

اس کی غافلی کو زرائی والوں نے اپنے بڑے بڑے دشمن کر کر۔ پہنچن ہو کر۔ "کور صاحب آپ کس سامنے میں پڑ گے؟" "سوچ باتا دیجو کھلا میست سے بہادر ایک اپنے پیش آمدی سے اس پر ہاتھ دال سکتی ہے۔ اسے گردار کے شاخیں لکھن کر سکتی ہے۔ وہ جتنا ہو ٹھیک رہے گئے اتنا مطہر واظہ رہیں آتا کہ پیس کا اپنے اپنے جو گھبیل ہے۔ جہاں وہ چار ہاتھ کر رہے گے۔ فیض گیں کرتے ہے گا۔ سب کوچھ اگلے سے گا۔ اسی صورت میں تو سرکاری گاوہوں کو کھنکی کوہتہ تھمان پہنچا کرے۔ میکف ڈائریکٹرن نے تجویز ٹھیل کی۔ "بیرا ایصال تو یہ ہے کہ میاست سے بہتر کرنے کے بھائے پکو مر سے کے لیے اسے بیہاں سے بہادری جائے۔ بعد میں، بیکھا جائے گا کس کے بارے میں کیا فہیل کیا جائے۔"

میکف ڈائریکٹرنے بات اس کی کرم بیانی اکمل کی کہہ رہا۔ اس کی کھنڈ میں آگئی۔ اس نے میکف ڈائریکٹرنی والے سے نہ صرف اتفاق کیا بلکہ اس کی دراصلی بیٹی کا قائل بھی ہو گیا۔ وہ زیادہ درج نہ کر۔ میکف ڈائریکٹرنے اصرار بھی کیا۔ گرے

گھبٹ ہاؤس کے قائم کروں پر اب پہنچ داں کا قید ہے۔ کچھ کروں میں ان کی بہائی اور کھنڈ ان کے مفتر قائم ہے۔ آئے دن، میکف اور اپنے پیش کی حرast میں اپنا جاتا۔ اس سے چونچ کھوکھی چلتی۔ طرس طرس سے جو ونکہ دیکھا جاتا۔ رات کے سانے سے اس کے پیچے چلانے کی آزاری بڑی بولانک معلوم ہوتی ہے۔ میکف میں کام کرنے والے پرہنڈ اور سے ہوئے خفرے تھے۔ کسی سے بات کرنے ہے اور۔ اس صورت حال سے وہ اپنے زادہ میکف ڈائریکٹرن تھا۔

انجی ڈلن سوپلائی ذریعہ بال کا دادا نہ زرائی والوں کو ایک ایل اے بھی تیاری میں پہنچا۔ اس کی کامیابی میکف ڈائریکٹرنی کو اپنی سامنے جا کر رکی۔ پھر رات گزر گی تھی۔ میکف ڈائریکٹرنی کوئی میں موجہ تھا اور اسکی بھاگ رہا تھا۔ میکف، دم میں دلوں کی ملاحتا ہوئی۔ زرائی والوں کے چونچ بگارے ہے تھے۔ اس نے پیچے چکی کیا۔

"کور صاحب ایسا آپ نے سب کیا کر کے رکھ دیا؟" میکف ایسا جان پڑتا ہے کہ میکف پیش کی جانے اپنے جاہاں نے والی ہے۔

میکف ڈائریکٹرنی پہلے بیکھرا ہوا تھا۔ زرائی والوں کا تمیں من کر اور بھی باقی من کر دھوکا ہو گی۔ کہنے کا۔ "میکف، اپنی بھنڈی تو پہنچنے آ رہا۔ میکف پہنچنے سے ما جا گیا ہوں۔" اس کے پیچے پیش کی سامنے سخنچاری اوری تھی۔

گھر زرائی والوں کا داشت کیا جائے۔ جیسے یہ میں ہو۔ اب آپ ایسی کہنے گے جیسے آپ کو اسکی تو سچا چاہیے تھا کہ حکومت کا اٹلی ہنسنے پڑھا۔ اسی تباہی کا تباہی ہے کہ اتنی جی بات کہدے گے۔ ہم میکری کی پاں ہوئے رہتے رہت کھنڈے اس میں میکری پر فہرخا رکھ کریا گیا ہے۔ اس لیے کہ کچھ سے سے لیبری ہو گئی تھی وہی کم کے برہاد ہوتے ہی خود تو فتح ہوئی گی۔ اسے دیکھ کر کوئی فہرخ کر سکتا۔

زرائی والوں کی کھنڈ کی کہہ رہا تھا۔ کھنڈ کو زرائی والوں اپنے ایکٹھہ میں دھوکا کی بھرتی کے لیے گردواروں کی بھرتی کے لیے گردواروں میں نہیں بھکتا پڑ رہے تھے۔ ہکا اپ تو وہ میکف کے بڑے بھائے کے سامنے بھی ہوتے تھے اسی ایسے لوگوں کا گھومنا ٹھرا جاؤ گرہوڑی کی خالی میں دھر دھر سے آئے تھے۔ کھنڈ کا لیبری آٹھسہرہ رہن پھیاس اپنے کو احمد باتا۔ وہ اس کے سامنے قرار دنا کر کھرے ہو جاتے۔ لیبری آٹھسہرہ ایک کام بھنول کر گوشت کے مطہر پہلوں کا امداد اور لامگا اس کو فتح کر دیجاؤ اس کی پیونڈی اٹلی چھانپ پر چاک سے سلپیٹان بنانا رہا۔ اس نیان کا مطلب یہ ہوتا کہ اسے میکری میں بھرتی کر لیا گیا۔ اسے چونچ آئنے والے ہمیز ہوڑی میں دیکھتے۔ بھرتی ہونے والوں کی تمسیح پر رٹک کرتے اور ان میں ملٹلہ حال اور حکیم ہوئے اپنے خلاقوں کو داہم پڑھ جاتے۔

رات تی کو اپس پلا آگیا۔

نزار وہ کے جائے کے بعد ملک ڈاڑھ کلرنے والے کچھ بولایا اور اسے صاف ان شفراں سے آگاہ کر دیا تھا کہ آنے والے نے اخبار کیا تھا۔ وہ چھر اسی کو پکارا۔ فرمیا ڈاڑھ کلرنے والے پر اسے ہوا کہ وہ بھال کی راہ پر عالیٰ کھنڈ وہاں جائے۔ وہاں اس کا ایک پیٹا اور بھائی پیٹے میں موجود تھا۔ ملک ڈاڑھ کلرنے والے کو پہلوں کی تجویزات قائم ہوتے ہی اسے اس بیان جائے گا۔ سماں ہی پھر اسیں ملک ڈاڑھ پر کرنے میں کوئی مشکل قبول نہ آئے گی۔ راندھر جنگ جو حکومت بھال کے اہم کر تھے ملک ڈاڑھ کر کے شا ساختے۔ ملکوں کے درمیان تھا اور بہت فوجوں تھے۔  
کیاں ہاتھ کھنڈ وہاں کی خدمت جانے پر رضاخند ہو گیا۔ تو یہ ہوا کہ جب تک بھال میں رہے گا اسے ایک ڈر اور وہ ملک کا ڈاڑھ کلرنی چاہب سے پہنچا رہے گا۔

دوسرے روز وہ اپنے کھنڈ کی کار میں وہی کر سٹیشن کی جانب روانہ ہو گی۔ ملک ڈاڑھ کلرنے کے سامنے کوئی معلم کردہ کہاں جا رہا ہے۔ جنپری میں کام کرنے والے صرف اس قدر جانتے ہیں کہ وہ کوئی کسی ضروری کام کے لئے میں لگانے جا رہا ہے۔ وہ چار میں خاموش ہجتا جنپری کو کھوئی کھوئی نظروں سے دیکھ رہا جس کی تحریر کے لیے اس نے فطرہ کی سازشیں کی جس عینی جو اس کے تھے اب وہ کھنڈ اس کی خود اس سے دو، جو تی چاری چھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہاں سے اوپل ہو گئی۔ وہ بھی کھنڈ کی لیلی آنکھیں اب بھی بھیکی معلوم ہو رہی تھیں۔

ذیم کے تھا جانے کے بعد کوئی اعلیٰ میں بھی اکٹھا تباہ آ گیا تھا۔ پھر ہوئی برس تریکے لئے تھی طاقت میں شب خون مارنے والے پنجم کی طرح بھلی چاہی تھیں۔ گھوں کی لہبہاتی ہوئی صلیں پانی کے تجزیے سے بہر گئی تھیں۔ بنتیاں فرق آپ ہو کر ان اونتی چاری تھیں۔ تباہ حال کسان گھروں کو چھوڑ چکری ہو گیا ہے تھے۔  
راہیں روپیہ بکھر کوں کے تاقی گزرتے رہے۔ سالاب زدگان کی فوری امدادر کے لیے ایک گزہ میں سرکار نے ریلیف کیپ قائم کر دیا۔ اس سلطنت میں حکومت کی جانب سے جو پنچ قوت چاری کا گیا اس میں کہاں کیا تھا کوئی دیجی تھی میں کیوں نہ داشت۔ پنچوں کی تحریک کاری کو قابل ہے جو اپنے سیاسی مقاصد کے تحت ملک میں پانے میں اور گزہ پر چاہتے ہیں۔ اسی اڑام کی پنچوں پر اسے کسان سمجھا کے فخر ہے جسما پر کار لئے دن کے ساتھ ساتھ تھی اسی درکار کیلئے اس نے کوئی اکٹھا کر لیا اور بیلوں میں ڈال دیا۔

کیاں ہاتھ وہاں چاہب کھنڈ وہیں اور بیل کھنڈ کیستھاں ڈاڑھ کلرنی کوٹھی سے رانی پارا کھنڈ کر دیا گیا ہے۔ وہ کنور پیغمبر امام علیؑ کی ماہیت حملی کے پھر وہی ملی اور پھوس کی تھی جو کھنڈوں میں ایک ٹکڑا اور باریک کھنڈی میں لیٹا ہوا آہستہ آہستہ کر رہا ہے۔ اس کا رام اونچی متھی بھی اسے کہا۔ کندھے پر سطیہ بیٹاں پہنچی ہوئی ہیں۔ اس کا مطبوب پھوس والاحسن چھل کر پہنچی کے پیٹ کی مانند رہی بیکی ہو گیا ہے۔

رات ڈھنی ہاری ہے۔ نیل کلخو کے زخم میں ہار بانیں اٹھی ہے۔ وہ بھائی سے اسے پر کروٹھیں پہل رہا ہے۔ اس پر شش کے درمیانے پر ہے جس سانس رک جاتی ہے۔ اسی روز ملک ڈاڑھ کلرنے والے مال کے اوزار میں اپنی کوٹھی کے دستیں ان پر شاخوار اور زندہ یا جس کا بانگا میں اس کے گھنک پارا رہا۔



میں نے کہا "میں تو صرف یہ بڑیں گا۔"  
 "چہ کوئی بات نہیں ہوئی کچھ اور چیز۔"  
 گھر میں نے اصرار کی تو اس نے ایک بڑا اور ایک دیکی لائت کا آرڈر دے دیا۔ لیکن جب یہ اور ہر کس سے ساتھ وہی کی لے کر آتا تو یہ بڑی نیت کو بدل لے گی۔ اس نے کہا "جو کتابوں کیں کہتا۔ وہ بڑی تو ایسا ہی ہے کہ قلم و چینے کے ہمایہ صرف راست پر رکھتا کریا جاتا۔  
 وہ گاس میں سواؤ ادائے ہوئے ہوا۔ "انٹسل انٹروکشن تو پھر ہوتا ہی رہے گا۔ لیکن میں اتنا تاثوں کیں کہ رات ہم دلاد ہے۔  
 حالانکہ میں بڑا جو دل واقع ہوا ہوں۔ غاس خود پر بھوقس سے بہت زدہ ہوں۔"  
 میں نے کہا۔ "جھنیں مالے میں بہوت نیک ہوں مجھے یہیں کہتے ہیں۔"  
 ہم دلوں خدا مار کر جو بچ پڑتے ہے۔  
 آخر سے اپنا گاس الخدا اور سے گیری اکڑوں سے دیکھتے ہوئے ڈرامائی انداز میں ہوا۔ "پانے کیا چیز ہوتی ہے یہ یا یا لمبی اتنی سکن میں ہے اس میں۔ زندگی کی کھلی ہیں جو میں نے اس میں ذرا بھی ہیں۔ قم خلا کرنے کے لیے اس سے زیادہ اور کم جہاں اپنی۔ کچھ صاحب کیا یا ہے آپ کہا۔"  
 میں نے جواب دیا۔ "بات تو یہی ہے۔" حالانکہ اکڑا بخوبی خلا کرنے کے لیے چھاہوں اور انہیں ایک گوناہے خودی کے لیے۔  
 اس نے کہہ دیا۔ "ماشی ماشی ہمارے ہوں نہ آئی۔ شراب تو میں اس نے چھاہوں کی کھنکی کی ذرا زاد ان ڈوان پر کرنے کو دل چاہتا ہے۔  
 دل اور نے گاس ہنڑوں کے قرب لے جا کر کہا۔ "اس رات کی یاد میں۔" اور ایک بڑا سامنہ بھر کر جو ڈیائٹ کے سے انداز میں آہستہ کرنے کیا گا۔ "ایں تو ہم آنکھوں کی ساتھ چھوڑ کر پیٹ رہیں گے۔ لیکن یہ رات زندگی میں یاد گارہ جائے گی۔ ایک پارچا مگر کار نے بھاٹاک دیا۔ دسرے کو بھاٹاک جانا کہا۔  
 پھر ہوا بھی ایسا ہی۔ گوارہ بیچ کے قرب ہب ہم دلوں دلیچ سے باہر لٹکا تو اسی بات کر پیچے تھے یہی ایک دسرے کو برسان سے جانتے ہوں۔  
 دسرے دو زد شام کو اس نے کافی ہاوس میں ملٹکا دھوہ کیا تھا۔ لیکن اور پیچے رات تک انداز کرنے کے بعد بھی وہاں اندر کرنا

## اجنبی

جب اور کوئی پر گرام کیجھ میں نہ آیا تو سوچا جو تصوری ہی یہ بڑی پی جائے۔ اس روشنداشتی کیجا یا پاٹا۔  
 جب تک بڑی راتی بڑی سہاپنی ہوئی تھی اور یہ ان سہاپنی توں میں سے ایک، اس قیمتی۔ ہوائیں کی کچھ کیمپ کی۔ تیکھاپن اور بڑی خودکاری تھی۔ ہر طرف اعلیٰ اعلیٰ چاندنی کیکھری ہوئی تھی۔ اور میں اس بکھری ہوئی چاندنی میں دلیچ بار میں دلیچ ہو گیا۔  
 باہر لان میں بھری بڑی تھی۔ لیکن آزادوں کے ساتھ جو قیمتی کو گرانے تھے۔ لیکن یہ ان رات میں خدا خوبیوں میں اولیٰ ہوئی معلوم اور ہی تھی۔ میں چپ چاپ ایک خالی بیوڑے تک بڑا پاہوڑا کری پڑھے گا۔ آئے تو وہی میں بیہاں آگے کیس اس احساس سے پکھر گراہت معلوم ہوئے تھی میں پاکھا ہوں اور یہ آدمی یہی شراب چھپا جائے اکل ایسا ہی معلوم ہوتا ہے میں کوئی آپ کے ساتھ کہا جو اکثر تکرر کرنے کی میٹن کر رہا ہے۔ ابھی میں سختکاری دپاٹا کار کر رہا ہوں ایک بیڑے کی نے بے بلکل سے کہا۔  
 "آپ یہ اسی طرف آپا ہے۔"

میں نے چوک کر کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ بھی ایکمی تھا۔ اس کے سامنے گاس رکھا ہوا تھا جس میں ایکی تھوڑی اسی معلوم موجود تھی۔ وہ بھری طرف نظر سے خالی بیوڑے پہنچا دی سے سکرا رہا تھا۔ میں نے پھٹکنے کی کوشش کی تھکریاں نہ سکا۔ پھٹکنے والی کاس نے اپنا گاس افایا اور اسے پاہوڑا کر کر جو کچھ کیمپ کی گردی کیا ہوا۔  
 "آپ تو خود کو اکٹھ کرتے گے۔ لیکن میں خود ہی بیہاں آگیا۔"  
 اس دھمکی سمجھ کر رکارہا۔ وہ بھری طرف ہمکر کرتا تھا۔ "وہاں ایک صاحب نے بیہاں میں کا دعہ کیا تھا مگر نہ معلوم وہ کیوں نہیں آئے۔ میں ان کے انکار میں بیہاں ایکجا بیٹھا ہو رہا ہوں۔ کچھ پیچے تو اسکے پیچے کر پیچا جدا آکر معلوم ہوتا ہے۔ سچا جا آپ سمجھ کر جائیں اور میں بھی۔ غوب گز رے کی جوں کوئی نہیں گے۔" وہ خدا مار کر پیچنے لگا۔ لیکن جو سے کوئی بھی دکھا کیا۔ وہ جس تھوڑی سے پہلے اپنا چارہ اپنیشیں اسی قدر اکٹھ کر رکھی کر رہا تھا۔  
 اس نے دلکش بیہاں اور بھگ سے پہنچنے لگا۔ "آپ کے لیے کیا کام گھواؤں؟"

تعلیم ہے جی تو یہ ہے کہ جو ٹو دو ٹوگی شب بیواری کا مرغی ہے۔ حالانکہ جب سے یہ ملازمت انتیار کی ہے مجھے اپنی اس عادت سے اکثر بڑی تردیدگی ادا نہ پاتی تھی۔ اس لئے کہ میں ان چیزوں کے ساتھ کامیابی کی پا ہوں اور بھی خود فخر ہو سے پہنچتا ہوں۔ اس تاخیر کے باعث کی وجہ اسکی ذائقی اور جسمانی کیسی بخوبی کا سر مرغی سے اس قدر باہر آگ کیا کہ اکثر کے پاس نہیں ہے ملائی کے طالع کرنے کے لئے چل جی کیا۔ اس نے پہلی بارچ سے ہمراہ مادر کی کارکردگی میں زبان پھلکا کر بھیج دی جس سے ملائی کرنے کے بعد بیبا کی میں ذاتی انتشار میں چلا ہوں۔ مگر وہ اکثر کے اس اکشاف پر مجھے دراگی جو جرت نہ ہوئی۔ اور ہر سو چاہیوں کوئی بات نہیں ہوئی۔ انتشار تجویزی سوسائٹی میں بے احتجاج جب مانع ہی میں پا آندی ہو تو اس میں لئے والوں کو سخون کہاں صیب ہو سکتا ہے۔ جو یہ بات کہ سمجھتا ہے۔ اس لئے کہ میں اپنا طالع کرنے کی تھا سوچی اپنی پریکش کرنے لیں۔

بیر اینڈ اینڈیا ہے کہ میں کسی بیواری میں چلا گئی ہوں۔ میں اپنے بیوالی میں واقع ہوں گا اور جو شخص جو اس مائن میں ہے اور جس کے ساتھ کوئی وہ ایسی پروگرام نہیں ہے وہ بدوہ اس کے مالم میں زندگی سے بھاگ کر گا۔ اس لئے میں زندگی میں کسی بھی ترجیب کا چاکل نہیں ہوں۔ یعنی تمیرے سر کے بال ہو یا نہ ہو۔ جس کے ہن لوگے اور نہ فکر کرے۔

بال پر بیان اور چاکر بیان آئیں ہوں لیکن جن لوگوں نے میرا کمرہ دیکھا ہے وہ ابھی طرح جانتے ہیں کہ میرا کمرہ بھکری ہوئی ایسا کے ادار میں اچھا تھا اس کا زمانہ معلوم ہوتا ہے۔ یعنی مجھے کہا جائیں کہ دیکھنے کی وسیعیت پسند ہو گی۔ میں ہاں اکثر جانا ہوں اور دن بھکر پر اپنی بیچوں کو دیکھتا ہوں۔ میں جو اکتوبر کا تو میں خواہ گلوہ جانا ہوں اور بلا ضرورت بہت سا سامان لگانکا کر کر بھکر دیتا ہوں۔ چنانچہ بادا جو کوئنہ کوئنہ بخوبی پڑتا ہے۔ میں اسی مجھے اپنے سمجھ کی سمتے قہار میں کھڑے ہوئے ہوئے دیکھا ہو گا۔ میں تو قہارہ رہم رہم کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور اس کو شش منیں ایک بار ترچھے پہنچاں بال ہوئی کیا۔ مگر قدرت دیتی ہاں چاکل کے باوجود اکٹھا سچا ہوں کر ٹھکے باقاعدگی اختیار کرتا ہے۔ اس لئے کتاب میں میں اپنے اکٹھوں اور اکٹھی کے لئے سچھیم ہدایت شرط ہے۔ حالانکہ راز کی بات یہ ہے کہ سچھیم اپنی ذائقی ہے جسے بگل جانے کوئی کوئی کوئی جانی چاہتے ہے۔

خلاف کے ساتھ اسی طرح میر اوقت گزرا رہا اور جب ہم نے ایک دوسرے کی ضرورت کو اپنے وجود میں پیدا کر لیا اور ایک دوسرے کی ایکتی محسوں کرنے لگا تو وہاں کا اپنے کیا نہیں کیا۔ میں پھر جانی ہی محسوں کرنے لگا۔ یہ جانی کا احساس اپنا ہی تھا جسے کسی پہنچا شکریت پہنچتا ہے۔ اسے ایک لانت کرنے لوثی پھردا دیا چاہی۔

آئ۔ میں کی جو زندگی کا حق ہاں جاتا رہا میں اس کا کوئی سراغ نہ تھا۔ اس کے نہ ملے پر مجھے کوئی کوافت نہیں ہوئی۔ بات ہی تھی کہ ان دونوں میں بالکل فربیب الوظی کی زندگی گزار رہا تھا۔ لیکن زندگی میں سیر ہی میں میتھے تقریباً تھا۔ میں بیان بالکل اپنے اور تھا اور جس طرح یا اگر ماگوا پہلے ملک تھا تو اسی طرح میں بھی تھا۔ فخر کے ماحول سے کہا جاتا ہوں اور ملکوں کے طبقے سے تو مجھے یوں ہیں بھل لیتی ہے۔ یہ بات ہر سری ہے کہ میں کی باری پر بیک سرکاری کمپنی سے قسم آنے لے جاتا ہوں اور بر بارہا۔ ایسی میں کامیابی کا حکم پکالا ہوں گیں جیکن اس میں سیر اکیا تھا۔ تو سب قسم کا حکم ہے اور قسم صرف بے سورہ ایسی سے چاہیں آسکی ہے اس لئے کہ تو میں کسی دوسرے کا ہما نجا ہوں نہ کسی بکری تھی۔ باہر سے سرکاری مہدیدیہ ادا کا ہوتے والا دادا ہوں اور نہ کسی بھر جنگ ہوتے کی تو غصہ ہوتی ہے۔ میر سے بے سورہ صرف اسی قدر ہی جس کے ساتھ سے لارکی کرتا ہوں اور ایک سوچی دوپے ماء ہمار پر بنی والی ہوئے جو سرکاری کمپنی سے سر کھا کر ہوں۔

ایک سرپرداز کرے۔ میں فخر سے بھر کر میں جو کہنا کوں سے سر کھا کر ہوں۔

”اہم سا ماحب آپ تھا کہنے کیا جا رہے ہیں؟ جیسے سچل اور جھٹے سے فکر آرہے ہیں۔“

”میں تو فخر سے آہا ہوں۔ مگر آپ آنکل کیا کہا جا رہا تھا۔ اپاک اس اسٹیل پر دل اوپر فکر آ گیا۔ دیکھتے ہی بے لفڑی سے بولا۔“

”اہم کام کو دلت ایجاد کیلیہ رہم میں رکنے والے اور شام ہی کیا خصائص ہیں؟“

”میں نے پوچھا۔ ”اچھا تو اپ کیا پڑ گرام ہے؟“

”میں تو اپ کیا سماں کھری جاؤں گا۔ نہیں دلوکر شام کو نکالوں گا۔ طبیعت بڑی مکدر ہر سری ہے۔“

”میں نے پوچھ کر کہا۔ ”اگر صرف اسی طبع سے آپ؟“ اسی پر بھر بھرے ہیں تو میرا اکھری بیان سے آپ بھر بھرے ہیں ہاں ہو چکے گا۔“

بلیکی ہڈ کے دھرم سے ہڑا ہیں دیا۔ مگر تھک کر کس سے پلٹس کیا۔ ہم ہڈوں ساتھ ساتھ بھر لے اور لکھا کیا۔ اس پلٹے کے کوئی دل گھٹکے، میں پیٹھے ہاتھ کرتے رہے۔ کافی پیچے رہے۔ مگر لاہور کے پاس کسی کا کان کا ایک پیڑا آگئا۔ وہ مجھے بڑک پر آیا تو میں نے دیکھا وہ کان کے پیڑا اس کے ساتھ چلا گا۔ میں کچھ رونگوچ کاٹ کاٹنے پر اس میں اور بیٹھا رہا۔ لیکن بڑک سیکی کی جھکی کا کار

اس رونگے کے بعد بھی دو اکٹھ رہا۔ میں نے اس کے ساتھ کاٹنے پر اس میں شامیں گزاریں۔ دیروں باریں دیکھی کی جھکی کا قیچی کاٹے اور بھی بھی رات گئے سچھ سمنان ملکوں پر گھل آوارہ گردی کرتے رہے۔ اور جہاں تک رہا تو اس کی آوارہ گردی کا

چھے ہی بیٹھے تھوڑی تھی۔ ابھی تک پکھردا پڑے موجود تھے۔ میں نے انہی کوٹ کی جگہ سے دل پانکالے اور چینے لگا۔ ”کتنے دل پہنچائے ہیں؟“

”تین روپے اہول تو دے دو۔ ابھی تو اپنی سے کام چکل جائے گا۔ پرسوں نئی تو اپنی روپے لےئے تھے آٹ کہوں گا تو ہو رکھیں گے۔“

میں نے اس روپے کاںل کر اسے دے دی۔ دل پاروں تک جیسا ہاٹیں کر کارہا پاہر اکھ کر چاہا۔ اس رات کے بعد وہ بھر کر خرستے کے لیے اپنا ہو گیا۔

اپاک ایک شام کو وہ بھرے بھر میں پکھرا جاؤسا۔ آئے ہی انہی کوٹ تاکر پکھ کر بھیک دیا اور سیدھا حاضر خانے میں جس کی پار۔ جب پناہ دوکر باہر لٹا تو جو سے چھپے تھا۔ کوئی اپنا سوت ہو تو کاٹو۔ کر جائے کاوت نہیں۔ ذرا بندی میں اہول۔ اور بھر جواب کا انکار کے بغیر اپنا سوت پکھر کر سے اہا کر پہنچنے کا۔ میں نے پس کری چھا۔

”پیٹ کا کہاں جانے کی تیاریاں ہیں؟“

”مکر کر لے۔ آئنے عارف کے ہاں بنا دیں اپنی تارا کا گمراہ ہے۔ بہت مددی و گرام ہے۔ تم بھی چلو۔“

گرہیں نے چاند ماحاب نہ کچل۔ اس نے سوت پہنچا۔ آئیں میں انہیں انہیں دیکھا اور کر کے سے باہر جاؤ گیا۔ اس دن کے بعد وہ بھر کمکت کے لیے درپہنچ ہو گیا۔

لیکن جس طرح اپاک اس کا اپا، اتنا اسی طرح ایک روز بھر ل گیا۔ میں نے اس کا بڑی بڑی توہن ستر کر کر دیا۔ میں نے خور کیا کر کیجی ہو تو خود توہن سکراہی کرتا ہے۔ میں بھی کہتا کہ وہ بھری کی بادت پر سکراہی ہے اور جب میں نے اس کا سبب جانے کی بوٹھل کی تو اس کی سکراہت اور بھی پر اسرا ہو گی۔ اس سکراہت کے ساتھ ساتھ مجھے خود اس کی غصتی ہی ایک مسری مطمئن ہوئے تھی۔

ان ہوں اس کی بھیجنی بالکل غافل رہا کرتی تھیں۔ سینیکی اخربی ہماری تھیں ہونے کی وجہ سے میں بھی قلاش تھا۔ سکریت کے لیے تو اس نے اپنی دکانوں پر اور حاضر کا تقدیر صرف بھی اپنی بھکر میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ کٹلی کر آتا تھا اور یہ بات بھری کجھ میں نہیں آتی۔ اس نے کچھے کچھے کی جگہ مطمئن تھا کہ کسی بھی باری میں قرش اور حادثیں ہوتا۔

ایک دن جب وہ خوب پڑا تو اخواز اس کے قدم نئے سے لاکھوار ہے تھے میں نے اس سے یہ پوچھیا۔ ”مطمئن ہوئے تھے۔“

پانگی ہوں کی بات ہے۔ اس روز بھی رات کو میں مصب ممول در سے سوچتا تھا۔ اپاک بھری آنکھ کھل گئی۔ کر کے میں کسی کے خلاف کی آواز ابھری تھی۔ بھر میں بھی آرہا تھا کہ یون انہیکا ہے۔ اس لئے کہیر سے ساتھ اور کوئی بھی نہیں رہتا۔ میں غوفروہ کو کوڑا اور اندر ہمیرے میں ظاہریں لیا رہا۔ پھر میں نے کسی اونی آہن میں آہن سے کہا۔

”کون ہے؟“

”کون ہے؟“ بولے کہوں نہیں؟“

انہیں کر کے میں ٹھہڑا اور کی آواز تائی رہی۔ وہ خدا ہونے کے ساتھ اسے کہہ رہا تھا۔

”انکاچ کیوں ہے؟“ ہو گا کون نہیں ہوں۔“

میں نے کلی کا سارگہ دیا تھے اور یہ پوچھا۔ ”تم بھاں؟“ کوہر سے گئے؟“

میں نے روشنی میں دیکھا اور ایک کری پر سکھا ادا جیتا تھا۔ انکھیں بھی ہوئے کہے گا۔ ”آئے کوہر سے جاتا ساتھ دے دے رہا ہے آیا ہوں۔“

”خواہ تو اونچی خراب کر دیو۔“

میں نے پس کر کیا۔ ”جھنگ کا مطمئن تھا جو ہوتے ہے جاگایا جاتا۔“ اس کری پر جھیں بند کیے گئی۔“

”چار بیچے رات کے بعد مجھے ہر جگہ خدا جاتی ہے۔“

”اس وقت آکھاں سے ہے ہوئے ہوئے ہوئے کہاں رہے کہاں؟“

اس لئے بھر اسی سے کہا۔ ”اے بھی کچھوپ جو ہوئیں۔“ مسالا چڑا آٹن کلی دلی سے آیا ہوا ہے۔ کسی وقت بھر اسی نہیں

چھوڑتا۔ کھر سے آکر جاتا ہے۔ ابھریں ہوں میں غیر اہم ہے۔ رات بھر اس کے کر کے میں پر کرہتا ہے اور پہنچنے والے کا

غلبی چلا ہے۔ اس وقت بھی دلی سے آیا ہوں۔“ وہ لوگ تو سالے انہیں بند چنے ہوئے ہیں۔ سکریت نے مطمئن ہوئی تھی۔

”میں توہنی جان چڑا کر بھاگا۔“

”توہ سجاو۔“ بھی چنے لیں کر چلے جانا۔“

”ہم کریا اے اب کون ہی بھی جو کی جو چوتھی رہے ہیں۔“ اچھا یہ تھا توہنے پاں کو کھو دیے ہوں گے۔ میں توہ سکھو ہاں ہار آیا۔“

لیکن مجھے چیز نہ آی۔ میں دیر تک اسی پر لینا ہوا سوچتا رہا کہ مجھے اگر مدد ادا کرنے کا کوئی ہوگا۔ مگر لا اور جڑے سے پڑا اس رہا۔ پھر وہی ہوا جو اس کا خیال تھا۔ تائے گئے والا میرے خضر کے چانے کے وقت تھا جو آئا تھا۔ لا اور اسی طرح پھر پڑا اس تار پا۔ پوتھی خوبی کوئی نہیں تھا۔ اس کا بت دیجی۔ اتنی پر بیٹھا تھی۔ کمری دروان اور جیسی ایک پر بیٹھا تھا میں جھلا کر گیا۔ ہوا جو اس کی میں جس مکان میں رہتا تھا وہ جو احمد کا تھا۔ وہ میرے خرض میں کاٹ دیکھتے تھے۔ کسی زمانے میں یہے بھائی کے کام فیکٹری کو رہ پھیتھے۔ اس قلنچ سے بھری اس سے ابھی غاصی ہاں بیچاں تھی۔ کچھ اسی اتفاق ہوا کہ یہیں قیصر دروان اپنی دلوں وجہہ احمد کو دیکھنے کی پہلی لے کر اپنے والد کے پاس ہو رہی جا رہے تھے۔ چنانچہ گھر رہنے کے لئے آسانی سے جگائی۔ گھر اپنے خدا آتا تھا کہ وہ اپنے بیان پیش کے ساتھ وہ اپنے آرہے تھا۔ یہ مکان اتنا تباہی کی تھا کہ میرے بیٹے کے کوئی کام اپنی لفکت میں جھوڑا جھے کہیں نہ کس جلدی اپنی رہائش کے لئے کوئی انتظام کر لیتا ضروری ہو گیا۔ ہوشیں کر کر راہ پر لپھی مقدورت بھیں تھیں تھیں اور جسے شرور میں مکان کا مانا جمال ہے۔ آخر میں نے لا اور سے اپنی اس پر بیٹھا کی اعتماد کیا۔ وہ حسبِ معمول بے نیازی ہے۔

”اس میں پر بیٹھاں ہوئے کیا ہاتھ ہے۔ تم اپنا سامان اپنی کریمے گھر آ جاؤ۔ رہنے کا بندہ ہے ہو جائے گا۔“  
اندھا کا کیا ہے؟ دو آنکھیں۔ میں نے اسی وزارہ میان اخیلی اور اس کے گرفتاری ہو گیا۔ یہ کہا وہ کروں اور ٹھیک نہیں کیا۔  
گھوس اور سر دریاں والی تھیں طرزی ہو گئی تھی۔ نیچے جو کمرہ رہائش کے لئے ماتحت وہ فوجی اسی سے تھمل تھا۔ اس کے آگے وہی احاطہ تھا جس کی چار دفعے اربی توڑ پھوٹ کر قوم ہو ہو گئی تھی۔ احاطہ اب اپنا میدان ہون چکا تھا۔ جس میں سخن اور برگد کے چند گھنے درخت تھے۔

میرے کمرے سے ماہوا ایک ہاں نما کشیدہ کر رہا تھا جو مرا انشست گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اس کمرے کے کردار اس کے  
پر لکھے ہادی پر دے چاہے تھے؟ کار رنگ ایچ کا تھا۔ ایک بیسیدہ مسونیت تھا۔ لکڑی کا تھت تھا جس پر نالی پہنچا اور وہ کاؤ  
نچی ہی تھے۔ راج دوالہ کا رنگ بھرپور ہاں ہو گیا کہاب پانچ دن پہنچا اس کا تھا اور کھاکی نظر اس کا تھا۔ راج دوالہ پر قروان و حلی کی ہنگوں کی  
تصاویر کے ساتھ ایسے طفرے بھی آؤں اس تھے جو ان ہنگالی کے ملی موئے کے پہنچتے تھے۔ یہ کمرہ ٹھام کو ہام طرد پر لا اور کے  
والہ مز اس صدر لیل کا تصرف میں رہتا تھا۔ پیاس اور دوست احباب کے ساتھ ٹھال آتی کرتے تھیں کا سلسلہ بھی کی رات تک  
نکھن چاہی رہتا۔

لے باریں بھی قرض اور حارہ کا سلسلہ ترویج کر رہا ہے۔ یعنی یہاں کیسے؟“  
وہ ذرا رامی اخواز میں قہقہہ کر کر برا۔ ”البیح قرض اور حارہ کے کہنے والے کام چلتا ہے اسے قہرِ شراب ہے۔ اپنا آغا نوں پر  
کہنی کریں۔ پہلے ہاتھ پر اپنے بیکن نہ توکو ایکی بیر سے ساچھی میں کر کر کوئی پوچھ لے کر بول کر کہے گے کہ میں سے مانی پڑے اقتد۔“  
میں تجھے پیش شدہ رہے کیا مگر، کہا جائے۔“ آؤ جلانہ تھی کیمی کیمی کیا کیا کوئی کوئے کس کوئی سے مانی پڑے اقتد۔“  
گھر میں آمدہ تھا۔ اس پیلے کوہ تو خوب چڑھائے ہوئے تھا اور میں لے کافی بھیں بھیں تھیں۔ ان بھوں بھبھیں میں اسے بھی  
پہنچ دیتے۔ لیکن اس مظہری کے باہر جو اس نے اپکنے تھا اور کا اور اس میں حوار ہو گیا۔ یہ سماں بھالا۔ ہم دلوں وہ ان بھوکوں پر  
تائے گئے میں پیٹھے پوچھے گھوڑے ہے۔ آؤ مگر اسکی پہنچ۔ ہم دلوں ہاں گے سے پیٹھے اگے۔ میں تو کسی پا اور اکنے کے دیال سے  
ٹھٹ گھر بیا۔ وہ اتفاق۔ مگر اس نے الہیان سے سکریٹ ہاں کر ساکھی۔ تائے گے والی ہاں کا اعتماد دیکھا۔ مگر کرچ پھا۔  
”لیا ہام ہے تھا را؟“

”ساب تھے مہداش کہتے تھے۔“  
”وہ کوئی بھی مدد ادا سے افت تھا۔ ہم اپنی صحتیں بالکل غالی کر کر پکھے تھے۔ اب رات بہت ہو گئی ہے۔ مگر پر کسی کو جکایا تھا  
لکھا۔ قلم سوئے کے کپڑا کا کرپا لے جائے۔“ کپڑا کا کرپا لے جائے۔  
مدد ادا کو کہنے بھی شپا چاہکا کس نے جھٹ ایک سکریٹ ہاں کر اسے دی اور اس اپنے تھلکی سے بولا۔ ”کویا زخم سکر سندھ تھے  
اور سامنے اس لے اسے کوئی بھائی اونچا کیا تھا۔“ کیا اس اور اسے لے لیا اور اس کو کہنے دیجیے کے پاس  
تائے گئے کامبر کی پہنچ پہنچ پل جاتا۔ ”اس نے تقدر سے ہاں کیا نہیں چھا۔“ اور ہاں تھارے تائے گئے کامبر کیا ہے؟“ اور جھک کر رکھتے تائے گئے کامبر کی کے  
لکھ۔  
مدد ادا نے مٹل و جھٹ نہیں کی۔ سکریٹ سائیکل اور اس کا ہاتھ تائے گئے میں جا کر دیکھ کیا۔ ہم دلوں مگر کے اندر گئے۔ جب  
کہ لکھتے تھہر کر کے الہیان سے بھیا تو میں نے لا اور سے اپنی بھائی پر بیٹھا تھا۔

”تم نے تجھے ۲ تک دے کر کوئا تو لیا مگر سوئے ہی سوئے کے کام کا کام ہو کیا کیسے؟“  
”وہ بے پیازی سے بولا۔“ پیاس کی بھی بھکی جائے گی۔ اس وقت کوئی پیار میں منیر خراب کر رہے ہو؟ اور بھی وہ جمع آئے کا  
یہ اکٹھی تھی دیکھ لے یا۔“

اُس کے بعد میں دل اور ان زندگی والوں میں سے تھا جنہیں بڑے بڑے میں مانگتے تھے اُنہیں کہتے تھے۔ خود اس کے باپ کا بھی بیکی بیوال تھا۔ اُنکو بھروسے کہا کرتے۔

"بیری آئکسنس بند ہو چکے۔ وہ صاحبزادے کو آئے دل کا بھاؤ مطمئن ہوا۔ بھائی اپنا کامہے اپنی تو چیزے گئے کہ یہ اُنکی تجویزی زندگی بجروہی کی ہے، وہ بھائی اُنکی تجویزی جائے گی۔ مگر ان کا کیا خرچ ہو گی؟ یہی اُنکو فتنہ بھی کھاتے جاتی ہے۔"

ای کو فتنہ میں دھکتے ہار ہے تھے اور ادا بہر اور زندگی کو کمر سے من شوکر لکھا۔ اور اس کے پھل پر اُن کا ہستے ہر بے کر کرے کا دروازہ مکھلتا تھا۔ جب میں دروازہ کھولتا تو دبے پاؤں صوفے پر جا کر لکھا۔ اس اور اس کے بھائیوں کا دروازہ اس کے باپ کے کھاتے اور کھلانے کی آواز رک رک کر بھرتی۔ اُبھت سے ان کی آنکھوں جاتی تھی۔ دل اور ان کی نعلیٰ کے درسے اکثر صوفے پر سوچاتا۔ ان دفعوں میں چوتھے آنے کی وجہ سے میں نے ایک بھائی کی بھائی اور ہر وقت کر کرے میں پڑا رہتا تھا۔ اس زمانے میں ٹھیک بھی مطمئن ہوا کیا کہ دل اور اکھاں خاروں کا اس قدر مفتر پوش ہو گیا ہے کہ انہوں نے گھری آر کھانا کرنا شروع کر دیا۔ میں نے خوبی اکٹھا کر کھانا کرنے کی ایسے راستے تھے بھروسے گرتے ہوئے دو کھانا تھا اور کی کمی تو اپنا ہذا کر تجویز سے سطح کے لیے خوبی اور اس پاکھا پانچا۔ میں نے اُنکی پاپ چھاؤ دہنس کر بے بیانی سے کہدا۔

"اُن کل پیدا ہوتے آنکھ اُنکے پاس ہوتے ہے۔"

ادب بھرپور "آؤت آف بولن" راستہ کھولنے کے لیے اکٹھے تھے پکانا چاہتا۔ مگر اس کے اذ من کوئی احمد لی پوچھا ہوئی۔ اس کی ان حرتوں کا اب میں کسی حد تک عادی ہو چکا تھا۔ لیکن ایک روز ایسا ہوا کہ کسی نے آؤت کرے کرے کا دروازہ مکھلا دیا۔ میں اس وقت موجود تھا۔ دروازہ کھول کر جھکا۔ پھر سے جم کا ایک خاص اپدھورت اور جان سائنس کھرا تھا۔ اس کا رنگ روپ بھی گہر اس اور اخلاق میں اسے اندھرا دیا۔

اس لے دریافت کیا۔ "دل اور بیال تھا اس وقت گرمیں موجود ہیں؟"

"وہ بھائی سے تاب تھا پہنچا جو میں سے کہدا ہے" وہ کوئی بار گئے۔

اس نے کھڑی کھڈ کیا جبکہ الماری کے پاس پہنچا اور اس سوت کو اخانے لگا تھے کل رات دل اور کر کرے میں پھر گیا تھا۔

میں نے لمحہ تھا دل اور کھنڈ کیا۔ "یا آپ سوت کیاں لے چاہے ہیں؟"

"وہ بیری طرف تھا جو یہیں بیٹھ رہا۔" یہ سوت بیری اپنے اس لیے اسے لے چاہا ہوں۔ آپ دل اور کو بتا جائیں گا۔"

اس کشادہ کر کرے کی وجہ سے گئی اگر بیال کی گیرا را دانہ آن بن چکی تھی۔ بات بھی کچھ لکھی تھی۔ دل اور کے والد خان اپنی رہنمی تھے۔ ان کو تو کسی دل کا ہاؤں میں طے تھے جب پلے رہا۔ انہیں پل برخورد رہا جو ہون کے قیچے میں پلے گئے۔ اس زین داری میں صرف ایک بیٹی رہ گئی تھی جس سے ششم پہنچ کر سر ہو رہی تھی۔ وہ بڑے بھائی ہو چکے تھے۔ جوانی کے تھے اور تمہارے بھائی تھے۔ بھائی کی جو بیال پر بیل پر چکے تھے۔ الجد اور لالا قیچی اُنکیں بھائی تھے اور اس کا دل اور بیال تھا۔ وہ دل بھر جانی کے اندھا پنچ کرے میں پلے ہو چکے تھے۔ گزر لارے رچے اور اشست کا دل میں آکر جو بھائی تھے اپنے ایک پرانے دوست کی کوئی پر پلے چکے تھے۔ اگر کوئی زیادہ قابلہ پر نہ تھی۔ وہ حق صاحب کے ساتھ پوچھ کر ٹھہر چکی تھی۔ میں ایک ایسا حق تھا تھے وہ ختم کر کرے تھے۔ اسی کی کھاری لٹکھے ہوئے بھرے کرے میں بھی آ جاتے۔ پیمانہ بھری اور اکانہ بھانہ تھا اس روز دفتر میں بھی ہوتی۔ ان کی باتیں بھائیوں کا اگر کے بارے میں ہوتی تھیں۔ جس کے باوجود ہو چکے تھے اس کا اکنہ بھت مال تھا۔ لیکن اس سے بھی زیادہ دل اور کی بیانی پر کھلتے تھے۔ انہوں نے دل اور کوئی اٹھیں دلانے کی بھر طرح کی بھوکش کی جگہ پڑھائیں۔ دل اور کے بارے میں باقی کرنے کرتے اکٹھاں بھائی تھے جو اس کے احتال کو کرنی پڑتے ہیں۔ وہ آمد بھر کر بھیجے ہوئے بھی میں کہتے۔

"اٹھ لکھرے نہ کوئی بھائی اسی طاعت گزار فیض نہیں جاتے تھی۔ فرشتہ کی بھائی اسی لکھنے کا تھا کہ اس کے بارے میں بھائی کا۔" اس لیے تو میں بھی درگزور سے کام لیا ہوں۔"

گھر کی کچھ بھال اور کام کرنے کے لیے ایک بیڑی خدا تھی۔ اس کے ملاؤ جانہ درج تھی جو دل اور سے کوئی سال بھر جو ہوئی ہوگی۔ کسی کا بھائی پڑھتی تھی۔ میرا بیال تھا کہ وہ پردہ کوئی بھر کر ایک روز بہنا تھے کہ سامان لے کر بھرے کرے کرے میں آنکھ تو میں جوست زدہ رہ گیا۔ اس ان بیڑی خدا تھا۔ اس کے ملاؤ جانہ مکرمیں اور کوئی ملازمتی نہ تھا۔ ہمارہ کچھ ورزدی بھائی تھا۔ وہ پکھ بیال تھی تھی۔ اپنے سن کے اعتبار سے اب تک میں صرف اس کی شہادی ہو جاتا تھا جیسے تھی بلکہ اسے اپنے بھائی میں پاہیں تھے کی مال ہوئیں۔ پاہیں تھے۔ دیکھنے میں وہ ایک ایک اور جو تھی میں کچھ بھر دی جائے اور میرے سامنے بیٹھی ہوئی تھی اسی سے چاہے بھائی تھی۔ میں غور کرنے کا کر اس کے بیار جیسے پر ایک ایک اور جو تھی میں کچھ بھر دی جائے اور میرا بھائی کے ساتھ سماں استے دیکھ پانچاڑیوں کرے۔

کر قفسہ پڑھ کر مجھے لگلی کرنا چلتی ہے اور اسی قاتوں سے البتہ پڑھتے ہیں میں کوئی قفسہ نہیں اتنا۔ ایک تحریرات ہوتی ہے جن کے لیے پہلی ذیلوں کی مٹین ہاتھی ہے۔ پہنچنے والوں کی غلام و بیدار کے لیے چالائی جاتی ہے اور ہم انسان سرف ایسی قفسہ کچھے ہیں جس کے لیے پہلی ذیلوں کی لگاؤں پر پیشہ ہوتے ہیں۔

”کیا چاہتا ہے مژدور رکن؟“

”روپی کپڑا اور رکن؟“

لیکن جس نظام میں مجھے قفسہ پڑھ کر لگلی کرنا چلتی ہے وہ تمام انسان کا قفسہ بھلاک س طرح کوہ سکا ہے۔ اسے کھکھاتے کا دار و حار و دوت اور حملات پر ہے۔ اور اس وقت ہر یہ کھٹیں بھی آیا کہ زادہ ہر بے پل جانے کی خبر سے اداں ہو گئی ہے۔ میں نے ہاتھ بڑھایا اور بے پوار سے اس کے بالوں کا بیٹیں لگاؤں پر بکھر دیا۔ پھر میں نے چاہا کہ اس کا شاراجم کر کوں۔ ”خداوند میں کہن لیں گا جاہاں گا۔“

گردنہ ایک ہموہ لگی۔ ”بچتے گھنے یہ بدجیزی بھی نہیں آتی۔“

مجھے دیکھا گی جو جرت نہیں ہوئی۔ میں جانتا تھا کہ وہ بھی کہے گی۔ میں نے دھنے ہوئے صوفے پر الہیان سے پہنچتے ہوئے کہا۔ ”تمہارا نام کیسی سمجھیو پڑھی کیا ہے؟“ اس کی بات ہر بھی کھٹکیں آئی۔ اب بھی دیکھو کر عالم بھر کی کہا جاتا ہے کہ باہم ہم سے کہا جاتا ہے جیسی ہے کہن ما ان سوسائیتی میں لوگ کہا تھا کہ اس وقت باہمیں کام کا کام کرتے ہیں۔“

وہ اس طرح فلکی سے ہوئی۔ ”خدا آپ ہی کویا ان سوسائیتی مہارک کرے۔ ایک ہر کھنڈیں ہیں کیا کچھ۔ بلکہ گر کی لگاؤں کے لیے ان کی حرمت ہی سب پکوئے ہے۔“ اب اسی صست کے لیے جان گئی تھی۔ آخراً پڑھنے کے کہا کیا ہے؟“

جوت ہی ہی کی ایسی ملامہ اشد الجیزی کے ہاںوں کی بیروتی ہی تھی۔ تی میں آیا کہ اس سے کہہ دیں کہ درود و تمہاری صست کے لیے تم جان دے سکتی ہوں کا نیام رات ہر کے لیے ایک ہو، رہ پہنچ ہاتھ ہے اور اسی پھر سکرداں اگلی اولاد کے دھرے سے رونگی ہر کے لیے۔ اس کا چاہے سامنے سے کہا جاوے گما کر۔ بات ایک ہی تھی۔ بھکرے سو میں بھی کہا ہوا ہے۔ اس سماں میں ہر چیز کا مول تول ہتا ہے۔ بھی کو کچھ لو۔ میں ایک سویں رہ پہنچ میں بھر بھک لی جیلوں کی آفس میں چک رہتا ہوں۔ ابی انتہت پڑھاں اپنی خودی پڑھاں اپنی صفاتیت اور اپنی ذات پڑھاں۔ لیکن ایک طوائف سرف رات ہر کے لیے اپنا جنم ڈکھانے کے لیے زیادہ معاشرہ پاہتی ہے۔ بگری سب کوئی میں اس سے نہ کہہ سکا۔ اس لیے کہ جو لاکی اپنے

”ان کی پیغمبر مددوگی میں آپ کو اسے لے جانے کی اجازت نہیں دیں گا۔“  
وہ بگر کر بولا۔ ”وہ کسی بخی ہی نہیں تھی یہاں آپ کا ہوں۔ گردنے سے ملا جاتے ہی نہیں ہوتی۔ ایک روز کے لیے ہاتھ تھا اور آن کی کمی میں ہو چکے ہیں۔ میں نے اس لیے تو ہمیں سلطاناً تھا کہ وہ اسے ہیں کہیں اس سے اگر میں احتقان کی طرح ان کے گھر پہنچ کر لے دیں۔“

میں نے اپنی پیغمبری کا اعلیارکیا جب کہن ہا کر دوپڑا یا۔ درود وہ کسی طور پر نہ تھا۔ مجھے دا اور کسی اس حرکت پر بڑا تھا۔ آؤ۔ جب دوسرا میں گھر ہا تو میں نے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کا دکڑا کیا۔ گروہ ملکانہ دیکھا۔ ڈھنڈی سے پس کر گو یا ہوا۔

”ایسا احمد گھنی کیا بات تھی کرتے ہو۔ اس کی قابل بھنگی ہے بالکل کان جیسا تھا۔“ اس طبقہ میں کہیں آتے ہوں تو اس سوچ میں پہنچا ہوں۔ کیونکہ تم قمی انساف سے کہہ دیو۔ گمراہ افسوس کے ایک سوت ہیں گھنی روشن میں دلداروں کا کیا ہو کر دے کر کوئی دلدار ملک خان ملا تھا۔“ اس نے جب سے سکریت کا لان گلا اور اسی سامنے بڑھا کر بیان کیا۔ ”اوپر ایک ایجمنٹ پر ہمالی اپنے تھہ بھٹکا دیا۔“

وہ پلکری سے بستا ہوا کرے سے چاہا کیا۔ اس ڈھنڈنی پر میں بھجنگا گیا۔ میں نے نہیں سے سکریت میں پہنچ کی اور اسے بڑے سے بڑے ہمالی پر ہمالی کر کرے میں آتی۔

پہنچنے لگی۔ ”یاپ کس حق کو اس طرح بھجنگا کر گزارے ہیں؟“  
میں نے ٹھنڈے ٹھنڈے کہا۔ ”کوئی نہیں میں یہاں سے جلدی کہن اور جہاں نہ لالا ہوں۔“

”خیر تھے یا پا کو پہنچنے کا ہوا کیا؟“  
”بادت یو ہے کہ دا اور کی ایک اس بھگے سے بڑا شت نہیں ہوتی۔ میں نے ٹکرایا ہے جس قدر جلد ہو سکے یہاں سے چلا گی جاؤ۔“

بیرونی بات سن کر وہ خاموش ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ اس کا چیز وہ یہ کہ طبعِ مسلک اور حلقہ اور سانظر آئے تھا۔ وہ مسکراہت بولو ہر کے لیے اس کے چورے پر اونچا ہوئی تھی۔ دی جانے کیا اس اوب گئی۔ اس وہ نہیں اس پر کوئی ترس نہیں آیا۔ بلکہ میں اپنے اسکے دھماکہ، جو گل اور دھماکہ، اپنے بھر بھکر گل کے طور پر جو اس تھا۔ بوجہ پاکی سلیمان ہے دب کر بیٹھ دیسری گھر سے رہا تھا۔ ایک بات میں انکو سچا کرتا ہوں۔ اس لیے کہ بدعتی سے میں لفٹنے کا طالب علم رہا ہوں۔ یہ بات دلسری ہے

بات آئی گی ہوگی۔ مگر پہلو سے بعد میں نے فوراً کہ جب اُنکر کریں آتا تو ارادہ کے تھیں ان اور سو دریں میں کوئی  
ہوئے سنائی دیجئے۔ انہی طوفیں بیرا اسٹر کاؤنٹ کمیٹی میں ہو گیا۔ اب مجھے تھکیاروں کے طوف کو پاس کرنا پڑتا۔ لہذا رفت  
میں اچھی خاصی رقم چلتی۔ اسی زمانے میں ایک روز جسمانے پر اس طرف ڈالو ڈالی کے لیکے تھکیار نے مجھے دیکھا۔ میں اس کے  
ساتھ ہمیٹیاں اسکی کی چلکی لکھ رہا تھا۔ اسی اٹھائیں والوں میں ایک دیباں آگئی۔ یہی جانب کوئی توجہ نہیں دیتے تھے بلکہ تھکیار بڑی بے شکنی سے  
چاہا۔

”کیجے احمد صاحب آن کمی درجہ بنائی کا ارادہ ہے۔ اس روز آپ میڈان پر ہو کر بھاگ لٹک گئے۔ کیجے آن بھی کہہتے  
ہے؟“

”اُن کوئی بھی تمہارا گئے تھوڑا بھی گئے۔“

اس نے نئے نئے چھوٹ کردا درکی طرف رکھا۔ ”لولا کیا کہتے ہو؟“

دلاور کھلانا ہو کر بینٹا گا۔ ”مگر آج تو اپنے بھگوان پکوڑے ہوئے چاہے۔“ تھکیار نے مد پکاؤ کر کہا۔ ”یا تمہارے  
بھگوان کیسی راستی پر چلتے ہیں۔ ہم لے تو یہ بھاری بھیتی خالی ہی بھیتی ہی۔“

دلاور اس کی بات ہاتھ لیا۔ ”ارے بھی وہ بھگوان پکوڑا نہ آئی ہے۔“ تھکیار ہمہ اپ اس نے اخوت کمپنی والے شیرکو  
چھوڑ دیا ہے۔ مگر بھی کیا سدا یہاں بودھت ہے۔ سال اس سے سے آتی ہے کہ کیئے تھے اس میں جالی ہاتھی ہیں۔“  
پہلی ڈالو ڈالی کا تھکیار سکرا کر کہنے لگا۔ ”پہلی بھی اچھا ہوا اس کی بودھت ہم کوئی پیچے کوں جایا کرے گی۔ تم تو اس کے  
پیاس بھٹک کر کر رہے ہو۔“

لیکن دلاور نے اس کی بات کا ذرا بہتر نہ کیا۔ ”کیسی خواہاگا اور ہدایام کرتے ہو۔“

دلفون ہاتھ کرتے رہے اور میں برائے خور کر جا رہا کہ دلاور کی اٹھائی بارہ گا اس کی طرف پہنچائیں۔ اُنی ہی پڑی ہیں۔ مگر اب  
تھکیار نے اس کے پیاس پر کھلکھل کر قماٹیں دیا تھا۔ اُن قماٹیں نہ دیکھا گیا۔ میں نے دلکش کرنا کرنا کے لیے بھی ایک پیچے اسکا  
دیکھی کا مکمل ایجاد ہے۔ یہی اس لگت پر تھکیار قماٹیں پا۔ مگر جب دلاور نہ کھلکھل کر اس کی اور میں پر چلا گی تو وہ مجھ سے کہنے لگا۔

”کیجے احمد صاحب ان منت خودوں کو جانتے ہیں؟ ان سماں کا کام کی کہ کر شام ہوتے ہیں مذہب اور شرع کو دیکھتے  
ہیں۔ اگر کوئی نہیں ہوا تو کمپنی کے لیے بھی کھمار بخالا۔“ مگر اب تو یہ مصحت نہ گئے ہیں۔ اب اس دلاور کی کوئی کیسا اُنھیں ہے؟

اپ کی جا گیری طرح خوبی کی کی جائیداد پہنچ کے لیے تی ہواں کی بھکھیں بیری بات آئی کیسے عکی تھی۔ میں نے تھکر کر اس  
سے صرف اس قدر کہہ دیا۔

”علم بہت اپنے تعلیم اور روز کی لفظیں بہت بھکھی ہیں۔“

اس خوبی کو دلسا طرح جیزی سے بولی۔ ”تی ہواں بھکھی تو جیسے کہاں کہتے ہیں۔“

ہاتھ اسکی جمع تو جیزی۔ مگر جو ہائے کبوٹوں میں بھی جلا گیا۔ میں نے کہا۔ ”کم از کم مجھے چھانپے حلقہ کوئی خوش ہی نہیں۔ لیکن جیسیں  
اپنے تعلیم بڑی بڑھاتی ہیں۔ تمہارے پاس تو وہ جو جانی ہیں پر کوئی محنت اڑاکتی ہے۔ ایک ٹھہر تھی جو سارے گئی  
آلات کے کام پر چھکھا ہے تھیں ہوں۔“ میں سکر کے لیے جو کہ کافی تھی کہ کیا کیا۔ لیکن یہ تم پر میرا احسان  
تھا۔ میں نے چاہا تاکہ تمہاری اس جو جانی کو سخراووں جو سوچی ہے دکھڑ رہی ہے۔“

بیری با توں سے دلکھار پہنچا گئی اور پلٹے پلٹے غصبہ کا ہو کر گئے کوئے تھیں۔ ”اُنکرے مدد بڑائے اس طبق اگر کہا ہے تو  
جاۓ۔“

وہ پہنچا کر دکھڑے لے گی۔ اس کی سکیاں دو سوچ سیلی دیتی رہیں۔ کیجے کوئی جو جو دن میں آیاں ہے کہہ دیا۔ مگر بعد میں، کوئی  
ہوا اور اس سے بھی زیادہ دکھڑے کیوں کر جاؤ اجنبی دلاور کی زبانی تھے۔ ملکہ ہوا کہ داروں کو بھارا آ رہا ہے۔ ”اُنکرے جیف نے اسے کیلے کیا اور  
نوئی ایٹلے کے اگشنا کا کئے ہیں۔ اس لیے کہ اس کے سامنے خون کی شہیت کی تھی۔ دلاور کے داری میں پہنچیں ملکہ ہوا کہ داروں کے  
بیان اگشنا کا کئے ہار جائے ہیں۔ ایک دوسرے میں نے دلکھار کا اکڑی جیف کی کارگر کے سامنے آ کر دی۔ دو تاروں کو کوئی کھینچنے کے لیے آیا  
تھا۔ میں وہی پر یقین ہو گیا۔ مگر جب دلاور کے داروں کے سامنے ہار کی تو زکریا اسٹریٹ میں اٹھا ہیں۔ انہوں نے  
تھا۔

”اُب تو خدا کا فخر ہے اس کی طبیعت بہت سچی ہی ہے۔ لیکن دلکھار کا شور ہے کہ طلاق بائندی سے جاری رکھا جائے۔“

میں نے کہا۔ ”اُنکرے ساب دلکھار اگشنا کا کئے آتے ہیں۔ اس طرق تھامیں ہے ملکہ ہوا کہ رہا ہے۔“

وہ بولے۔ ”لیکن دلکھار کی قیمت بھی اس لیے اس کے لیے ہے۔“ میں نے اصرار کی تو کہنے لگا۔ ”جب دلکھار ماشاہد پاٹل محدث جو جائے کی تو  
ہے دیکھنے گا۔“

بیٹھا تھا۔

دلاور اس سے ملینگی اختیار کرنے کے بارے میں میں سوچتی رہا تھا کہ اس نے ایک اور ایسی حکمت کی کہ یہ اس سے غرفت ہو گئی۔ جو ایک مریر سے ایک ہوتے والے سالے کی وجہ سے کھنکت میں پڑے کی دکان تھی۔ اس زمانے میں وہی ان کا خونکت کے ذریعے ایک ایسا سلسہ میں رہا تھا۔ ایک روز مجھے اس کی دکان میں ہاتھی کا اتفاق ہوا تو مریر سے ہمراہ اور مجھ سے پا پہنچا کا۔

”کہا تمیرت ہے اب طہیت کیسی ہے؟“

میں نے جواب دکھنے کو کہا۔ ”میری طہیت تو اور بالکل ہیکری۔“

اس نے دبی ہوئی زبان سے کہا۔ ”کیا مطمئن؟“ آپ کے دوست دلاور صاحب پر سال آئے تھے۔ بہت پر بیان اور گھر رائے ہے تھے۔ کچھ تھے کہ میں کچھ ادا کرنے آپ کو بہت پڑا دی۔ اس نے جال کی پر ٹھیکاتے ہوئے بولا۔ ”ایسی ہی کوئی بات تھی، ہر جال میں جی آیا کہ آپ سے سفر خیل کے عالم میں کی دکان کا شیخورنگ کیا جس سے آپ کو جو پہنچتی ہیں۔“ خاصا باغ سپا ہو گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ کا پہنچتی ہوئے دھن دھن کرنا تھا اور کوئا دکان کیا گیا تھا اور کوئا دکان کیا گیا تھا۔ اسی کے لئے دیہاں جلت پر بیٹھا میں آئے تھے اور جزو ہے لے گئے تھے۔ مجھے تو صرف اتنا ہی معلوم ہوا۔ بات کیا ہے وہ آپ نے کہا جاتے ہوں گے۔“

وہ تکانہ اور اسی احوال تھا کہ تم سے دم میں میں کرے جا رہا تھا۔

تجھے معاشر آپ کے پرسوں ہی راست کو دلاور نہ گھے بارہ میں جاتا تھا۔ مجھے نبی انجیل کی کیا رحمتی دہ میں لے گئی تھی کہ بعد ایسے لگتے ہو اور یہ اسکا حق دکھی کے اور لے آیا۔ اس کا مل احمد نے ادا کرنا چاہا تو ایک طرف سے آواز آئی۔ ”واعظیں اور اعلیٰ اور اعلیٰ خان اتنی کیسے حضرت فرمائی۔“ تھرست ہے میں جاتا تھا۔ ہم کو بیٹھا جاتے ہو اور ایک طرف سے کام کوئی بھی بیٹھا جاتے ہیں جاتا تھا۔ قہم کو بیٹھا جاتے ہو اور ایک طرف سے کام کوئی بھی نظر آیا۔ اس کے ساتھ کوئی اور بھی بیٹھا جاتے ہیں جاتا تھا۔ ”جس کو بیٹھا جاتے ہو تو دلاور نے بے کلکی سے قہم بھارت کرتے ہوئے اسے کہا۔“ ”یعنی طرف سے ہے۔“ تھرست ہے اور ایک طرف سے کام کوئی بھی بیٹھا جاتے ہیں۔“

احر نے سکرا کر اس کا فریبی ادا کیا اور میں سوچنے لگا کہ غافِ معمول دلاور آپ اس شاہزادی پر کیسے اتر آیا۔ ان دلوں وہ

پاکیں قاش تھا۔ اب حیثیت مال معلوم ہوئی تو مجھے دلاور کی اس گھنٹا حکمت پر بے حد فضال۔ خاہ بہرے وہ نسبت تو غوث ہی کی اور مجھے تزویر پہ کاڑا نہ بھرنا تھا اور مجھے اس کا مطلب افسوس نہ تھا۔ البتہ مجھے ان لوگوں کی نکروں میں خوار ہوئے کا جزا کو پکھا۔ عالیکار اس سے پہلے اکثر اس کا بچا کا کہ دلاور میرے لئے والوں کے پاس پہنچا اور میر نام لے کر قرض اور حارے اپنے کو دہا کتا گیا۔ مجھے کسی دوہم گان بھی نہ تھا۔ میں اس افسوس کا کہ واقع سے اس قدر دل برداشت ہوا کہ فردا دلاور کا گھر مجھوڑ دیتا۔ اتفاق سے ادائی ہی اسے میں ایک کروہ غافل لگا میں اس میں دھکل ہو گیا۔

دلاور کی جانب سے ایسا ہے یا اس کو آئی کیک مدت تک اس سے طاقت نہ ہوگی۔ ان دلوں پر کچھ فخری مصروفیات بھی زیادہ حصہ اور کسی بارہ میں بھی جانتے کا اتفاق نہ ہوا۔ ورنہ مگن ٹکن تھا کہ دلاور سے ملکہلہ ہو جاتی۔ البتہ اس کے ملکے والوں کی زبان پر مشتمل آیا کہ دہلی کے ساتھ اکثر انہیں دھار پہنچا کر آتا ہے۔ دہلی سے میں چکا تھا۔ دلاور نے باریں ملایا تھا۔ وہ مخفیت پھیس برس کی طرف رہا جوست تھی۔ رنگ تو اس کا ساتھ ادا تھا کہ رنگ اور دل آدمی تھے۔ شادی شدہ تھی کہ رہبر سے ملینگی اختیار کر لی تھی۔

کوئی بال پچھی بھی نہ تھا۔ ایک قبیٹ میں بھی رہتی تھی۔ کسی زمانے میں ایک دیکھ میں ہائپت تھی کہ رہا میں سے چھوڑ دی تھی۔ اب کارنی تھی اس کا تھکے کئی معلم تھا۔ دھار پہنچا کر دل آدمی تھی۔ نبی انبیوتو کا تھیکہ اور احمد تو بیوی تھی یہی کہتا تھا اور دلاور کو اس کا کھات۔ صرف وہ اپنی اور اپنی دل جانے کے تھے جو دلوں کو اسی حیثیت سے پا کرتے تھے۔ نسبت کے ساتھ اس وقت جب نئے سے سرشار ہوئے۔

اں روز اور رات اور سہر کو دلت تھا۔ میں کمرے میں بھیجا تھا۔ اچانک دلہاڑ کوکول کرو دلاور احمد را گیا اور کری کہ کس کو بھیجیا۔ اس کے بعد ایسے لگتے ہو اور یہ اسکا حق دکھی کے اور لے آیا۔ اس کا مل احمد نے ادا کرنا چاہا تو ایک طرف سے آواز آئی۔ ”واعظیں اور اعلیٰ اور اعلیٰ خان اتنی کیسے حضرت فرمائی۔“ تھرست ہے میں جاتا تھا۔ ہم کو بیٹھا جاتے ہو اور ایک طرف سے کام کوئی بھی بیٹھا جاتے ہیں جاتا تھا۔ ”جس کو بیٹھا جاتے ہو تو دلاور نے بے کلکی سے قہم بھارت کرتے ہوئے اسے کہا۔“ ”یعنی طرف سے ہے۔“ تھرست ہے اور ایک طرف سے کام کوئی بھی بیٹھا جاتے ہیں۔“

گھر جانے کے لیے تباہ ہو گیا۔  
گالبی چاڑی کی راستتی۔ دس بجے کا ٹکن تھا۔ میں لاوار کے گھر کی جانب روانہ ہو گیا۔ نیچے تھیں تھا کہ وہ گھر پر ضرور جو بڑا ہو  
گا۔ میں اس کے گھر پہنچا۔ اماں تھے کامیں ان میدان میں جو کسے ذیلی گی کے قرب پہنچا۔ وہ کوئی کوئی جوست نہ رکھا گیا کہ ذیلی گی کے  
دروازے کے پہنچ پہنچ دیا سکتا ہے۔ میں بھی انہوں اور اُنہوں کو گلے۔ ذیلی گی میں بھی کسی طرح دھندا ہدھنا جاپ رہا تھا۔ اس کی  
روشنی میں ایک کار اس دروازے کے قریب پہنچ دی گئی۔ میں مکھا ہے نادہ کھو گی۔ اس کے پہنچ کا اس دروازی طرف تھا۔ اسے  
اس طرح جو چال کر کیں گھر اگلی آہستے پہنچا۔ ”آہ، وہ اُتم اس وقت یہاں کیوں کھو گی؟“

گھر سے ہمیزی بات کا کوئی بھاپ نہ یاد۔  
”تم اپنی کیوں نہیں؟“ ختم یہاں کیوں کھو گی؟“ میں نے صراحت کر کے ریانت کرنا چاہا۔  
اُس نے فونگی وغیرہ میں رہی۔ میں بھی غاموش رہا۔ چند ٹائیں بعد میں نے ٹھیک بھی میں کہا۔ ”اُنکری صاحب کا انکار کر ری ہو؟“  
اُس نے زبان سے کچھ دکھا۔ پہنچ کر کیسی طرفی جاپ رکھا۔ میں سکم کر رہا یا۔  
اُس کے ماتھے سے خون کی ایک دھار میکھی ہوئی۔ ایک دھار اور کچھ بھی بھی ہی تھی۔ اس نے قبر آؤنے والوں سے مجھے دیکھا۔  
اُس کی آنکھیں آنسو سے بیکھی ہوئی تھیں۔ اس نے اسکی ہمراہ کر کیا۔

”ایجاداں! ٹھریج کیتے!“ ختم صاحب کے پاس گئے تھیں۔ ایک دھار اور کچھ بھی آئے۔ میں اُنمی کا انکار کر ری تھی۔  
میں نے پری یہاں کوئی بھاپ۔ ”تمہارے ماتھے پر چھٹ کیے؟“  
”یہ لاوار بھائی سے چھٹے۔“ اُس نے نگوچی آزاد میں کہا۔ ”انہوں نے گاں سمجھ کر ماں تھیں جو پیشانی پر لگا۔ پہاڑ کر جاں نہ  
آجائی تو نہ جانتے آن دھرم را کیا خڑکرتے۔ بالکل، دیانتے ہو رہے ہیں۔“  
”مگر وہ ہے کہاں؟“

”کبھی دی جو لوٹتی تھی اور اب اپنے کرے میں ہیں۔“ وہ سکیاں بھرنے لگی۔  
بات پیاس بھکتی کی اس کا ٹھیک قطبی اندازہ تھا۔ درود سمجھ کلاتے گھری روی۔ اس کی سکیاں سہان ذیلی گی میں  
رک رک کر اسرتی رہیں۔ میں نے زور سے جزو بات پیٹھ دیکی۔ چپ پاپ آگے گڑھا۔ گن میں پہنچا طولیں والا اُس اور  
فکر ہر ایک والی جو روپی پر گھر کو سخت طاری تھا۔  
میں ایک ساری سے گزر کر آئتا۔ اسدار کے کرسے کی جانب بڑھا۔ اپنے ایک رات کے سانچے میں زور کا چوتا کا ہوا۔ اور

اُس نے شاید بھلی ہر سیرے سامنے صاف گوئی سے کام لپا تھا اور اس کی صاف گوئی سے اس قدر جڑاڑا ہوا کہ جریخ خور کے بیٹھ  
میں نے ایک ہم پلے کر رکھ دی۔ اسے دے دیں۔ ایک ہم پر رکھاں گے۔ کھیدارے پر دشت میں ٹے ٹھا۔ اسی بھل  
بھرے پاس گھوڑا تھے۔ میں خاموشی سے اٹھا۔ وہ پہنچا۔ اس کے دردھنے سے دے دیئے۔ جوٹے کے اڑا کو کھو دی جنم  
بیٹھا رہا۔ اگر کوئی کرس نے جمرے ہے تو اس پر سر کھو دی۔ اس کو جھٹپٹ پر پہنچا۔ اگر کوئی پری یہاں ہو کر ہے تو؟“  
میں نے بھک کر اسے اپنے یادوں سارے کر کر پہنچا۔ اسے دیکھا۔ اسے دیکھا۔ اسے دیکھا۔ اسے دیکھا۔ اسے دیکھا۔

”اُنہم اُنم کی جائے کہ آن تم پلے مجھ پر کھاڑا جاؤ احسان کیا ہے۔ میں ہر طرف سے ہمیں کوئی تمہارے پاس آیا تھا۔ اس میں  
لکھا اسی کی ضرورت کو دل لیں۔ یہ بیرونی عزت اور اُنم کا سوال ہے۔ جو تم بھرے لیے ہیں فیضیں رہے۔ لہذا اب تم سے کا  
چھپا۔ بات یہ ہے تم اُنکی پلے اُنکی طبق جو بارہوں کا ملاج کر رہا ہے۔ میں کوچھ اچھا آدمی معلوم ہوں۔ اُنکا۔ گھوڑا اُنم کا سے آٹھانی کر  
لے لے گا کیا کیا؟“ اسی پاٹا ہوں کو اُنکر کے علاج مانع مانع کیا جاوہ پہنچا ہے اس میں دے دو۔ وہ پہنچے کے کارہ کا گھر آٹھا جانا  
نہ کر دیں۔ اب تواتر کر سے تکل کر رہا ہو۔ اسی میں جو اُنکے روزانہ ہے۔ اُنکر کے روزانہ ہے۔ پس پہنچا۔ میں ہر طرح کی اُنم کی جا  
رہی تھی۔“

میں غاموشی میضا اس کی ہاتھیں سارے بولے ہوئے اس کی آواز ہرگز۔ آسکس ہر آسکس اور آسکوں سے ڈھک  
ڈھک کر خداوند پر گرتے گے۔ وہ چپ چاپ افراہ اسے سوچ پھینکتا ہے کہ بھرے ہے باہر ہاگا۔  
میں اس سے بہت کچھ کہا جاتا تھا۔ اگر کچھ کوئی نہ کہہ سکا۔ وہ تو خداوند ہے۔ اس کے ماتھے کوچھ کہا جاتا ہے  
کہ قدراً عالم کر کر ہے اور خود میں کھاڑا ہوں کا اس کے اس کے اس کے کوئی کچھ کہا جاتا ہے۔ کوئی جس کے لیے وہ اُنکی طبق سے  
گرفت کرتا ہے۔ ٹھیک ہے کہ اُنکو میں بہت سی کہروں پاں لئی خاموشیں ہیں۔ تھی۔ گھر میں اسکا تھا۔ اسکے میں اسکا تھا۔ اسکے میں اسکا تھا۔ وہ اُنکا اور پری یہاں حال اس لیے ہے کہ اس کا چھکا ہمیں جس کی بیرونی طرح  
کہ اُنکی لکڑی کی ڈھیٹ سے مل گئے۔ وہ جھوٹ دھن دھن داری کا اسکل ہے۔ ایک ٹھوڑے ہے۔ چالا چالا ششماہی ہے۔

میں دیکھ دیا۔ دیوار کے میں سوچتا تھا۔ اسی ذاتی فکر کے مالیمیں رات ہو گئی۔ کہنا کیا ہمارا اس سپر یہ کسے کی  
کوشش کرتے گا۔ کرخندہ آئی۔ میں ہزوڑا اور روی کے مغلل سوچ رہا تھا۔ سوچ سوچے معاشریں آیا کہ اُنکو دوڑھے سے اس کا  
کام نہ بن سکتا۔ اُنکی طبق کے چھلے سے جاتی حامل کرنے کے لیے اسکی اُنم کو اس وقت ہے اس وقت ہے  
پاس نامی رقم موجود تھی۔ آخر میں الکریڈو گیا۔ بڑے سے بیچھے اس ہدوں کیا جیب میں پانچ سو روپے کے اور دیوار کے

گل جاؤ۔ اس نے ایک ہاتھ دروازے کی جانب اٹھا دی۔ ”چاڑا“ اس کے انداز سے اس کا پارا جا گیرا اور انہوں نے بھلک رہا تھا۔  
بھر کا دا ان اب میرے ہاتھ سے پھوٹ کیا۔ قوت برداشت جواب دے گئی۔ میں نے مجھت کر اس کا گریان دیکھ لیا اور  
زور سے بھٹکا دی۔ وہ نئے سے پہلے لامکوار رہا تھا۔ لگا کیا اور حرام سے فرش پر گرد۔

میں نے اسے گھومنا اور اتوں سے بارہ طویل کر دیا۔ میں نے کوئی حوصلہ دکی۔ میراں معاشرے فرش پر ہے حال پر!  
رہا۔ ذرا دین بھاس نے گردن اپنا کر چھے جو بھی ہوئی خفروں سے دیکھا۔ میں نے غصہ ہاں ہو کر اس کی کمر پر ٹوکرداری۔ اس  
نے ترپ کہانے کی اور آہستہ آہستہ کہانے لگا۔

کمر سے میں آہری طاقتی چھائی تھی۔ میں آہستہ آہستہ کہانے کا ترپ رہا تھا۔ اور انہیں تکھ فرش پر چلا تھا۔ پھر خاصیتی میں اس کی  
آواز اہری۔ دہول گرفتہ ہو کر کہہ رہا تھا۔ ”تم نے مجھے کامیابی کا یادیں دی ہیں اس لئے اتنا دار ہے کہ میں نے تم سے دہول پر پے  
لیے تھے اور یہ دہول پر پے بھوٹ سے بڑی تھیں میں کردن لوگوں نے خوب شراب پیا تھے کیا ہے۔ اب دہیور دہیور اس سے مدد جیں  
کے بالغانہ پر گھوڑا کھدک ہے۔ میں کر رہے ہیں اور میں یہاں مار کھارا ہوں۔ گالیاں سن رہا ہوں۔“

محض اس کی ہاتھیں پر ٹھیک آگیا۔  
اس کے ہاتھیں جاتا ہوں کہ اس کے جرداز میں کوئی کھل خورد رہتا ہے۔ اس کھل کے تل پوتے ہیں اور اپنے دہول اور  
مل غان بنایا ہے۔ خود کو خاندانی رکھ کھلواتا ہے اور یہ گی اس کا کھلی ہو گا کشم کوڈھر میں کیا ہو گا اور اس پر دھونوں کو  
مرعوب کرنے کے لیے دہول کے لوت کا لال کو رکھ لائے ہوں گے۔ الجوں لے لوٹ اس سے مجھن کو رکھ کر اپنے ہوں گے اس لئے  
کہہ اس سے دہول شراب چاہے۔ سکرت چاہے۔ قدم چاہے۔ اپنی اس کے لیے جس کی زندگی واکرٹ عیف چاہے کہ رہا ہے۔ یہ بات وہ تباہی کی سکتا تھا۔ اس کی  
زندگی پر جو ٹھیک حق تھا۔ اس طرح اتر جاتا۔

میں خداوند کھلا اس تھا رہا۔ اس کا اکر کھج کیا۔ اس نے دہول ہاتھ سے من چھاپا اور یہ کلک کر دئے۔ اگر  
میں نے چب سے پاؤں پر پلانے والے اس کے سامنے داں کر دیا۔ ”تی چاہے تو اس قوم سے اپنی اعزت اور اپنے ہموں  
کا لخڑک روایا شراب لی کر لے گا۔“ مگر اس کو میرے پاؤں نہ آتی۔ وہ خداوند میٹھا آسموں جاتا ہوا میں چپ چاپ باہر چلا گا۔  
وہ میرے پاؤں پر کھکھ لیں۔



ٹھیکے کو نئے کی آواز تھی۔ میں مگر اک دا در کرے میں داہل ہو گیا۔ دیکھا دہ سامنے کھو رہے۔ اپنے کے سے انداز میں  
گرمی کری سائنسی سہ رہا ہے۔

فرش پر ہٹرف ٹھیکے کو نئے ہوئے کھرے ہوئے تھے۔ میں نے جیان دی پریشان اور کدر رفت کیا۔  
”دہول، تم نے یہ کام چاہا کیا ہے؟“

اس نے مجھے جھسوں خفروں سے دیکھا۔ اس کے بال کھرے ہوئے تھے۔ اور اس کی سرخ اکارہ اور ہری حص۔ وہ جری پیٹل داں  
کر دیا۔ ”میں ہو گا کنجیم صاحب اور آپ یہاں سے پلے جائیں۔“

میں نے خود کو پہنچا دیا۔ دہول ہے دیڑی سے کہا۔ ”آپ رہو کیا۔ کچھ ٹھیک تو مطمئن ہو۔“  
”آپ میرے سر پر سوت جیسا یا آقا دلی صحت؟“ اس نے پھٹکا کر دیا۔ ”آپ کہ میرے ذاتی معلمات میں دھل دینے کا کیا حق  
ہے؟“

میں بہا کر آگے جو خداوند کے بالکل قریب تھا۔ اس کے درمیں شراب کے بھکھ کل رہے تھے۔ یہ جان کر مجھے اور میں  
ٹھیک آیا۔ جن میں نے بھپڑے کامیاب اور دہاٹھری ایجاد میں کہا۔

”تم نے مجھے دہول پر اسی لیے مانگ تھے۔“ اسکی طرف تو تم کو زور دہول پر دے سکتا تھا۔ میرے آئے کی عجائی اس کے  
پاس کیوں نہ ٹھیک گئے؟“

”وہ ایک دھمپر کیا۔“ میرے سامنے اک طریف کا ڈام نہ لو۔ میں اس ڈام نہ اور کھل کر دوں گا۔ زندگی چھوڑوں گا۔  
آپ اسکے سامنے کی بھی نئے سے دلگا کئے گلے۔ ”میں نے تم سے ہور دپے آش لیے ہیں جلدی اپنی کرکم  
میں سڑھنے کا یہی نہیں ہے۔“ دہاڑاں جنم جھیل کر بہات کر دی۔

اب میں بھی پے ڈام بھار رہا تھا۔ میں نے پھٹکا کر دیا۔ ”اپے کیہے اس طبع کی بڑا گیری کر جے کر تے اپنے اپنی بھن کا  
بھی سوڑا کر دیا گے۔“ میں نے غرفت سے در بکارا۔ ”کہتا ہے مجھے گالیاں نہ دو،“ بھی سہی ہر کی میرے ہی دل پر سر کر کا بھن  
غرض دہ موں کی دھانی دے۔“

وہ جیکی سے جھپٹا اور میرے مقابل آکر کھلا ہو گیا۔ جھکا کر روا تم جیسا فراہمے جائے۔“  
میریں اپنی جگہ پر جماں اخماں کھلڑا اور اسے گھوڑا رہا۔ دہول زور سے قلی رہا تھا۔ ”میں کھاتا ہوں تم میرے کمرے سے

رہے اور کوہستانی ہواں کی سنت اُٹس اُتی جیز ہو جائیں کہ ہال میں ہڑکتا ہوا سارا شوراں میں دوب جائے۔  
تاجور اسی طرح خاموش بیٹھی رہی۔ اس کے چورے کے قدم خلطاں ہنگیں محسوس کی طرح ہر چشم کا دیاں کرتے رہے۔ اس کے  
ہال نم آؤ رہا ہواں سے سارے رہے۔ چیزیں ذرا اور اگے کی جاپ جنگ کی۔ اس نے اپنا چھانٹا خلیٰ کر لیا تو ان کو پھولے۔ مگر  
اس کا پاتھو تحریرات لگا۔ اس نے کبھی سائیں بھری۔ تاجور تم بڑھا دیا گی تم بڑھو تو تم بڑا گی۔ اس کا ہتھ چھانٹا کر پھولت  
پھولت کر دہاڑھو عکر دے۔

دیکھو تاجور میں کھانا ہوں۔ کتنا اس ہوں۔ تم مجھے اپنی بناہ میں لے لو۔ مجھے اپنے اس میں چھا جو۔ ان بھکی ہوئی زلتوں  
سے مدد ہوئی کرو۔ قیچی میں جو اگلیں ہوں۔ میں بھوک سرست کے گیت کا ہڑا۔ زندگی کے نئے الیاہ رہا۔ کیون زندگی مجھے سے  
داہن چڑھائی رہی۔ سرست نے مجھے قدم پر فرب دیا ہے۔ میں کب تک خواہیں کا سہارا لیتا رہوں گا۔ کب تک سایاں کے  
یکجہے بھاگاں رہوں گا۔

تاجور نے جگراں کی طرف رکھا۔ وہ بھگی بادھتے اسے کہدا تھا۔ اس نے زر اسٹر مکار کر کہا۔

"اُرے یا آپ اپنے خاموش کیوں پیشے ہیں؟"

"آن کی اسات ہی سماں ہے نے بھاگی ہے اور دیا تھی انسان کو کہیں رکھیں۔"

اس دھوڑا دھوکی کھل کر سکرا دی۔ "آپ بہت رو ڈھنک ہتے جا رہے ہیں۔"

یازدی لے آؤ بھرے کے سے اخراج میں کمی سائی۔ "تم ہاکی ذہن اگی ہو اور کیس سے جی ایکلی ہے۔"

تاجور نے باٹا کا سابل یا۔ "بیان گئی تاں میں کب تک آپ کا قوم رہے گا؟"

"اُر تم سے ما تھا نہ ہوتی تو اپنے کیوں میں کمی کا بیان سے جاگا ہوتا۔"

تاجور نجیف وہ کہی۔ "بیان کا بھیت ہے۔ کھوئی تو افسوس کی گزی پڑ رہی ہوگی۔"

یازدی نے اسے سمجھ رکھرکوں سے دیکھا۔ اسکل اسی انداز سے دیکھا رہا۔ "تم پوکی پر بیانِ حکومت ہو رہی ہو۔ اتنا بیشور ہونا  
کیجیا اسیں ہوتا۔ تاجور اسکی بہت بڑی خود ہے اور انہیں بیٹھا تو اسی کیس وہیں۔"  
آپ پر ای اچھی گھسیں کیجئے ہیں۔ جسے پاں آپ کی کئی ہی گھسیں جو ہیں۔  
یازدی پوکھاروں پر ڈھنک ہو گا۔ "میں اُر کو جو کوں تیر، اُوں کیس ما لوگی؟"

## پتھر میں آگ

پاں کا قدم آم کھس اتھ۔

آگھوں میں بلکا کا نار۔ چورے پر بھری بھری قلقلی۔ دیابی تھی سے بکھرے ہال۔ ناست سے ملے ہوئے اس تے  
ایک سوت میں وہ قیچی اکر ڈالکر رہا۔ اپنا گھس ایک دین میں دیکھتے دیکھتا یا کہہ دیکھتے پیون سے سکرا دیا۔ مدد بیکھڑا کیا  
کر دیجے۔ اسٹاپ اپنا کارو بیٹھنے کی کوشش کی اور آہستہ آہستہ سرخوٹی کے والم میں بڑی اتے لگا۔ پانڈل کا خاندھیں جاہدے۔  
آج یہ اور اپنی۔ اس نام میں سب ٹھنڈھا تے اتھ۔

وہ داروازہ کھوکھا پر ہار کا اقیاٹ کلب کا بچا۔ کچھ اپنی سا حلوم ہو رہا تھا۔ ہال میں قیچی کوئی رہے تھے۔ مل جاتاں  
کی اہمیت اور دلچسپی اور اسی حسیں اور یقیناً مثود گھوٹی طور پر اپنے طولیں کر کی مانند رہ رہا تھا۔ پس کا سوکے یہ کون مرگا ہے؟  
ہر طرف دھنڈی دھنڈی پر چھایاں ہیں اور مسلسل سکیاں۔ کتنی دردی ہے۔ کتنی دردی ہے۔ کچھے ہی سمان رہوں میں جب  
کہ رہتے ہی تو اُنہیں سوت کے فرشتے نکلا تھے۔ ہلکا چوتھا ایک لکب ہے۔ گنجی ہال کا خوشبوست شہستان۔ اچھا ہو اک تم کو  
میں دلت پر ہاڈا۔ کہا۔ دیکھو یہ تمہاری میز ہے۔ یہ جہا رہا، گاہیں ہے۔ اس میں ابھی تھوڑی سی وسیع موجود ہے اور دیکھو یہ تاجور۔ ٹھان  
ہے جو تھا رہا۔ اکھار کر کتے ہوں گی ہے۔ اس کا چیرہ مٹھل نظر اڑا رہا ہے۔ آگھوں میں دلچسپی تاروں کی صلاحیت ہے۔ اس  
لے اکھراتے ہوئے قدموں سے میز کے قریب چاکر اپنی کری سکھلی اور سکھل کر جو ڈک کر۔ تاجور نے سکرا کا سے دیکھا۔ آپ  
سے بولی۔

"بہت در لاؤ دی آپ نے۔ کیا کوئی شعروزون کرنے لگے ہے؟"

اس نے کوئی جواب نہ دی۔ بے ساخت بیٹھنے لگا۔ تاجور نے گاہیں اپنے کر ہوٹوں سے لگایا اور ساری وہکی قیافت چڑھا کیا۔  
تاجور گردن گھما کر خاموشی سے گھسل پر چھلانگیں ہوئی۔ رہنچین کو کھری رہی۔ اس کا گردن کا ہم اور پورے کا یہ زادہ یہ سہ دھنک  
نکھرا رہا تھا۔ یازدی بھر پر رکھرکوں سے اسے دیکھتا رہا۔ اس کا تی پاہا کر وہ اسی طرح بیٹھی رہے۔ گھسل پر دیپ، بالا یعنی ہمکاں

میں ان سے احمدہ کر بھی ہوں۔"

بیازی نے جزی سے بیازی سے جواب دیا۔ "بہت بخوبی تاب پڑاں گا۔" اور جواب کا انکار کے لئے وہاں سے میل جا۔ کلب سے باہر کل رجہ وہ ملووہ روکی بلندی پر چڑھتا ہوا کہا۔ ایک اسے سُلی مسلم ہوئی کہرو ہی خود قدموں سے پڑا۔ لیکن اس عالم میں زیادہ درستگی نہ چاہکار ہوئی۔ ایک آئی۔ وہ فکار تھے کہ جس کا اور تھے کہ جس کے لئے وہ باشکن ہے حال ہو گیا۔ اور اسی فرش پر لیٹ کر رکھیں۔ ہر طرف گمراہنا چھایا تھا۔ ہوادارتوں میں قلی قلی۔ وہ اس طرح سے صدھر پڑا۔ رہا۔ لیکن اس نے آہستہ۔ اور بیازی سے کوئی اس طرف آرہا تھا۔ قدموں کی آواز قلب ہوئی جا رہی تھی وہ گمراہ کر کھو گیا۔ اور اگلے ہوئے قدموں سے اپنے چڑھنے لگا۔

ای طرح ڈالکتے قدموں سے چلا ہوا وہ کوئی پہنچ گیا۔ لیکن جب وہ سیڑھیاں پر کردا تھا تو اس کے قدم ایک ہار ہر لونگھراۓ اور دھماکہ رکھتا۔ چکیدار نے ہر کوڑا خالی اور سہارا دے کر کرے میں چھوڑا۔ بیازی نے دکوئی بات کی نہ کہلے۔ چہ میں کہلیں۔ ای جالت میں بخرا پر گرچا۔ خینخوت دیا۔ اسی۔ البتہ تم بے احتی کے حالت میں یعنی رہا۔ اس کا دہن ایک تک بیدار تھا۔ کتنی ہی سے اگلی باتیں دامیں گردیں کر رہی تھیں۔ ای اثناء میں اس نے خان بہادر صاحب کی بھاری بھرمی آوازی۔ وہ بھی دیکھ لے۔

اس نے ان کے قدموں کی آواز اپنے کرے میں جھوٹ کی۔ وہ غلامی کھو رہے۔ لیکن بیازی آگھسین بند کے لیہا رہا۔ وہ یادوں وہاں بھی اپنے اہم غلامی سے باہر پڑے۔ اور غلامی سے ہر چیز سے ہزار مغلیں کی آواز تھا۔ اور ہر کوڑا کوڑا نے پکارا ہے تھے۔ ان کی آواز اونچی اور اونچی اہلی باری تھی۔ لیکن کسکے مندرجے سے ہزار مغلیں کی آواز تھا۔ وہ کہہتا تھا۔ "سرکار! اس میں میر کیا تصور؟ انہوں نے خود دیریگ، وہ میں جا کر دارو رہوب سے سوت لکھا اور کہن لیا۔ اب تائیئے میں کیا کہتا۔"

خان بہادر گرجن کر لے۔ "کیا تمہارے منہ میں زبان نہیں تھی۔ اب یہ پھر اس توٹ جو ستمیاں اس ہو گئی۔ یہ چیز کوں تمہارا باپ آ کر رہا شکرے گا؟" "چکیدار لے کی جو کوئی آواز میں مداخلت کی۔ سرکار آج تو تمہارا لے بہت لپر کی ہے۔ سیڑھیاں پر گرچے ہے۔ میں لے اخراج کرے میں پہنچا ہوئے۔"

"....."

بیازی نے جے جے پوڑے کیا۔ "تم نے میری باٹ کا جواب کیا ہے۔" "بیلوچا جو اتم جواب کیں تھیں۔ تم بیان کیوں نہیں؟"

بیازو نے زیر اپ سکر کر کیا۔ "یہ سعدیہ تھی۔ ایک خلاب پیغمبر کو دی جو رہما کے مخلاف پھولوں سے کھیتے کھیتے مخلوقوں کی نذر رکھے گے۔ سروت میرا پر وہ گرام شانقی تک تھی جاتے کا ہے۔ قلمبازی سے والدہ نے کے حصیں میں نے اکیوں پا ٹکی تھیں۔ اس لے قلی مکالموں کے عمارے اگر میں آپ کی کوئی چاہہ تم خوش تو میرا دیوال ہے کہ یاٹ کلب انکی بڑی جگہ تھیں ہے۔"

بیازی چھکا کر رہا ہے۔ اس نے چھپے لہی میں کہا۔ "بہت بیک خیال ہے آپ کا۔ لیکن میں (اس نے پار اور دیا) جا جو سلطان میں گرفتوں کا رہا۔ اُن کو جب تیجا ہوا۔ میں گوشت پاہست کا نہ ہوا انسان بھی ہوں۔ میں ہر مذکوری پر اتنی بھی کر سکتا ہوں۔ شراب بھی سکتا ہوں اور میں سوچتا ہوں کہ کب کی اس سکن خدا سے ٹھنڈا ٹھوٹ کا بھی حق مالی ہے۔ آپ نے میرے ساتھ اتنی درجیتیکی جو سوت گا اس کی وجہ سے اس سوت افراد کا مکمل۔ البتہ اتنا اور تاریخی کہ آپ کے سرمنی کیں درجہ تو نہیں۔ اس لے یہ تو اس نمانے کی باتیں جیسیں جب ماقوم طاقتی کو خدا کی خیر لانا تھا۔"

بیازی جزوی سے کہتا رہا۔ جا جو سلطان میں قلی کی سب کو گھوٹی رہی۔ اپاٹ کے گیری خاموشی چھا گئی۔ دھلوں چپ پاٹ پیٹھے ہے۔ بیازی نے دھکی کا ایک اور پیک مکالا کیا۔ آج تک آج تک دھکی کی کوچار ہا۔ اور سکریٹ کا شور اس اڑا رہا۔ ہال میں پستور قلی کو پہنچتے ہے۔ ملی ملی انس کا شور دکھا رہا۔ جو اسی سرماں جیز تھوڑے گیکی۔ بھل کے غلاف پانی پر رہیاں محلہ اتھریں۔ بیازی بہت حساس تھا اور اس وقت تو شدت احساس کا یہ عالم تھا کہ ذہن میں گیوا لاد اعلیٰ رہا تھا۔ اس نے بیک پیک مکالہ شروع کر دیئے اور ان کو چھوڑا چلا گیا۔ جا جو سلطان خاموش ہی گھوٹی رہی۔ آخر سطل خاموشی سے اکا کر دا لونگھا رہا۔

"میرا خیال ہے کہ اس پاٹ پاٹھا ہے۔ کچھ تباہیں آپ کی کوئی بھی چھوڑ آؤں۔" "جو اس نے آہستہ سے کہا۔" ظاہر بھائی اب قلم، کچھ کروہاں آتے ہی ہوں گے۔ کیاں تصوری درج ان کا انکار کر لیا جائے۔

صرف نہ یافت۔ حق تو یہ ہے کہ وہ اس مکمل کو زب بگی اور دے رہی تھی۔ زب کو جب بیش لے تباہ کر یا زیارتی ہے تو شور شار ہے۔ اس کے کیتے قبول میں بھی آپکے ہیں اور اس کی فرمائیں رجیع یہ کامی جاتی تھی تو وہ بت حدا ہوئی۔ اس کا لفاظ پکار کر اور دیکھ کر دیتے تھے جو بعد میں پڑا تھے کہ ان میں کاملاً ترقی۔ لیکن نہ بیش لے گا اس کو تی پر گرام بنایا اور دنہ زیارتی جو اس سے ہوتی۔ وہ اس روز اور رات کو روم میں ٹھیک کرتے۔ شور شگن کی مکمل گرم ہوئی اور بھر اپنے ہزاروں کو سچا۔

رات تھی اسی طرح آتی رہیں اور گزرتی رہیں۔ ”شہستان“ کے ہنگامے پر سور شاری رہے۔ لیکن پڑا تھی اس زندگی سے کہ خر سے بعد آتا گیا۔ انہیں ہوں ایک سپہر کو اٹھنے پر یعنی جنمنا ہوا گیا۔ اتنا تھا سے ہاں اس کی ملاقات ہر گلی کو اس اصر سے ہو گئی۔ وہ اپنے طلاق کے ساتھ ہر دوسرے کے میلے سے اپنی آ رہا تھا۔ اس دوسرے میں اس نے لوگ کیتے گئے ہاں کی ریکارڈ نگی تھی۔ مراد آپا میں وہ چند روز قیام کرنا چاہتا تھا۔ پڑا تھی سے اسے بڑی اختیت تھی۔ پڑا تھی کی پریشان حالی کا سے علم ہوا تو اس نے پکھر لیں ریکارڈ کرنے کا متصوب بنایا اور ایک روز پڑا تھی کی فرمائیں بھی ریکارڈ نہ کر لیں۔ اس طرح جریساً اس کی مودوں کی کمی کی طرف سے پڑا تھی کوئی بھلی کی صورت میں کوئی روکوڑ پہلے کئے۔ لیکن بیش سے اس نے اس رقم کا کوئی تکریر نہیں کیا۔ حسب معمول رات کو اس نے بیش کے ساتھ رہا اور اصر سے ملے کا بہانہ کر کے سیدھا زیارت کے بالا غائب ہے پہنچا۔

لیکن آن زیارت کی بزم ہار میں تماں بیوں کا ہجوم تھا۔ وہ دلخیز یہ خاموشی کھوا ہوا اس جھنکی کو دیکھتا رہا۔ پھر جنمکارہ اپنے جانا چاہتا تھا زیارتے ہوئے تماں سے مکھرا کسے دیکھا۔ قریب آئی اور ہاتھ کا لگاؤ بھیج کر کے سہارے نہادیا۔ وہ رباری مکرانی رہی۔

”کہنے کیا نہ دست کی جائے؟“

”تمدحت“ ”وہ جھم کر پہنچا کر اور جو اسے زار مالی امن از میں بولا۔ ”غزال بھیل و غزال اس طرح گاؤ کر ہر گل باس کو منادو۔“ لیکن ایک بھاری بھر کی جنم والے آدمی نے تقریباً چھپ کر کہا۔ ”لیکن، اپنے کو وہ گیت گاؤ ہو گا۔ لیکن نہ بول یہی اور پر کوئی بیکھڑا۔“

”بھیج نے جلدی سے اگال داں میں بیکھڑکی اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی۔ ”غان صاحب احمد تو سب کے تماں دار جیں۔ آپ کا عالم بھی رآ گھوں پر۔“

غان بھارو زور سے کھلا کر رہا۔ ”ان سے کہہ جا کر کلی اپنا ستر بدریا اٹھا گئی اور بیاس سے پہنچ ہوتے تھے تھر آگی۔ خواہ تو اس کے پیسے ہو اسے پڑے ہیں مسلسل ہو گئیں۔ جو ہے شام پہنچ ہوتے ہیں۔ ”اپنی نئی سے ۲۵۰۰ تھے ہے وہاپنے کمرے کی طرف پڑے گے۔

پڑا تھی ساری ہاتھیں بیٹھیں۔ سمجھنا صالی لیتا رہا۔ اس میں اٹھنے کی صفت پڑا تھی۔ مراد، وہ اسی وقت سوت اتار کر خانہ بھار کے مدینہ مار دیا۔ خرخوک کھاتا آیا ہے سلا بچکا۔

پڑا تھی نے اپنا سامان درست کیا اور اس کے کرمان بھار میں غسل خانے سے فارٹی کو کردا رانگ روم میں بیٹھیں اس نے پہاڑی گلی پڑا۔ اپنا تام سامان دردا رہا اور اس کا ٹھنڈہ کی طرف پھل دیا۔

لیکن ہال سے اتر کر واہاں کوچک اور برائی اُن کی ایک اڑان سے مراد آپا دھا گیا۔ ۲۔ گے سڑکرنے کے لیے رہیں کے کرائے تھک کا شدہ دست بٹیں تھیں۔ پیٹ قارم پر اتر کر اس نے سوچا کار کپا کیا جائے؟ سوچتے سوچتے اسے میدان میکش کا دیال آ گیا۔ برائی کے ایک مٹا عرب میں پڑا تھی سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ رخصت ہوتے وقت اس نے پڑا تھی کو مراد آپا داد آنے کی دوست گلی دی تھی۔ صراحتی بھی کیا تھا۔

بڑی ٹھکل سے بیکھڑا پڑا۔ زندگی میں دُلگی ہمکار تھی بیکھڑا پڑا جا سکا ہے گرثا عربی سے ترجمہ تھا کہ بھر جنم بیکھڑتا۔ لہذا بیکھش نے ایک چائے خانہ کھول لیا تھا اور اس کا بڑا شام رکھا تھا۔ ”شہستان“ اس چائے خانے میں تمام وقت گلی ریکارڈ پہنچتے تھے اور دن بھر اٹھتے اور چاہتا تھا۔ چائے خانے کے پچھلے حصے میں ایک نہم باریک کرہ قہ جس میں بیکھش رہتا تھا۔ اسی کمرے سے میں پڑا تھی اسی ستر بھی لگا دیا گیا۔

بیکھش کا ”مہمول“ تھا کہ اس بیکھ کا وہ عذری بیٹھتا۔ اس کے بعد وہ کمرے میں چاہتا۔ پھر قریب ایک روم بھی بیال آتی اور رات گئے تھک شراب کا در چاہتا۔ البتہ اس روز پڑا تھا اس بیکھ کا دیال چاہتا تھا۔ ایک ہاٹا خانے پر جا کر انجیں سے گام بھی سن۔

ٹواں کی طرف جوان تھی۔ صورت ٹھل بھی کو راتی۔ چھاتا تو پکھدا بھی سا جانی تھی مگر اسے بڑا اس قیادہ جو بھاٹا تھا میں ہر بول کے ایک ایک لفڑا کو اس طرح ادا کرتی کرمان بھنڈ جاتا۔ اس کے ناز و نادار میں کہیں کھر جعل جا کی بھی جھنکتی۔ پڑا تھی کوئی ساروںی سلوٹی ٹھواں بڑی اچھی معلوم ہوئی۔ اس میں کھشتی بھی اور نظری ادا کی بھی تھیں۔ اس کا ہم زبردستیں تھاں پر دنیا

وکھی۔ اگری بھک پر جس رہ پے موجو دتے۔ اس نے سچا کہ اب لکھور وادیو ہوتا چاہیے۔ در کرایہ بھی نہ ہے گا۔ مگر بیش تے ایک روز کے لئے اسے اور رک لیا۔ حسب ممول رات کو خوش نے چڑھ کر در لی۔ شرمنگی کی مکمل برپا ہوئی۔ مگر بیازی جلدی اس صحت سے آگاہ ہوا۔ اس نے بھر ہار سے ملکہ بہات بنا اور زیارت کے بلا قابو پر بھی گرا۔

آن گھنی اسی طرح تماشیوں کا لام تبدیل ہوا۔ زیارتی کے طرح حکمران کے مند پر گاہ بھجی کے سوارے بخدا ہے۔ وہ خوشی دیکھا گا۔ سارہ۔ اس نے ایک بڑی شراب مٹکوئی اور پیا۔ شروع کر دیا۔ زیارتی ریتی مسکراتی روی ہجوم جوہم کے سارے کے پاس آتی رہی اور بیازی اسے دے دی۔ بار بار۔ لیکن جب اس کی سمجھیں غالی ہو گئیں تو زیارتی تو جوہر سے تباش پڑا۔ پس پر کمر کو زرہ پڑی۔ بیازی کی اہم سمجھیں کلکتی گی۔ اس نے بھجھا کر سوچا کہ اب بھی بھت اسی میں ہے کہ بیان سے بھک جائے۔ لیکن زیارتی اسے جانتے نہ ہے۔ وہ اصرار کرے گی اور جلدی سے ایک غزال شروع کر دی۔ بیازی کی بھجھا ہوئے اور بڑھ گئی۔ سوچنے کا آخیر ہوئی گھنی اس طرح بخاکر کیوں نسلک رکھتا چاہتی ہے۔ وہ کیوں ہمیزی خودداری سے بھکھانا چاہتی ہے؟ کیوں بیزی اسے کھلی رہی ہے؟ آخیر کیا تم ہے۔ اس کا انتہا بھری ملکی کافی تھا اور اسے کہا جائے۔ چر کے پر چوچے کا گاہ بے۔ لیکن زیارتی رہی۔

شیخ کو کچھ کرم میں دل کے جانے والے!

کسی نے شیخ کی بھوک میں اکر کر کیا۔ اس عصی کی سیخ قوم ہو صرف جو۔

زیارتے مکرتے ہوئے کیا۔ اچھا یہ بات ہے تو کہکھ۔ اس نے جوہ کر کیل کا سوچی آف کر دی۔ کر کے میں گبری تاریکی کھلکھلی۔ بیازی بھی گھر گیا۔ ایسا جو اس نے زیارتی کا پاٹ فریب پایا۔ اس نے کوئی بھی اس کے ہاتھ میں دی اور درود بھت کھنکھنے لگی۔ بیازی کے سوچی کیا اس کی بھلی پر بکھرے ہوئے لوٹ موجو دی۔ اس نے جلدی سے اُس جب میں دل لیا۔ اندر جرم سے پر بخان ہو کر کوئی بولا۔ یہ کیا مسمیت ہے؟ روشنی کرو۔ زیارتی کی آواز سنائی دی۔ "ہم اُس عصی کو کھکھ پکھ کر دیں۔" اس نے دشی کر دی۔

بیازی کو اس پر ترس آ گیا۔ اس نے خدا کو لوٹکروں سے زیارتی کو بھاوس پہنچا کر زیارتی اس پاڑا کی روائی اس مکمل کی جان ہوا۔ اس پر بازار یہ گھنل ہبھت بڑا قرار نہ تھا۔ اس قرار نہ تھے میں تم جاں کی ایک ایکی ملکہ ہوئے یعنی کی ہر جو داری کو کھل کر جھانکتی ہے اور اس طرح تم بھری نازہداری کر سکتی ہو۔ زیارتی کا ملکہ ہے اس کے سارے کامات اور روزانہ اس طرح دیکھ لیجھائی جا سکتی ہے اور اس طرح تم بھری نازہداری کر سکتی ہو۔ زیارتی کا ملکہ ہے۔ بے چاری زیارتی۔

وہ بینی بات پر اڑا رہا۔ "ٹھیں پہلے وہی شریادی کا ہو گا۔ تم سب کی تاحد اُنہیں ہو صرف تاری۔ ہاں صرف تاری بات تھی کو ماننا پڑے گی۔ اپنے بڑا کہے کہیں ہو گئی۔"

حیثیت اسی کو کھنکا ہی تھی۔ الحمدلی خان پر حاصل سائی اونے کے ملادہ و روزا آتے والا تھا۔ ناٹھی کو اس کی بات ماننا پڑی۔

اس نے زیارتی کو کچھ کر کیا۔ "تمیں خان صاحب کا دل کھلو۔ چداون کی یہ بات مان اور۔"

سازندوں نے فوراً ساز بچا لیا۔ بیازی نے خاصیتی سے یہ تباش کیا۔ ٹھیں جب زیارتی کی تباش پر اس کی گفت چھپڑا تو وہ الحکم کھلا گی۔ زیارتی اس کی طرف بازیزی سے اس طرح بیکھا ہے کہ بڑی ہو۔ بیازی صاحب "آفریں ایک طوائف ایک تو ہوں۔ میرا کام تو سب کی بخوبی ہے۔ سب کو خوش کر دے ہے۔ لیکن اس کی بخوبی خان نے بیازی کو جانے دے دیا۔ اپنی جگہ سے اخواں بیازی کا ہاتھ کھکھا کر پھر بخادی۔ خود اس کے بڑا بڑا کر کیجئے گا۔" میاں ساجدزادے اپنی بڑی کامیابی ہے۔ بیان آؤں میں جو بھوپالی ہوئی اور کام سے۔ بیان آؤں سال ہو گئے ہیں رکھتے ہوئے۔ "اس نے زیارتی کے ٹھیں غزال ہو گئی۔ اور ہر غزال شروع ہو گئی۔

بیازی نے ایک ایک شہر پر رہ پے کی بھجھا کر دی۔ زیارتی عصی سے ہوتی گئی مسکراتی رہی۔ بیازی اسی تے

ٹھرپ مٹکوئی اور رپلے لگا۔ بیازی کی اہم کوئی تکمیل رہی تھی۔ وہ جن پہنچنے والیں میں ہر طرح کلاؤ گیا تھا اپنے سوریہ و مری انتہی کر کیا تھا۔ رات اسی طرح اگر تھی رہی۔ جام گردان میں آتا رہا۔ زیارتی کی آواز بادو جکھاتی رہی۔ اس کے ہاتھ میں ایک ایک تاڑا جاگا کرتے رہے۔ باگی چھتوں کے ہان کتی ہی دھات میں دھراتے رہے۔ رات اگر تھی رہی۔ رات اسکے ہمیں اور ہر رہی اس کیا کر مکمل شتم ہو گئی۔

جب وہ بیرونیوں پر سے اتر بھاٹا تو زیارتی کہا۔ "کل پھر آئے گا۔"

بیازی نے جو ہی بیازی سے کہا۔ "کل کوئی ضروری نہیں کر آؤں۔ خان صاحب کی طرح بھر جو دن کا کارناٹ تھا تو ہے صیک۔" اٹھ کر بھر کر دو بولا۔ "لیکن واقعی بھت اچھا کاتی ہوئت اچھا کاتی ہو۔"

زیارتے چھک کر آتا ہے۔ "حوالہ فخری کا ٹھرپ کیکوں آپ آئے گا ضرور۔"

بیازی وہاں سے جو ہاتھا "ہاشمیان" کی طرف مل دیا۔ پیش اس سوچا تھا۔ لہذا کوئی بات چیخت نہ ہو گئی۔ وہ چھپا پر لیٹ گیا۔ وہ سرے روز دن چڑھے ان کی آنکھ کھلی۔ سب سے پہلے اسے دوپے کا خیال آیا۔ اس نے الحکم بھی تیب

یہ زندگی فاقہ کی ذلت و خواری ہے تو بھرپورت کے گئے گاہا کناہ ہے۔ زندگی کے لئے الایضا جم ہے۔ زندگی صرف کاروبار ہے۔ لیکن دن کا بچ پار ہے۔ بیہاں ہر چیز کا مول تول ہوتا ہے۔ کیوں نہیں مگر لکھا چہ ان کا سوا کروالوں اور پھرست یعنی تجارت یہ تجربت سب فراہم ہے۔ بیہد پاک کا سوال سب سے زیادہ اہم ہے۔ اسی طرز سوچنے سوچنے وہ سوچن۔

کچھ وہ صد عدالت میں آیا کہ یادی سرکار کی طرف سے ملکی افرمیریوں کی۔ اس کافی پر اس مذمت سے کافی اٹھ پڑا۔ اب بھی وہ رکت کہتا۔ مگریں تھیں کہتا۔ فرمائیں گئیں تھیں۔ آزادی کے گئے ترقی کے گئے ترقی اور غلبہ اپنی کے گئے۔ آزادی جس کی بد ذات لاکوں انسان فدا کات میں جاں بحق ہوئے۔ ترقی جو قطا کے وہ بہ میں، بھاول سے خوبی بندھ کر بھل جانی تھی اور غلبہ اپنی تھی نے برقی کوئی میں تقبیخ نہیں کیا۔ لیکن جو کوئی مریض انسان کا پھر اچھا کرچیت ہے تھے۔ "هم کو رکھو دی پکارا دے مکان دو۔" اور سرکار ان کے لیے بیک فریقی ریاستہار طیارے فریقی ریاستہ میں بھی فریقی ری۔ اس لیے کہ دنیا کی آزادی خیزی سے بزرگ ہے۔ اور سرکار ان کا واحد ملک ہے۔ اور جگ کا مطلب ہے کہ کوئی ان کے دار یا نارے۔ اس کا دہاری دنیا کا ایک تھرہ ہے۔ جنگ آزادی ہے۔ والی اسٹریٹ کی ملکیں بھل جو حقیقتی ہے۔ مولانا گان کی رہائی دو بڑا بھولی جانی ہے۔ اور لگھ بھوکے انسانوں کے چینوں پر مرنی پر جانی ہے۔ ہر طرف گایا ہوا تھی ملک کے سازنے چیز ہے تھا۔ وہ ان کھلڑوں میں چند دل بول رہے تھی۔ انسانوں کے گرد گیز چلا ہے تھی۔ سوت کے ان بچاؤں سے آواز مل کر یادی گئتے گا تاریخ۔ لئے الایضا رہا۔

ان بڑوں اس پر ایک اعلیٰ کیفیت طاری ہوتی جانی تھی۔ ایک اکتوبر جس نے اسے چیز ایجاد کیا تھا۔ اسکی پڑھوڑی جس نے اسے تھانی پر پیدا کیا تھا۔ اب اس پاپیہ ماضی سے بے بعد بھت اگئی تھی۔ وہ بیچ انوں کی ایوان میں لذت گھومنے کرتا۔ ائمہ ایام میں ایک دوزخ اس نے پیر ائمہ کا پاندہ کیا تھا۔ اس میں ایک یونک کھنٹان آنکے خلود کا بھی تھا۔ یہ خلود اس نے دوسروی جنگ لیم کے دروازے میں سماں پر سماں پر کئے تھے۔ آنکے خلود کا بھی تھا۔ بہت صد جب غیاری کی میں بھی تھیں لکھنوارہ۔ اپنی کام گھومن کی رہائی سناتا تھا۔ بھاک آنکے خلود کا بھی تھا۔ بھت صد جب غیاری کی میں بھی تھیں میں رہنے کے بعد کھنڈوں میں آیا تو یون کرائے بے حد صد۔ بھاک آنکے خلود کی رہائی کی تھی تو بھی ان کا ایک خود جو جانی کھل کھلے پاروں کا ایسا تھا جو اپنے ماں کا بھیجا چاہا اور اپنی تھی تو بھی ان کا ایک خود جو جانی کھل کھلے تھے۔ اور آن عمر صد را بھد یادی ان گھولوں کا ایک را بھج پر جد باتھ۔

یادی کی ایمن ہو چکے گی۔ اس پنکے میں اس کا کام گھنٹے گا۔ اب تو بیہاں سے فرمایا جی نہیں سکتا تھا۔ اس ذاتی انتشار سے بھجات ماحصل کرنے کے لیے اس نے اور شراب مخوبی اور اس کے لئے میں بنادھ ماحصل کرنے کا۔ مگر وہ زیادہ در بیہاں اپنے سکا۔ اس نے بیب میں تھوڑا لاتا جو بیٹا اور زیادہ پچھاڑ کر دیئے۔ ایسا اور جیزی سے کمرے کے ہے بہر جا گیا۔

ہزاروں میں اب ساتا چھا کیا تھا۔ سرکیں بالکل دون ان حصے۔ یادی کی تھیک تھا جو اپنے اپنے کا۔ لیکن ایک سے جھی حصہ ہوئی۔ اس لئے تے کی۔ کچھ جو بڑک پر چڑا رہا۔ پھر لکھرا تھا جو ایک دکان کے خڑے پر جا کر بے سعد و بکار رہ جو گا۔ معلوم وہ کمکی دی جاتی تھی پڑا رہا۔

رات کے بچھپے بہر کی نے ٹھوڑا کہا۔ "ٹھوڑے ہے نے کی جانشی ہے۔"

یادی نے آگھسن کھوئے ہوئے کہا۔ "کون ہو؟ تھائی فیضدار"

"تھائی فیضدار کے بیچا اکو کیجیے" اس نے یادی کو خدا بکھر دیا۔

یادی نے آگھسن کھوں کر اسے کھکھا دی کہا۔ "جیب میں ٹھوڑا آدمی"

گھوٹ کرنے والے دوں کا اٹھلوں کوٹھیں کیا۔ اب ہمیں نے کھجت کر اسے پیچے اتارا اور کش اس کشان قیانے لے گئے۔ یادی راستے بہر ان پر پھنگاڑا رہا۔ قیانے میں جا کر اس نے بڑے لٹکے سے تباکہ کہ مٹھوڑا ہر یادی ہے۔ گھر قیاندار نے کیسی پیاز مندی کا ٹھہر ٹھہر دیا۔ اور کوچک گردیوں کے کروٹاں میں بند کر دیا۔ سوئے جب عیش کو اعلاءِ فیض اس نے آ کر بیکاری۔ اس حادثے سے یادی کو تیکی کوفتی کر دی۔ اسی دلروکش سے کھجور دپے آس لے اکھنور اور بوری۔ گھریے جب پہلی تو رات ہو چکی تھی۔ کسی نے نہ کھانے کا پیچھا نہیں دیا۔ اس کا تھا عرصہ کیاں رہا؟ گھر میں ہر طرف ظاہری پھانی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی اس کھجت میں اس کے ہاپ کی کھانی کی تھیں جو کھانے پڑا۔ وہ اپنے بھتری چب چاپ پڑا۔ کروٹیں بدل رہا۔ اس نے سوچاں کیں جو اس کے پاس مدد و رائے کیے۔ مگر اس کا کوئی خون ٹھیک نہیں آگئا۔ اس طرح بے گھنی سے کر بھی بدلتے بدلتے وہ گھروالوں کی بے اتفاقی پر بھوت بھوت کر رہے تھا۔ کیا اس کو کسی پاناد طیکی پر ہجھ کرے۔ وہ گھر کا جائے گا۔ نیل و خاکہ رہا۔ گھنی جس طرف بندھت جائے کے بعد پانی کا چیز ہے اداواری پانی۔ دیتا ہے ہاکل اسی اندماز سے اس کے دکن میں ایک تھی رواہ بھری۔ وہ سچے لکھا کیس معاشرے میں جیسا اب اور ان کا مطلب

اور یا اچان کبھی بھی بہت بہنچتا ہے۔  
یازدی ون چ میں سچ بیٹھا رہا۔ پیغام بخواہ کے پاس آئے آئے تے گے سب سے ۱۸۲۶ء تاریخ کا وحدہ کرنا گیا۔  
۱۸۲۶ء تاریخ اس نے تمامی بھی بچی فروعت کر لائی۔ جیسے سالانہ بھی میں تجھے کر دیا۔ سے پھر کو اس نے جنگ کے سے  
وزیر بعد کی تاریخ کا بگ چیک کیا۔ ایک چانے والے گورنمنٹ کلر بیکر کے دیلے سے بیکھ کر لیا۔ اس نے دلکشی  
و بیٹھی خود کی۔ یہ ایک گھنٹہ کے کو ہوا۔ اسے دل دپے ٹھکنی پاپ کے دیلے اور گرین ہاؤس سے دات کلر کی اسے کا بندہ است  
کر لیا۔  
رات کا نغمہ اپنیتھی ہی ہر ایک گھنٹے کی اور یازدی کو اپنے ہمراہ گرین ہاؤس لے لیا۔ دیکھ دیا اس کے حلقے  
چاہب سے خود شدہ قہکھر یا غاصبی بڑی بمارست گئی اور اس کی دفعہ اریزی کھرو کیاں اور سماں انہی بھی ہوتی ہیں سب ہی ہزرگ  
کی حصے۔ رنگ کی حادیت ہی سے اسے گرین ہاؤس کی پہاڑا تھا۔ اس قبیقاتے کی بیجان بھی بھی ہزرگ تھا۔ گرین ہاؤس چڑھائی  
پر راقی تھا اور اسے کر دے کر ریکاری کیا تھا۔  
ہر ایک گھنٹے آگے تھا اور یازدی اس کے مقابلہ میں مل رہا تھا۔ دھوں گرین ہاؤس کے قرب پہنچے اور سڑھیاں چڑھ کر اپر  
تھیں گے۔ جی میں کشاور ارادہ باری گئی اور اس کے دھوں طرف کرے تھے جن میں صحتِ روثی کرنے والی نوجوان گھر تھی اور  
لڑکیاں روتی تھیں۔ گرین ہاؤس پر غاصبوی چھاٹی گئی۔ پیغمبر کو دوں کے دروازے بند تھے۔ بات یقینی کہ بر سات شروع ہوتے ہی  
میدان علاقوں سے اتنے والے اپنے چھاٹیاں شروع ہو جاتے تھے۔ ان کی وادی کے ساتھی چھاٹیں حال کی دھنیل ہیں قم ہو جاتی۔  
گرین ہاؤس کی روتی بھی مانند چھاٹی۔ طاؤنوں کا کار بارھٹا چھاٹا جاتا۔ اپنے دو گھنی مردا آپا زیری رام پور اور آس پا اس کے  
دھرے شہروں میں کھاتے کاتے کے لیے چھل جاتیں اور آپی پر بخوبی کی مانند موسم گرام شروع ہوتے ہی وابس گرین ہاؤس کی  
چھاتیں۔  
گرین ہاؤس میں ایک بھنپ چھڈوا تھیں جو بھوٹھی۔ یازدی نے ایک لارکی کو دیکھا تو دیکھتی رہی رہ گیا۔ رنگ و دھوپ اور چھپے  
ہم سے دھوونے کی روتی راجھت معلوم ہوتی تھی۔ بہنا ساقِ کول کا ساچھہ دھارا دی پڑا زندگی کے گاہب آنکھوں میں  
تارہوں کی چھل کھل کر تیکھا تھا۔ یازدی کو وہ اس قدر پسند کی کہ پسختی گھنکھانے لگا۔ ”زندگی چھندی ہوتی کوئی  
نہیں“

اس نے جنگ کے خلاف ایک ٹائم کی۔ جن جب اس نے یہ ٹائم ایک مٹا اورے میں پڑ گئی تو چندی روز بعد اس ٹائم کے حلقے  
سرکاری طور پر جواب طلب کیا گیا۔ اس نے خفتر میں دو کچھ بھی چیز چڑھا دیا۔ جواب مغلی پر برقرار رکھتے ہو گئے۔ یہ کیا یہو گئی ہے کہ  
میں اپنے دوست کی یاد میں مریض گئی نہ کہوں۔ کہا جنگ میں نہیں بارا کیا؟ کہا جنگ آنکھ ایسے ایکوں تو جو ان کے میں موت کا  
پیغام تھیں؟ اس نے خدمت جواب طلب کا سرکاری سراسر پھرایا اور خفتر سے اٹھ کر گھر چلا آیا۔ جسے بھائی نے جیسا کہ نئی  
پہلوں کے آدمی اس کے خلاف تھیقات کر لے اے تھے۔ یہ کوئی کوئی بدن میں آگ کی گئی۔ اس نے اسی وقت اپنا اعلیٰ  
کھدا اور خفتر واد کر دی۔ یہ سب کوہاں نے تم دیو آگی کے عالم میں کیا کہ وہ کیا کرے۔  
یازدی نے اسی روشن سماں درست کیا اور چھپ چاپ میں ہال چاہا۔ ایک بیجنز شروع تھیں ہاتھ بھال  
ہمال نہیں تھی۔ ہر طرف سکون سا پھیلایا تھا۔ اس سکون کی اسے ضرورت گئی تھی۔ کچھ ہر سے بھک وہ گرد یہاں میں ہمراہ رہ۔ گھر جب  
دو یہ کم ہو گیا تو اس نے ”وزیرزادہ“ میں ایک سستا سکرہ لے لیا۔ اس زمانے میں اس نے جو ۱۸۲۸ء کا جواب نہیں کیں جو ہر ہر  
میں تبلیغ ہو گئیں۔ گھر اس کی جیب خالی ہوتی چاہتی اور اُر تریک پاپ بڑھ پڑا جاتا۔  
قرش خواہ آئے و ان پر بیان کرتے۔ درودی نے تھی ہال سے گز نہاد ہم کر دیا تھا۔ دیوار ام کا تھوڑا جنت کا مظاہرہ رہا اور  
ٹھانضا کرتا۔ ہمچلی ایک چان کا کھرا بھا قاب اپنے اس سر سے تھی سوئے سے آ کر پاہنا ٹھوڑو سا چاہتا۔ اسی اثناء میں جب ۱۸۲۷ء  
پر بیان تھا۔ ”وزیرزادہ“ کے شیر نے بھی اسے ۱۸۲۶ء تاریخ کھاپ بھے ہاں کرنے کا نہیں دیکھا۔  
یازدی اور بھگی خواہ باعث ہو گئی۔ اس نے شیر کو دی ول میں بھر شراب لپی اور درست  
گئے تھک بر بھر تھا رہ۔ اسی عالم میں کری پر لامیا ہے ساری گیا۔ جب آنکھ کھلی تو راست کا نغمہ اپنے چھاٹیاں دیتے تھے۔  
اور لڑکوؤں اتنا ہوا سا جا کر بھگی کی پیچھت کے سہارے کے گھوڑوں گی۔ ہر طرف گیر اسکتھ طاری تھا۔ کہ بھتائی ہوا میں دیع اور ارچی روتی  
تھیں۔ پھکلی راست کا ٹرزاں دیوہ چاند و دھتوں کے چیخنے ہیار اور اسردہ طکڑا بھا تھا۔ فضا میں ادائی تھی۔ وہ ادائی اور جھی جھی  
ظاہری تھی۔

یازدی اسی طرح درجے کے پاس کھوارا۔ جیسا تھا کی ایک رہا۔ اس کے دہن میں پہنچا شاگردی کر دی تھی۔ وہ رہا۔ گھر میں  
سلکھا تارہ بہ دھوکے کے پار کھیڑا رہا اور لگا تارہ سوچتا رہا۔ اس نے اگر اپنی بھل بیٹھ پر اون کی ایک ٹائم لکھنے چھ گیا۔ یعنی کی  
موت تھی از زندگی کی پہچان تھی۔ وہ رہا۔ ہر سوچتا رہا۔ اور اٹھات کی ترقی کا مطلب ہے اسکن اور اس کا مضموم ہے جنگ کی ہالت۔

سکا۔ ”خوبی“ تھا کے شہزادے سکا۔ ٹائیں ساتھ دے سکیں۔ وہ بے بی کے عالم میں رہتے تھا۔ آنسو بھون سے احکام حکم کر گا، لیوں پر پہنچ کر لے گے۔ اس نے اپنا جھانکا ہوا بھوس کیا۔ جو جاں ہو کر اس نے کری ہے اپنا چاہا بگرا کر فرش پر گرا گیا۔

فرش پر پڑے پڑے اس نے ساکھی خود دیکھی۔ ستارہ حمیریوں میں بیٹھا رہا ہے۔ ستارے سر اور پیٹ پر ٹھیک ہوتے گے۔ پھر ستارے سر اس قدر اپنے ہو گئے کہ ستارہ ستارہ بھی شیقی کا جاندہ ہے کیا اور طوفان کی گھن کرچ کی مانند ہو کئے گا۔ دھم! دھم!

شب کا عالم درج مرے دھرم رے گر رہا۔ پھری ہوئی کوچھلی جاچ کے اوپنے اوپنے درجنوں میں سکیاں بھرتی رہی۔ پار پانے جو ہائی سالور بیک کے پیچے چب دی کے بڑیں کی طرح جلا جلا تھرا۔ بھاگ اور یازی اور یازی فرش پر سعد پڑا۔

سین بہت تکے دروازے پر رکھا۔ یازی کو اپنے بھروسے ہوا کہ شیقی کا جاندہ ابھی تک نہ رہا ہے۔ دھم! دھم! اگر وہ دعیت کا جاندہ نہیں تھا اپنار کا کہ ساتھ ہو رہا ہے کوئی دروازے دھروار ہاتھ۔ یازی نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ فرش پر لمبے پڑا۔ اس کا چہرہ تکی کی لٹا لعنت میں اخراج ہاتھ۔

یازی نے پڑے تک کے ساتھ گہری ساریں بھری اور اس گفتہ کو سوچنے لگا۔ اب ہو کیا کرے؟ زندگی نے آئیں تھک قدم قدم پر اس کا لفڑب یا تھا۔ بگرپوت کو کیا سمجھی کر دیگی ہل دے گئی۔



ان دونوں بازار میں اتنا تھا۔ لہذا بھائی بھی گرا ہوا تھا۔ بڑی بڑی نایابی تھیں رہ پے مانگے۔ یازی نے فرار دے رہے تھے۔ وہاں آگے کیا۔ البتہ جو اسکے لئے بھرپور بھروسہ تھا۔

پھر رات گزری تو برا عالمی نے اڑی کو چڑا ری کے کرے میں پکھا دیا۔ یازی نے اسے ایک بارہ گھری نظریوں سے دیکھا۔ اس کی عمر زیادہ تھی۔ آنکھوں میں دادا غوث قضا اور پھرے سے گھر اسٹھنی تھی۔ یازی نے مکار کردم لیے میں کہا۔ ”اور وہ مت“ اس نے ایک کری کی جانب اشارہ کیا۔ ”آرم سے اس پر ڈھنڈ جاؤ۔“ اس نے مزکرہ جو عالمی طرف نظر دیا۔

”بیرا عالمی اتم ٹھیک گوارہ بیجا آ جاؤ۔ اب تم چاہا اور اس پر ڈھنڈ کر دو۔“

بیرا لگکھ چاہا گیا۔ یازی نے بھی کھوئی۔ بھوس میں دسکی دلی۔ پہلی ملائی اور رک رک گھوٹ ہرنے لگا۔ وہ لاری کو سلسی دیکھتا رہا۔ بگرنس سے باتی اور دنی اس کے جنم کو اٹھا کیا۔

وہ گھر ای ہوئی سی چپ چاپ کری پڑھی رہی۔ یازی اور اسکی کے گھوٹ بھر جاتا ہے۔ ایک کے بعد اسرا گاس خالی کر رہا ہے۔ ایک لئے کی بار بے بھن ہو کر پہلے بدلا۔ لیکن یازی نے اسے کچھ دیکھ دیا۔ وقت گز رہا۔ ایک سے پہلا ساڑھے دس بیگانے کیارہ ہٹ گے۔

بیرا عالمی نے دروازہ اونٹھا کیا۔ یازی نے اوپنے آڈ سے کہا۔ ”اندر آ جاؤ بیرا عالمی“ وہ دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔

یازی افسوس میں بھی اس کے پاس تھا اس کے کھدا کے لئے اس کے دل کے لئے جو کہا۔ اس کے دخادر کو آئندے سے جھٹھا کر کہا۔

”شب پھر“ وہاں کو کھوئی ہوگی اور یازی کی گھرست سے مزکرہ بھکت ہوئی ہل کی۔

یازی نے اپنے تام کپڑے پر اٹھک کر دے دیا اور دروازہ اونٹھے بند کر لیا۔

بیرا گھری غاصبی پھانی تھی اور یازی کرے کے اندھا بلکل جما تھا۔ اس نے بیگنی دروازے چھوٹی سی بیٹھی لالی۔ اسے کووا اور گاس میں اسکا کرکے خالی کر دیا۔ بھر اس گاس میں دسکنی اٹھنے اور باب اپ بردی اگاس خالی۔ بھری نظریوں سے دیکھا۔

ہونوں سے لگایا اور آنکھیں بند کر کے خالٹ پر اگاس چھاہا۔ اس نے اگاس خالی اور آنکھیں پر دے مارا۔ زور کا چھٹا کا اور اس کی پیٹ پر چھٹا پڑ گیا۔ اس کا قدم آنکھیں کھکھل کر کھو گیا۔

ہونوں کو کے گلے ہو کر بکھر گیا۔

وہ لگھرا اتنا بھرپور کرتب گیا۔ بھال اس کا کردے سے لگائی۔ بھکت پر گھوٹ ہرنے لگا۔ اس کی انقرض وحدتی چلتی جا رہی تھیں۔ کرے میں ہر طرف پر چھائیں کا جال ہیجتا ہاتھ۔ اس نے بیگن پر رکھی ہوئی آفری اندری۔ صرف عنان پر اس